عمران سیریز

ایڈونچر گیم



ارشاد العصر جعفری



محترم قارئین

السلام علیکم!

میرا نیا ناول ایڈونچر گیم" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کا اصرار اور فرمائش ہوتی ہے کہ اسرائیل پر زیادہ سے زیادہ لکھا جائے تاکہ اسرائیلیوں کی ذہنیت زیادہ کھل کر سامنے آسکے۔ یہ ناول بھی اسرائیل کے موضوع پر ہی ہے اور اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس مرتبہ یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے سیارے کی مخلوق سے مدد حاصل کی ہے اور ان کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا ہے کہ دنیا میں موجود تمام مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ اس قدر خوفناک اور بھیانک منصوبہ تھا کہ اس کے خلاف عمران اور کرنل فریدی فوراً ہی حرکت میں آ گئے۔ انہوں نے اس خفیہ منصوبے کو بے نقاب کیسے کیا اور اس منصوبے کا خاتمہ کیسے ہوا یہ تو آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔

میں آپ سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ میں آپ کو ایک اور منفرد ناول دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں اور میرا آپ سے وعدہ بھی تو یہی ہے کہ آپ مجھے اپنے مشوروں سے نوازتے رہیئے میں

آپ کو منفرد اور نئے انداز کے ناول دیتا رہوں گا۔

آپ عمران اور اس کے ساتھیوں کی حب الوطنی اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے محبت کے بارے میں جانتے ہیں۔ جب بھی مسلمانوں کی آن، بان، شان پر حرف آنے لگتا ہے تو عمران اور اس کے ساتھی آتش نمرود میں بھی کود پڑتے ہیں اور اس ناول میں عمران کے ساتھ ساتھ کرنل فریدی بھی موجود ہے جبکہ سلیمان اور عمران کے کھالہ جاو قاسم کی شوخیاں بھی عروج پر ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول آپ کے اعلیٰ معیار اور ذوق پر پورا اترے گا۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی اپنی رائے کا اظہار ضرور کیجئے گا کیونکہ آپ کے خطوط میرے لئے بہترین راہبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ارشاد العصر جعفری

آج کل سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی۔ دارالحکومت کا درجہ حرارت منفی دو ڈگری تک گر گیا تھا۔ موسم کی مناسبت سے سلیمان نے آج کا کھانا تیار کیا تھا۔ کھانے میں چوزے کی یخنی، گاجر کا حلوہ، بھینس کے پائے کا سالن اس نے خصوصی طور پر پکایا تھا۔ ان کے علاوہ شمالی علاقہ جات سے منگوائے ہوئے ڈرائی فروٹ بھی کھانے میں شامل تھے۔ پائے پکانے میں اسے تقریباً نصف دن لگا تھا اور اب آخری ڈش وہ چائنیز رائس تیار کر رہا تھا کہ اسے عمران کی آواز سنائی دی۔

"جناب آغا سلیمان پاشا صاحب"...... عمران کی آواز سن کر سلیمان نے ایسے منہ بنا لیا جیسے غلطی سے کونین چبا لی ہو۔ وہ اسی طرح منہ بنائے ریڈنگ روم میں پہنچ گیا جہاں عمران مطالعے میں مصروف تھا۔

''صاحب۔ لگتا ہے کہ آپ کو ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) کا کوئی فائدہ نہیں ہوا''...... سلیمان نے افسوس بھرے انداز میں کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں سلیمان سے پوچھا۔ وہ واقعی سلیمان کی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔

''چھوڑیں صاحب۔ مطلب پوچھ کر آپ کیا کریں گے''۔ سلیمان نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

''سیدھی بات بتاؤ کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو''...... عمران نے سلیمان کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

''آپ نے جناب اور صاحب ایک ساتھ استعمال کیا ہے اور یہ دونوں لفظ ایک ساتھ استعمال نہیں ہو سکتے۔ یعنی میں جناب عمران کہوں گا یا عمران صاحب۔ جناب عمران صاحب نہیں کہوں گا''۔ سلیمان نے اس انداز میں کہا جیسے وہ ٹیچر ہو اور عمران اس کا شاگرد ہو۔

''ہاں۔ کہتے تو تم ٹھیک ہو لیکن اب اس بحث کو رہنے دو اور یہ بتاؤ کہ آج تم نے پکایا کیا ہے''...... عمران نے کہا۔ چونکہ اس وقت اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی اس لئے وہ سلیمان سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔

''اس مہنگائی کے دور میں آپ جیسے قلاش کے گھر میں بھلا کیا

پک سکتا ہے۔ اللہ بھلا کرے کریانہ سٹور والے کا جس نے مونگ کی دال ادھار دے دی ہے ورنہ تو آج کچھ بھی نہیں پکنا تھا'۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کچن سے آنے والی خوشبوؤں نے اسے بتا دیا تھا کہ سلیمان نے آج کیا پکایا ہے۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران سلیمان کی اس بات کا جواب دیتا فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے چونک کر سلیمان کی طرف دیکھا۔

''جاؤ دیکھو کس کی انگلیوں میں کھجلی ہوئی ہے''...... عمران نے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سلیمان ریڈنگ روم سے نکل کر سٹنگ روم کی طرف چل پڑا جہاں ٹیلی فون سیٹ رکھا ہوا تھا۔

''اگر آپ کی انگلیوں میں خارش ہو رہی ہے تو فوراً کسی حکیم سے رجوع کریں کیونکہ خارش بہت بری بیمار ہے''...... عمران کو سلیمان کی آواز سنائی دی۔ سلیمان نے رسیور اٹھاتے ہی کہا مگر دوسری طرف سے اسے کوئی جواب نہ ملا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد عمران کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے موبائل فون اٹھا کر دیکھا تو جولیا کا نام فلیش ہو رہا تھا۔

''یس۔ حکیم لقمان جونیئر ماہر الرجی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم اور تمہارا باورچی دونوں شیطان صفت انسان ہو۔ نجانے

تمہارے دماغ میں ایسی باتیں کہاں سے آ جاتی ہیں''...... دوسری طرف سے جولیا نے کہا تو عمران کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

''میرے دماغ میں تو یہ باتیں اس لئے آتی ہیں کہ سلیمان مجھے مونگ کی دال کھلاتا رہتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ مونگ کی دال دماغی صحت کے لئے بہت مفید ہے''...... عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ کیا اب بھی سلیمان نے مونگ کی دال پکائی ہے''۔ دوسری طرف سے جولیا نے پوچھا۔

''ہاں۔ میرے لئے تو اس نے مفید اور ذائقے دار ڈش مونگ کی دال ہی بنائی ہے البتہ اپنے لئے چوزے کی یخنی، گاجر کا حلوہ، بھینس کے پائے اور چائنیز رائس جیسی فضول اور بے ذائقہ ڈشیں تیار کی ہیں''...... عمران نے مسکین سے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے جولیا کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

''اچھا۔ اگر تم مونگ کی دال سے بچنا چاہتے ہو تو فوراً ماورا ہوٹل آ جاؤ۔ یہاں لذیذ ڈشیں تمہاری منتظر ہیں اور کچھ دیر بعد تمہارا پسندیدہ گلوکار اپنی غزلیں سنانے والا ہے''...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سائنسی میگزین میز پر رکھا اور لباس تبدیل کرنے کے لئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

''صاحب۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ کھانا تیار ہے''...... کچھ دیر بعد عمران کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا تو سلیمان نے کہا۔

''اب یہ مونگ کی دال تم خود ہی کھاؤ۔ ماورا ہوٹل میں لذیذ ڈشیں اور سریلی غزلیں میرا انتظار کر رہی ہیں''...... عمران نے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ مونگ کی دال نہیں ہے۔ انواع و اقسام کی ڈشیں ہیں۔ آپ کھائیں گے تو انگلیاں چاٹتے رہ جائیں گے''...... سلیمان نے بلند آواز میں کہا لیکن عمران اس دوران فلیٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

''اچھا صاحب آپ کا نصیب''...... سلیمان نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ بند کر کے ابھی وہ واپس مڑا ہی تھا کہ ڈور بیل بجی تو وہ لاشعوری طور پر اچھل پڑا۔

''میرے کھانوں کی خوشبو ہی ایسی ہے کہ آپ کو واپس کھینچ لائی ہے''...... سلیمان نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اس کا خیال تھا کہ دروازے پر عمران ہو گا لیکن دروازے پر موجود شخصیت کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ دروازے پر ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اتنی دلکش نظر آ رہی تھی کہ سلیمان پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتا رہا۔

''کیا علی عمران صاحب کا فلیٹ یہی ہے''...... لڑکی نے سریلی

آواز میں کہا۔

''ج۔ جی۔ جی ہاں۔ آیئے تشریف لایئے''...... سلیمان نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

''شکریہ''...... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر فلیٹ میں داخل ہو گئی۔ سلیمان لڑکی کو سٹنگ روم میں لے آیا اور پھر اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو لڑکی صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میرا نام روپ ہے۔ علی عمران صاحب کہاں ہیں''...... لڑکی نے اپنا نام بتاتے ہوئے عمران کے متعلق پوچھا۔

''کیا حسین روپ ہے''...... سلیمان نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا تو لڑکی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا''......لڑکی نے خشک لہجے میں کہا۔

''آپ تو ماشاء اللہ مجھے پڑھی لکھی اور سمجھ دار لڑکی نظر آ رہی ہیں۔ اب میں آپ کو کس بات کا مطلب سمجھاؤں۔ حسین کا یا روپ کا۔ دونوں لفظ ہی آپ کی طرح خوبصورت ہیں''...... سلیمان نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا تو لڑکی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور ساتھ ہی اس نے اپنا سر بھی جھکا لیا۔ اس کے چہرے پر حیا کی لالی آ گئی تھی جس کی وجہ سے اس کے چہرے پر موجود سرخی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔

''آپ۔ آپ کون ہیں''...... روپ نے نہایت ہی شرمیلے لہجے میں سلیمان سے پوچھا۔ روپ کی اس ادا نے سلیمان کو گھائل کر دیا

تھا۔ اسے تو ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے پوری کائنات میں رنگ بکھر گئے ہوں۔

''میرا نام سلیمان ہے۔ میں ہوں تو عمران صاحب کا دوست لیکن اماں بی نے مجھے ان کا نگران مقرر کیا ہوا ہے''...... سلیمان نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا تو روپ اسے پسندیدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''اوہ۔ آپ علی عمران صاحب کے نگران ہیں۔لیکن اماں بی کو ان کی نگرانی کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی''...... روپ نے پوچھا۔

''دراصل عمران صاحب کی عمر کچھ زیادہ ہو گئی ہے اور ابھی تک ان کی شادی نہیں ہو سکی۔ شادی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بہکنے کے چانسز زیادہ ہیں اس لئے اماں بی نے مجھے ان کا نگران مقرر کیا ہے کہ وہ اگر بہکنے لگیں تو میں انہیں روک سکوں''......سلیمان نے کہا تو روپ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اچھا۔ ان کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے''...... روپ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ اتنی زیادہ بھی نہیں ہوئی۔ بس مجھ سے آٹھ دس سال ہی بڑے ہیں''......سلیمان نے کہا۔

''ہونہہ''...... روپ نے ہنکارہ بھرا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ سلیمان نے محسوس کیا کہ وہ کسی سوچ میں گم ہو گئی ہے۔

''مس روپ۔ اگر آپ کو بھوک محسوس ہو رہی ہو تو میں کھانا

لے آؤں''...... سلیمان نے روپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ آپ کو تکلیف ہو گی''...... روپ نے تکلفاً انکار کرتے ہوئے کہا۔ سلیمان نے اس کے تکلف کو محسوس کر لیا تھا۔

''تکلیف کیسی مس روپ۔ مجھے کون سا بازار جانا ہے۔ اپنے کچن تک ہی تو جانا ہے اور آپ جیسی حسین لڑکی کے ساتھ کھانا کھانا تو میرے لئے اعزاز کی بات ہو گی''...... سلیمان نے کہا۔

''اچھا۔ آپ نے بھی ابھی تک کھانا نہیں کھایا تو ٹھیک ہے لے آئیں''...... روپ نے کہا تو سلیمان کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے کھانا ڈائننگ ٹیبل پر سجایا اور پھر سٹنگ روم میں آ گیا۔

''آیئے مس روپ۔ کھانا تیار ہے''...... سلیمان نے روپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں دنیا بھر کا احترام سمٹ آیا تھا۔

''شکریہ''...... روپ نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی اور سلیمان کے ساتھ ڈائننگ روم میں آ گئی۔

''واہ۔ کھانا تو بہت مزیدار ہے۔ کس ہوٹل سے منگوایا ہے''۔ کھانا کھانے کے دوران روپ نے سلیمان سے پوچھا۔

''ہوٹل کے کھانے تو مضر صحت ہوتے ہیں۔ یہ کھانا تو میں نے خود بنایا ہے''...... سلیمان نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''اوہ رئیلی۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا''...... روپ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو بھی میرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہے

اسے یقین ہی نہیں آتا''...... سلیمان نے کہا۔

''سلیمان صاحب۔ کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے''...... روپ نے کہا تو سلیمان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''ارے نہیں۔ پہلے میں عمران صاحب کی شادی کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اپنی شادی کا سوچوں گا''...... سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''جس لڑکی سے آپ کی شادی ہو گی وہ لڑکی دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہو گی''...... روپ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ خوش قسمت لڑکی آپ کیوں نہیں بن جاتیں مس روپ''۔ سلیمان نے میٹھے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''مم۔ مم۔ میں''...... روپ نے بوکھلا کر کہا اور پھر شرم کی وجہ سے اس کی نظریں جھک گئیں۔

''جی۔ جی۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ میں بہت ہی محبت کرنے والا شوہر ثابت ہوں گا''...... سلیمان نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور روپ کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

''جی۔ حرج تو کوئی نہیں ہے لیکن علی عمران تو نہیں مانیں گے''۔ روپ نے شرماتے ہوئے کہا۔

''انہیں راضی کرنا میرا کام ہے۔ بس آپ ہاں کر دیں''۔ سلیمان نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھے امی سے بات کرنی پڑے گی۔ پتہ نہیں وہ مانیں یا نہ

مانیں''...... روپ نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ جب آپ ان سے بات کریں گی تو وہ مان جائیں گی''...... سلیمان نے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... روپ نے کہا اور پھر ان کے درمیان خاموشی طاری ہوگئی۔ جلد ہی وہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

''میں چائے بنا کر لاتا ہوں''...... کھانا کھانے کے بعد سلیمان نے کہا اور پھر وہ خالی برتن اٹھا کر لے گیا۔ کچھ دیر بعد وہ چائے کے دو کپ بنا کر لے آیا۔ روپ ابھی تک ڈائننگ ٹیبل پر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ سلیمان نے نہایت ہی احترام کے ساتھ ایک کپ روپ کی طرف بڑھا دیا۔

''اس میں چینی کچھ کم ہے۔ آپ تھوڑی سی چینی لائیں گے''۔ روپ نے چائے کا ایک گھونٹ لینے کے لئے بعد کہا تو سلیمان فوراً اٹھ کر کچن کی طرف چلا گیا۔ سلیمان کے اٹھتے ہی روپ نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک گولی نکالی اور سلیمان کے کپ میں ڈال دی۔ چند لمحوں کے بعد سلیمان چینی کا برتن لے آیا۔ روپ نے مسکراتے ہوئے چینی لے لی۔

''آپ چائے میں چینی زیادہ پسند کرتی ہیں''...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے روپ سے پوچھا۔

''جی ہاں۔ میں تو چائے پیتی ہی چینی کے لئے ہوں''۔ روپ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنے کپ میں ایک چمچ چینی

ڈالی اور چمچ ہلانے کے بعد کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ اس دوران سلیمان بھی اپنا کپ اٹھا کر چائے سپ کرنے لگا۔

''کھانے کی طرح آپ چائے بھی بہت اچھی بناتے ہیں''۔ روپ نے چائے کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''بس جی یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ میرا تو اس میں کوئی کمال نہیں ہے''...... سلیمان نے کہا اور پھر اسی لمحے اسے ایک جھٹکا سا لگا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تو اسے ڈائننگ روم گھومتا ہوا محسوس ہوا اور پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ بالکل ہاتھی جیسا ہی تھا اور بڑی مشکل سے ٹیکسی سے باہر نکلا تھا۔ گیٹ پر متعین پولیس اہلکار اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ ٹیکسی سے اترنے والے دیو نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور پھر اپنا ایک بریف کیس سنبھالے پولیس اہلکار کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دیو قامت ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا پولیس اہلکار کے بالکل قریب آ گیا۔

''جی۔ جی صاحب''...... پولیس اہلکار نے اس ہاتھی کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر پریشان لہجے میں کہا۔

''ابے سالے۔ کم جات۔ مجھ سے کہتا ہے جی صاحب۔ مجھے جانتا وانتا نہیں ہے''...... اس دیو نے گرجتے ہوئے کہا۔

''نن۔ نہیں۔ نہیں صاحب۔ آپ کو کس سے ملنا ہے''۔ پولیس اہلکار نے ہکلاتے ہوئے اس دیو سے پوچھا۔

''یہ میرے کھالہ جاد کی کوٹھی موٹھی ہے۔ مامولی سے پولیس مولیس مین۔ سمجھے تم''...... اس دیو نے پولیس اہلکار سے کہا تو پولیس اہلکار نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

''پاکیشیا میں یہی تو گڑبڑ ہے۔ پولیس مولیس میں ان پڑھ آدمی بھرتی ورتی ہو جاتے ہیں''...... اس دیو نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر وہ پولیس اہلکار کو ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھنے لگا۔

''ارے صاحب۔ کہاں منہ اٹھائے جا رہے ہو۔ رک جاؤ۔ کیوں مجھے نوکری سے نکلوانا چاہتے ہو۔ صاحب تو غصے کے بہت ہی تیز آدمی ہیں''...... پولیس اہلکار نے اس دیو کے سامنے آتے ہوئے کہا۔

''ابے سالے۔ تیرے صاحب غصے کے تیج میج ہیں تو میں کیا کم ہوں''...... اس دیو نے غصیلے لہجے میں کہا اور پولیس اہلکار کو ایک دھکا دیا تو وہ دور جا گرا۔ اسی لمحے گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھلی اور دینو بابا کی شکل دکھائی دی۔ دینو بابا سر عبدالرحمٰن کے بہت ہی پرانے ملازم تھے اور یہ کوٹھی سر عبدالرحمٰن کی تھی جبکہ گیٹ پر آنے والا قاسم تھا۔

قاسم دو تین بار پاکیشیا آ چکا تھا اور ثریا کی شادی پر تو وہ تین چار دن یہاں رہا تھا اس لئے کوٹھی کے تمام ملازمین اور گھر والے تو اسے جانتے تھے لیکن گیٹ پر متعین پولیس اہلکار اس سے ناواقف تھا کیونکہ گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے پولیس اہلکار بدلتے رہتے تھے۔

"ارے قاسم صاحب آپ۔ خوش آمدید"...... دینو بابا نے قاسم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ دینو بابا قاسم کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ قاسم کو دیکھ کر گھر کے تمام افراد بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ قاسم کی باتیں اور حرکتیں ایسی ہوتی تھیں کہ وہ سب خوب انجوائے کرتے تھے۔

"سکر مکر ہے بابا۔ تم نے تو ہمیں پہچان لیا ورنہ یہ سالا تو ہمیں دھکے مکے دینے لگا تھا"...... قاسم نے پولیس اہلکار کو گھورتے ہوئے کہا جو سڑک سے کھڑا ہو کر کپڑے جھاڑ رہا تھا۔

"اسے چھوڑیں قاسم صاحب۔ آپ اندر تشریف لے آئیں"۔ دینو بابا نے کہا اور پھر وہ قاسم کو لے کر کوٹھی میں آ گیا۔ اس نے قاسم کو ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔

"وہ سالا عمران کہاں ہے۔ اسے بتاؤ کہ اس کا کھالہ جاد اس سے ملنے کے لئے آیا ہوا ہے"...... قاسم نے کہا تو دینو بابا نے حیرت بھرے انداز میں قاسم کی طرف دیکھا۔

"قاسم صاحب۔ آپ تو جانتے ہیں کہ چھوٹے صاحب تو فلیٹ میں رہتے ہیں"...... دینو بابا نے کہا۔

"اس کا پھلیٹ بند ہے۔ میں نے بہوت انتجار کیا لیکن عمران پھلیٹ پر نہیں آیا تو میں ادھر آ گیا۔ اب تم اس کو پھون مون لگاؤ اور اسے بلاؤ"...... قاسم نے دینو بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چھوٹے صاحب تو کہیں گھومنے چلے گئے ہوں گے۔ یہ

سلیمان کہاں چلا گیا کہ فلیٹ بند ہے"...... دینو بابا نے کہا۔

"ارے بابا۔ مجھے کیا مالوم کہ یہ کم جات سلیمان کہاں مر گیا۔ میں نے تو پھلیٹ بند دیکھا اور تم کو بول دیا۔ اب تم جالدی سے عمران کو بلاؤ"...... قاسم نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی بہت بہتر قاسم صاحب"...... دینو بابا نے کہا اور ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اماں بی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں تو قاسم انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"السلام علیکم کھالہ جانی"...... قاسم نے مسکراتے ہوئے اماں بی کو سلام کیا۔ اکثر لوگ انہیں اماں بی بولتے تھے لیکن قاسم چونکہ عمران کو خالہ زاد کہتا تھا اس لئے وہ اماں بی کو خالہ ہی کہتا تھا۔

"وعلیکم السلام قاسم بیٹا۔ بیٹھو"...... اماں بی نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر جب اماں بی اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں تو وہ بھی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو قاسم بیٹا تم"...... اماں بی نے قاسم سے پوچھا۔

"کھالہ جانی۔ میں تو ایک دم ٹھیک ٹھاک ہوں۔ آپ کی دعاؤں مواؤں سے"...... قاسم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ چونکہ اماں بی اس کے لہجے سے واقف تھیں اس لئے انہوں نے قاسم کے دعاؤں ماؤں کہنے پر توجہ نہ دی تھی۔

"اور تمہاری بیوی کا کیا حال ہے"...... اماں بی نے پوچھا۔

"اوہ۔ وہ چھپکلی بیگم۔ ہی۔ ہی۔ ہی"...... قاسم نے جلدی سے

کہا لیکن پھر اس نے فوراً ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کیونکہ اماں بی اس کی اس بات پر پچھلی بار ناراض ہوگئی تھیں۔ قاسم کے اپنی بیوی کو چھپکلی کہنے پر اب بھی اماں بی نے اسے گھور کر دیکھا لیکن انہوں نے کہا کچھ نہیں بلکہ قاسم کے منہ پر ہاتھ رکھنے والی حرکت دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر ہنسی آ گئی۔

''جی کھالہ جانی۔ وہ عجت ماب بیگم میگم بھی بالکل ٹھیک میک ہے''...... چندلمحوں بعد قاسم نے اپنے منہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنی بیگم کے لئے احترام والے لفظ استعمال کرتے ہوئے کہا جبکہ اس کے اس انداز پر اماں بی کے چہرے پر موجود مسکراہٹ میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ اسی لمحے دینو بابا کھانا لے کر آ گیا۔ وہ چونکہ قاسم کی خوراک سے واقف تھا اس لئے وہ اچھا خاصا کھانا لے کر آیا تھا۔

''تم طویل سفر کر کے آئے ہو اس لئے پہلے کھانا کھا لو''۔ اماں بی نے دینو بابا کو دیکھ کر قاسم سے کہا۔

''کھانا وانا تو جاز میں فل فلوٹی نے دے دیا تھا لیکن جاز والوں کا کھانا تو ایسے ہوتا ہے جیسے کسی چوزے موزے نے کھانا ہو''۔ قاسم نے کھانے کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''فل فلوٹی۔ یہ فل فلوٹی کیا ہوتا ہے قاسم بیٹا''...... اماں بی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''اللہ ماپھی۔ کھالہ جانی کے سامنے یہ کیا میں نے گلت ملط

بول دیا''...... قاسم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''کیا کہہ رہے ہو قاسم بیٹا تم''...... قاسم کی بڑبڑاہٹ چونکہ اماں بی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اس لئے انہوں نے پوچھا۔

''کک۔ کوچھ نہیں کھالہ جانی۔ وہ جاز مہاز میں ہوتی ہیں ناں لڑکیاں مڑکیاں جو مسافروں کو کھانا وانا دیتی ہیں۔ انہیں ہمارے ملک میں فل فلوٹیاں بولتے ہیں''...... قاسم نے فوراً ہی بات بناتے ہوئے کہا تو دینو بابا مسکرانے لگے۔ دینو بابا کو مسکراتے دیکھ کر قاسم کو غصہ آ گیا۔

''دیکھا کھالہ جانی یہ دینو بابا مجھ پر ہنس رہا ہے۔ اگر اللہ میاں نے بجرگوں کی عزت کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں دینو بابا کی گچی توڑ دیتا''...... قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا تو اماں بی نے دینو بابا کی طرف دیکھا جو اب بالکل سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔

''غلط بات ہے دینو بابا۔ قاسم بیٹا ہمارا مہمان ہے اور مہمانوں کا مذاق نہیں اڑایا کرتے''...... اماں بی نے دینو بابا سے کہا تو دینو بابا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر میز سے قدرے دور ہو گئے۔ انہوں نے کھانے کے برتن ترتیب سے میز پر رکھ دیئے تھے۔

''دینو بابا۔ قاسم بیٹا کھانا کھاتا ہے۔ آپ ذرا عمران کو فون کر دیں اور اسے قاسم بیٹے کا بتا دیں''...... اماں بی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''جی بیگم صاحبہ''...... دینو بابا نے اماں بی سے کہا اور پھر وہ

ڈرائینگ روم سے باہر چلا گیا۔ دینو بابا کے ڈرائینگ روم سے باہر چلے جانے کے بعد قاسم کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔ دینو بابا پانچ آدمیوں کا کھانا لائے تھے لیکن قاسم کے لئے یہ بھی کم تھا۔ اس کی بھوک مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی تھی لیکن اس نے شرم کی وجہ سے مزید کھانا نہ مانگا۔

"قاسم بیٹا۔ تم یہاں بیٹھ کر عمران کا انتظار کرو مجھے عشاء کی نماز پڑھنی ہے۔ میں نماز پڑھ لوں"...... جب قاسم کھانا کھا چکا تو اماں بی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"جی۔ جی۔ کھالہ جانی۔ نماز کے بعد میرے والد کے لئے بہوت دعا مانگیئے گا"...... قاسم نے اماں بی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ہے انہیں۔ وہ خیریت سے تو ہیں"...... اماں بی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہی تو دعا مانگنی وانگنی ہے کہ اللہ میاں میرے والد کو ہدایت ہدایت دے"...... قاسم نے کہا لیکن پھر فوراً ہی اس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے کیونکہ قاسم کی اس بات پر اماں بی نے اسے گھور کر دیکھا تھا اور اماں بی کے اس طرح گھورنے پر قاسم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"والد صاحب نماز نہیں پڑھتے نا کھالہ جانی۔ اللہ میاں انہیں ہدایت دے گا تو وہ نماز پڑھیں گے"...... قاسم نے فوراً ہی بات

بناتے ہوئے کہا۔ اماں بی کو اس کی یہ بات بہت بری لگی تھی لیکن چونکہ وہ مہمان تھا اس لئے وہ کچھ نہ بولیں اور پھر ڈرائینگ روم سے باہر چلی گئیں۔

"شکر مکر ہے کہ میں نے آقل مندی سے بات بنا لی ورنہ عمران تو کہتا ہے کہ ان کی جوتی بہوت جور مور سے لگتی ہے"...... قاسم نے اپنے آپ کو داد دیتے ہوئے کہا اور کچھ دیر بعد وہ پرسکون انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا اور عمران کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا یہ انتظار زیادہ طویل ثابت نہ ہوا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈرائینگ روم میں عمران کی زور دار آواز گونجی۔

"السلام علیکم خالہ زاد دیو بھائی"...... عمران نے کہا تو قاسم صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وعلیکم السلام۔ یہ کھالہ جاد تو ٹھیک ہے لیکن تم نے دیو بھائی کس کو بولا ہے"...... قاسم نے غصے سے کہا۔

"حیرت ہے۔ کیا تم جن، بھوت دیو، پری کو نہیں جانتے ہو"۔ قاسم سے مصافحہ کرنے کے بعد عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تو بس فل فلوٹیوں کو جانتا ہوں"...... قاسم نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تو تم فل فلوٹیوں کے چکر میں یہاں تک آ گئے ہو۔ میں ابھی سر عاصم کو فون کرتا ہوں"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے

جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''اے۔ اے۔ کھالہ جاد۔ کھبر دار جو تو نے میرے والد کو پھون لگایا''...... قاسم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس نے عمران کے ہاتھوں سے موبائل فون جھپٹ لیا۔

''تم کائیسے بے مروت ہو۔ میں اتنی دور سے تم سے ملنے آیا ہوں اور تم مجھے بھگانے کے چکر میں ہو''...... قاسم نے شکایتی لہجے میں عمران سے کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے قاسم کے لہجے میں موجود خلوص کو محسوس کر لیا تھا۔ قاسم واقعی صرف اس سے ملنے کے لئے اتنی دور سے آیا تھا۔

''اچھا۔ تو تم مجھ سے ملنے آئے ہو۔ میں تو سمجھا تھا کہ کسی فل فلوٹی کے چکر میں آئے ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم کیسے کھالہ جاد ہو۔ کبھی پھون کر کے بھی کھیر کھیریت مالوم نہیں کی''...... قاسم نے بدستور شکایتی لہجے میں کہا۔ اس نے عمران کی فل فلوٹی والی بات کو نظرانداز کر دیا تھا۔

''میں نے تو کئی بار فون کر کے تمہاری خیریت پوچھی ہے''۔ عمران نے کہا۔

''اللہ ماپھی۔ اب تم جھوٹ بھی بولنے لگ گئے ہو کھالہ جاد''۔ قاسم نے ناراض لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ تم سر عاصم سے پوچھ لینا۔ میں نے کئی بار فون کیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''اب میں کیا کروں کہ مجھے باپ ہی ایسا ملا ہے''...... قاسم نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''تم فلیٹ پر آنے کی بجائے ادھر کیوں آ گئے''...... عمران نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں پھلیٹ پر گیا تھا لیکن پھلیٹ بند تھا اس لئے یہاں آ گیا''...... قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فلیٹ بند تھا۔ پھر یہ سلیمان کہاں چلا گیا۔ وہ تو اس وقت کہیں نہیں جایا کرتا''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے قاسم سے اپنا موبائل فون واپس لیا جو ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے موبائل فون سے فلیٹ کے نمبر پریس کئے تو دوسری طرف بیل جانے لگی لیکن کال رسیو نہ ہوئی۔ چند لمحوں بعد اس نے کال اینڈ کا بٹن پریس کر کے ری ڈائل کا بٹن پریس کر دیا مگر اس مرتبہ بھی کال رسیو نہ کی گئی۔ عمران نے مزید دو تین بار کوشش کی لیکن اب بھی اس کی کال رسیو نہ کی گئی۔

''حیرت ہے۔ یہ سلیمان کہاں چلا گیا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ قاسم، عمران کی بات کا کوئی جواب دیتا عمران کے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی تو عمران نے موبائل فون پر نمبر دیکھے تو وہ چونک پڑا کیونکہ نمبر دانش منزل کے تھے۔ عمران نے کال رسیو کی اور موبائل فون کان سے لگا لیا۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی تو عمران یکدم مستعد نظر آنے لگا۔

"یس سر۔ علی عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے قاسم کی وجہ سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم اس وقت کہاں ہو"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے پوچھا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس وقت عمران کے پاس کوئی موجود ہے اور وہ اسی لئے مؤدبانہ انداز میں بات کر رہا ہے۔

"سر۔ میں اس وقت اپنے والد صاحب کی کوٹھی پر موجود ہوں اور یہاں میرا خالہ زاد بھائی قاسم آیا ہوا ہے"...... عمران نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم دانش منزل پہنچو۔ تم سے ضروری بات کرنی ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس سر۔ میں اپنے خالہ زاد بھائی کو اپنے فلیٹ پر پہنچا کر دانش منزل پہنچ رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"اوکے"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو عمران نے موبائل آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"ابے کھالہ جاد۔ تم بھی کسی سے ڈر کر بات کرتے ہو"۔ قاسم نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بچے۔ یہ ایکسٹو تھا اور ایکسٹو، کرنل فریدی سے بھی بڑی بلا

ہے"...... عمران نے قاسم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کرنل فریدی سے بڑھ کر بھی کھوپناک بلا"...... قاسم نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ کرنل فریدی تو بہت نرم دل انسان ہے لیکن یہ ایکسٹو تو بہت ہی سنگدل اور ظالم انسان ہے"...... عمران نے اسے مزید خوفزدہ کرتے ہوئے کہا۔

"جس بلا سے تم ڈر رہے ہو وہ واقعی بہوت کھوپناک بلا ہو گی"...... قاسم نے عمران کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میں اماں بی کو سلام کر کے آتا ہوں پھر تمہیں فلیٹ پر پہنچا کر اس خوفناک بلا کے پاس جاؤں گا"...... عمران نے کہا تو قاسم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کی سپورٹس کار اس کے فلیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ فلیٹ پر ابھی بھی تالا لگا ہوا تھا۔ عمران نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور قاسم کو فلیٹ میں چھوڑ کر وہ خود دانش منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی کار تیز رفتاری سے چل رہی تھی لیکن اس کے خیالات کا سلسلہ کار کی رفتار سے بھی زیادہ تیز چل رہا تھا اور وہ سلیمان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ابھی تک فلیٹ سے غائب تھا۔

انہی سوچوں میں گم عمران دانش منزل پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ رسمی سلام دعا کے بعد عمران اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ

بلیک زیرو بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نے مجھے کیوں بلایا ہے"...... عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"آپ کا باورچی سلیمان اغوا ہو گیا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا"...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"سرسلطان کا فون آیا تھا۔ ان کے کہنے کے مطابق سلیمان کو اغوا کرنے والوں نے انہیں فون کیا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"سلیمان کو اغوا کرنے والوں نے میری بجائے سرسلطان کو فون کیوں کیا ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"آپ سرسلطان کو فون کر کے پوچھ لیں"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے رسیور اٹھایا اور سرسلطان کی کوٹھی کے نمبر پریس کر دیئے کیونکہ آفس ٹائم ختم ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اس لئے اب انہوں نے کوٹھی پر ہی ہونا تھا۔ دوسری طرف بیل بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر تیسری گھنٹی پر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو"...... دوسری طرف سے گھریلو ملازم کی آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم رحمت بابا۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ اگر صاحب ہوں تو بات کرا دیں"...... عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ سلطان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

"میں نے تو ہزار بار عرض کیا ہے کہ سلطان فرمایا کرتے ہیں عرض نہیں کیا کرتے"...... عمران نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ عمران بیٹا تم"...... سرسلطان کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ شاید رحمت بابا نے انہیں عمران کے متعلق نہیں بتایا تھا۔

"آپ نے یاد کیا تھا"...... عمران نے فوراً ہی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے۔ سلیمان اس وقت کہاں ہے"...... سرسلطان نے پوچھا تو عمران ان کی بات سن کر چونک پڑا۔

"خیریت۔ آپ کو اس وقت سلیمان کی یاد کیسے آ گئی"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے تمہارے فلیٹ پر کئی بار فون کیا مگر کال رسیو نہیں کی گئی جس کا مطلب ہے کہ سلیمان فلیٹ پر نہیں ہے"...... سرسلطان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ سلیمان فلیٹ سے غائب ہے اور وہ بتا کر بھی نہیں گیا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ لیکن آپ اس قدر پریشان کیوں ہو رہے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"سلیمان کو کافرستان کے ایک کریمنل گروپ نے اغوا کر لیا ہے"...... سرسلطان نے کہا۔

''اوہ۔ لیکن کیوں۔ آپ کو کس نے اطلاع دی ہے''۔ سر سلطان کی بات سن کر عمران نے ایک بار پھر چونکتے ہوئے کہا۔

''پچھلے دنوں تم نے ایک مجرم گرفتار کر کے انٹیلی جنس کے حوالے کیا تھا اور انٹیلی جنس نے اسے کسی خفیہ مقام پر رکھا ہوا ہے۔ اس مجرم کے ساتھیوں نے سلیمان کو تمہارے فلیٹ سے اغوا کیا ہے اور اب وہ سلیمان کے بدلے اپنا ساتھی آزاد کروانا چاہتے ہیں''۔ سر سلطان نے کہا تو عمران نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھ پر دباؤ ڈالنے کے لئے مجرموں نے ایسی گھٹیا حرکتیں شروع کر دی ہیں۔ خیر۔ میں انہیں دیکھ لوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں''...... عمران نے سر سلطان کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بیٹے۔ کہیں وہ سلیمان کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں''۔ سر سلطان نے پریشان لہجے میں کہا۔

''میں نے کہا نا کہ آپ پریشان نہ ہوں اللہ بہتر کرے گا''۔ عمران نے سر سلطان کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''ان کا پھر فون آنا ہے۔ میں انہیں کیا جواب دوں''۔ دوسری طرف سے سر سلطان نے پوچھا۔

''آپ انہیں کہہ دیں کہ ہم اپنے قومی مجرم کو چھوڑا نہیں کرتے''۔ عمران نے کہا۔

''او کے۔ میں انہیں یہی جواب دوں گا''...... دوسری طرف سے

سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر لانگ رینج ٹرانسمیٹر پر کافرستان میں موجود پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ کی فریکونسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔ ابھی وہ فریکونسی ایڈجسٹ کر ہی رہا تھا کہ دانش منزل کے مخصوص فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔

یہ پتھروں سے بنا ہوا ایک کشادہ کمرہ تھا جس کے وسط میں سنہری رنگ کی میز موجود تھی اور میز کے چاروں اطراف میں سنہری رنگ کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کرسیوں میں سے ایک کرسی کافی بڑی اور بلند تھی اور اس کرسی پر ہیرے جواہرات بھی جڑے ہوئے تھے۔

ان تمام کرسیوں پر عجیب الخلقت لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن کے چہرے تو انسانوں سے ملتے جلتے تھے لیکن باقی جسم سنہری لکڑی کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ بڑی کرسی پر بیٹھنے والے کے سر پر سرخ رنگ کا تاج بھی نظر آ رہا تھا۔ تمام لوگ ہی خاموش بیٹھے تھے اور تاج والے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اس کے بولنے کے منتظر تھے لیکن لگتا تھا کہ بڑی کرسی پر براجمان سرخ تاج والا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

''سیارہ ریبون کے عظیم لوگو۔ میں نے آج تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے بلایا ہے''...... کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد سرخ تاج والے کی آواز وہاں پر موجود مخلوق کو سنائی دی تو وہ سب ہی چوکنے ہو گئے۔

''گریٹ کنگ۔ ہم سب آپ کے قدموں میں مرنے کے لئے تیار ہیں''...... سرخ تاج والے کے سامنے بیٹھے ہوئے عجیب الخلقت انسان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم جانتے ہو کہ ہمارا سیارہ ریبون کائنات کی وسعتوں میں چھپا ہوا ایک چھوٹا سا سیارہ ہے۔ ہمارے اس سیارے کے علاوہ اور بھی بہت سے سیارے اس کائنات میں موجود ہیں جن میں چاند، زمین، مریخ، مشتری اور بہت سے دوسرے سیارے شامل ہیں۔ زمین پر باقاعدہ آبادی ہے اور ہزاروں اقسام کی مخلوق زمین پر رہتی ہے کیونکہ زندگی کے لئے سیارہ ریبون کی طرح سیارہ زمین بھی آئیڈیل جگہ ہے۔ ان ہزاروں مخلوقات میں سے انسان وہاں اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اور انسان ہی کی زمین پر حکمرانی ہے اور انسان ہے کیا۔ بس یوں سمجھو کہ وہ ہم جیسا ہے۔ ہم ریبون کے انسان ہیں اور وہ زمین کے۔ جیسے ہم نے سائنس میں بہت ترقی کر لی ہے اسی طرح زمینی انسانوں نے بھی سائنس میں بہت ترقی کی ہے۔ ہم ان سے کچھ آگے ہیں۔ وہ یوں کہ ہمارے کچھ افراد زمین پر گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں بالکل زمینی انسانوں کی شکل اختیار کر

لی۔ ایسا جینز کی تبدیلی کی بدولت ممکن ہوا۔ زمینی انسان ابھی جینز کی تبدیلی کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکا''...... سرخ تاج والے نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ریبونی افراد کو غور سے دیکھنے لگا۔ یہ ریبون سیارے کا کنگ تھا اور آج اس نے ایک خاص میٹنگ بلائی تھی۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولنے لگا۔

''سیارہ ریبون کے عظیم باشندو۔ تم جانتے ہو کہ ہمارا سیارہ بہت ہی چھوٹا سا ہے اور ہماری آبادی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اب سیارہ ریبون میں ہمارے رہنے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ ہمارے ماہرین بہت عرصے سے پریشان تھے اور اس مسئلے کا حل سوچ رہے تھے۔ کئی ماہرین نے مشورہ بھی دیا کہ ہم اپنی آدھی آبادی کو ختم کر دیں لیکن اپنے ہی افراد کو ختم کرنا ممکن نہیں تھا۔ پھر ہمارے ماہرین اور سائنس دانوں نے یہ سوچا کہ دوسرے سیاروں پر اپنی بستیاں بسائی جائیں۔ سو اس سلسلے میں بہت کام ہوا۔ ایئر میل ایجاد کی گئی جو دوسرے سیاروں تک کا سفر کرتی ہے۔ دوسرے سیاروں پر جا کر تحقیقات کی گئیں۔ مشاہدات و تجربات کئے گئے اور کئی برسوں کی محنت کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ زمین رہنے کے لئے آئیڈیل جگہ ہے لیکن زمین پر اربوں کی تعداد میں انسان بستے ہیں۔ وہ ہمیں اپنی زمین پر ہرگز نہیں رہنے دیں گے''...... سیارہ ریبون کا کنگ اتنا کہہ کر پھر خاموش ہو گیا۔

''ہمارے ماہرین اور سائنس دانوں نے اس مسئلے کا بھی تو کوئی حل سوچا ہو گا''...... میز کے کونے کے قریب کرسی پر بیٹھے ہوئے ریبونی انسان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اس مسئلے کا حل سوچا گیا ہے اور اس کے لئے زمین پر چند ماہرین بھی بھیجے گئے ہیں اور حل یہ سوچا گیا ہے کہ تمام زمینی انسانوں کو ختم کر دیا جائے''...... کنگ نے حاضرین کو مسئلے کا حل بتایا تو وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''گریٹ کنگ۔ اربوں انسانوں کو ختم کر دیا جائے''...... ایک ریبونی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اگر اپنی بقاء کے لئے دوسروں کو فنا کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہمیں ایسا قانون بنانا پڑے گا کہ ہم اپنے گھر کے آدھے افراد کو خود اپنے ہاتھوں سے ختم کریں اور پھر ہمیں اپنا یہ قتل عام ہر پچیس تیس سال بعد کرنا پڑے گا۔ کیا تم لوگ ایسا کر سکو گے۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیوی بچوں کو ختم کر دو گے''...... کنگ نے سخت لہجے میں کہا۔

''نہیں''...... کئی ریبونی انسانوں نے بیک وقت چیخ کر کہا تو کنگ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اسی لئے اس مسئلے کا یہی حل سوچا گیا ہے کہ زمین کے تمام انسانوں کو ختم کر دیا جائے اور ہم زمین پر آباد ہو جائیں۔ زمین ایک وسیع سیارہ ہے۔ ہماری آبادی اربوں، کھربوں میں بھی ہو جائے

گی تو ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا''...... کنگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''گریٹ کنگ۔ کیا اربوں انسانوں کا خاتمہ ہمارے لئے ممکن ہو گا''...... ایک ریبونی نے پوچھا۔

''مشکل تو ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ زمین پر کئی ملک ہیں۔ ہمارا ریبون سیارہ تو چھوٹا سا ہے اور یہاں ایک ہی ملک ہے لیکن زمین پر بہت سے ملک ہیں اور ان میں سے اکثر ملک ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ ہم نے ان ممالک سے کسی ایک ملک کو اپنے ساتھ ملانا ہے۔ پھر سیارہ زمین پر ہی ہم نے کچھ ہتھیار تیار کرنے ہیں جن سے ہم زمینی انسانوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے''...... کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گریٹ کنگ۔ کیا کوئی زمینی ملک ہماری مدد کرنے کو تیار ہو جائے گا''...... ایک ریبونی نے پوچھا۔

''ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور معلومات حاصل کی ہیں۔ زمین کے دو تین ملک ایسے ہیں جنہیں ہم چکر دے سکتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ ملا سکتے ہیں''...... کنگ نے کہا۔

''پھر اس ملک کا کیا ہو گا۔ کیا وہاں کے انسان ہمارے ساتھ رہیں گے''...... ایک اور ریبونی نے کھڑے ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ ہم سیارہ زمین کے انسانوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ہم اس ملک کے انسانوں کا بھی خاتمہ کر دیں گے''...... کنگ نے

سفاکانہ لہجے میں کہا۔

''گریٹ کنگ۔ زمین کا وہ کون سا ملک ہے جو ہمارا ساتھ دے گا''...... ایک اور ریبونی نے کنگ سے پوچھا۔

''تمہارے اس سوال کا جواب لانگ ون دے گا۔ سیارہ زمین پر مشاہدہ کرنے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے جو گروپ گیا تھا اس کا انچارج لانگ ون تھا''...... کنگ نے اپنے دائیں طرف بیٹھے ہوئے ایک ریبونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو کنگ کی بات سن کر وہ ریبونی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کنگ اور دیگر حاضرین کو جھک کر سلام کیا۔

''سیارہ ریبون کے عظیم باشندوں۔ سیارہ زمین ایک عجیب و غریب سیارہ ہے۔ زمین پر ہزاروں قسم کی مخلوقات آباد ہیں اور ان مخلوقات کا حکمران انسان ہے اور زمینی انسانوں کے ہزاروں قبیلے اور خاندان ہیں۔ سینکڑوں ملک ہیں مگر ان میں ایک ملک انتہائی شاطر انسانوں کا ہے جس کا نام اسرائیل ہے۔ یہ ہے تو چھوٹا سا ملک لیکن طاقت اور دولت میں یہ بہت سے ملکوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ ملک مسلمانوں اور عیسائیوں کے خلاف اتنی نفرت رکھتا ہے کہ اگر ہم اسے یقین دلا دیں کہ ہم ان کے ساتھی اور یہودی ہیں اور اس کے ساتھ مل کر پہلے مسلمانوں اور پھر عیسائیوں کو ختم کر دیں گے تو یہ بڑی آسانی سے ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہو جائے گا''۔ لانگ ون نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ اپنی بات ختم کرنے کے بعد اس نے

کنگ کی طرف دیکھا تو کنگ نے اثبات میں سر ہلایا تو لانگ ون نے ایک مرتبہ پھر سر جھکا کر کنگ اور دیگر حاضرین کو سلام کیا اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سیارہ ریبون کے عظیم لوگو۔ تم نے لانگ ون کی باتیں سنیں۔ ہم بہت جلد ایک وفد زمین پر بھیج رہے ہیں جو اسرائیل کی حکومت سے بات کرے گا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب وہ دن دور نہیں جب ہم خوبصورت و حسین سیارے زمین پر آباد ہو جائیں گے۔ ہمیں اپنی آبادی کے بڑھ جانے پر کوئی تشویش نہیں ہو گی۔ وہ دن بھی دور نہیں جب ہم زمین کے بعد سیارہ مریخ اور چاند پر بھی اپنی کالونیاں بنائیں گے اور سائنس میں اتنی ترقی کریں گے کہ جو سیارے آبادی کے لائق نہیں انہیں آبادی کے قابل بنا دیں گے۔ سائنس پر ہماری تحقیق جاری رہے گی۔ ہم سائنسی علوم میں آگے اور آگے جائیں گے۔ ہم کائنات کے اسرار پائیں گے۔ ہم ساری کائنات کو مسخر کر لیں گے"...... کنگ نے اس مرتبہ جوشیلے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو وہاں موجود افراد نے تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد کنگ نے ہاتھ کا اشارہ کر کے آج کے اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا تو وہاں موجود ریبونی ایک ایک کر کے جانے لگے۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب چلے گئے اور صرف کنگ اپنی کرسی پر بیٹھا رہ گیا۔ کنگ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ وہ بہت جلد سیارہ زمین کو فتح کر لے گا۔

اسرائیل کے صدر اپنے شاندار آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی میز پر کئی رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے اور چند فائلیں بھی میز پر رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں بھی ایک فائل تھی اور وہ اس فائل کا مطالعہ کر رہے تھے کہ سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو انہوں نے فائل سے نظریں ہٹائیں اور فون کی طرف دیکھا۔

"یس"...... صدر نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ مسٹر لانگ ون تشریف لائے ہیں۔ ان سے آپ کی ملاقات طے ہے"...... دوسری طرف سے ان کے سیکورٹی انچارج کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ہاں۔ بھیج دو انہیں"...... اسرائیلی صدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

''اوکے سر''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو صدر نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ایک بار پھر فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ کچھ دیر بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو انہوں نے فائل بند کر کے ایک طرف رکھی اور رسیور اٹھا لیا۔

''سر۔ سیکورٹی انچارج نے ایک صاحب لانگ ون کو بھیجا ہے''...... دوسری طرف سے ان کی پرسنل سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''او کے۔ انہیں میرے آفس میں بھیج دو''...... صدر نے باوقار لہجے میں کہا اور پھر چند لمحوں بعد ان کے آفس کا دروازہ کھلا تو ایک شخص اندر داخل ہوا۔

''میں اندر آ سکتا ہوں''...... اس شخص نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

''یس۔ کم ان''...... اسرائیلی صدر نے باوقار لہجے میں کہا تو وہ شخص اندر آ گیا۔

''پلیز تشریف رکھیں''...... صدر نے سامنے موجود صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو سر''...... اس شخص نے صدر کا شکریہ ادا کیا اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

''جی فرمایئے''...... صدر نے پوچھا۔

''میرا نام تو آپ کے علم میں آ چکا ہو گا۔ میں لانگ ون ہوں

اور سیارہ ریبون سے آیا ہوں''...... اس شخص نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

''سیارہ ریبون سے۔ میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا''...... صدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ انہوں نے کبھی سیارہ ریبون کے بارے میں سنا ہی نہیں تھا۔

''سر۔ اس کائنات میں موجود دیگر سیاروں کی طرح ریبون بھی ایک سیارہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہمارا سیارہ آپ کو نظر نہیں آ رہا اس لئے آپ نے پہلے کبھی اس سیارے کا نام نہیں سنا ہو گا''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر سیارہ ریبون کا کوئی وجود ہے تو دوسرے سیاروں کی طرح اسے بھی نظر آنا چاہئے''...... صدر نے کہا۔

''سر۔ اس بارے میں اب میں کیا کہوں۔ صرف اتنا ہی کہوں گا کہ سیارہ ریبون بھی کائنات کے بہت سے اسراروں میں سے ایک ہے اور ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں زمین کے سائنس دان ہمارے سیارے کو دریافت کر لیں''...... لانگ ون نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ ایک دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں''...... صدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ سو فیصد۔ میں سیارہ زمین کا انسان نہیں ہوں بلکہ سیارہ ریبون کا انسان ہوں''...... لانگ ون نے کہا۔

''ایک سیارے کی مخلوق دوسرے سیارے کی مخلوق سے مختلف

ہے لیکن آپ میں اور ہم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا"...... صدر نے لانگ ون کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ درست فرما رہے ہیں۔ آپ میں اور ہم میں بہت کم فرق ہے لیکن ہم نے سائنس میں اتنی ترقی کر لی ہے کہ ہم نے یہ فرق بھی ختم کر دیا ہے۔ ہم جینز میں تبدیلی کر کے کسی بھی شکل میں آ سکتے ہیں۔ نہ صرف دوسری مخلوق کی شکل اپنا سکتے ہیں بلکہ اس مخلوق کی زبان بھی بول اور سمجھ سکتے ہیں جیسا کہ میں اس وقت بھی آپ سے آپ کی زبان میں بات کر رہا ہوں"...... لانگ ون نے کہا۔ جینز کی تبدیلی کے بارے میں اسرائیلی صدر نے بھی چند مضامین پڑھے ہوئے تھے اس لئے وہ خاموش ہو گئے۔

"ہونہہ۔ اب آپ یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہیں"۔ صدر نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے سیارہ ریبون پر ایک ہی مذہب ہے جبکہ آپ کی زمین پر لاتعداد مذاہب ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس زمین پر بھی صرف ایک ہی مذہب کے ماننے والے رہ جائیں اور باقی مذاہب کے ماننے والے افراد سے زمین کو پاک کر دیا جائے"...... لانگ ون نے صدر سے کہا تو وہ بری طرح چونک پڑے۔ ان کی آنکھوں میں حیرت اُمڈ آئی تھی۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے"...... اسرائیلی صدر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہمارے لئے یہ ممکن ہے مگر اس کے لئے ہمیں آپ کا تعاون چاہئے"...... لانگ ون نے کہا۔

"تعاون کی بات اپنی جگہ لیکن"...... اسرائیلی صدر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور لیکن کہہ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میں آپ کو تفصیل سے سمجھاتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ اس کائنات میں جتنے بھی جہاں آباد ہیں سب کے اپنے اپنے اسرار ہیں۔ آپ کے زمینی سال کے مطابق کم و بیش تیس چالیس سال پہلے تک ہم نہیں جانتے تھے کہ زمین پر بھی کوئی مخلوق آباد ہے۔ پھر ہم نے علم حاصل کیا اور تحقیقات کیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا سیارہ بھی زمین کا ٹوٹا ہوا ایک حصہ ہے۔ اس حصے پر جو لوگ آباد تھے وہ یہودی تھے۔ پھر ہمارا سیارہ زمین سے دور ہوتا ہوا خلاؤں میں غائب ہو گیا۔ اب مزید تحقیقات کی گئیں تو معلوم ہوا کہ زمین پر تو اب لاتعداد مخلوقات آباد ہیں۔ اسی طرح ہمارا سیارہ ریبون فی الحال زمین والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے لیکن بہت جلد آپ کی قوم کے افراد سیارہ ریبون پر جائیں گے جس طرح میں اور میرے چند ساتھی زمین پر آئے ہیں۔ اسی طرح زمین والوں کا ریبون پر اور ریبون والوں کا زمین پر آنا جانا شروع ہو جائے گا۔ ہم ایک ہی مذہب کے لوگ ہوں گے۔ ہم آپس میں رشتے بھی کریں گے۔ زمین پر اور ریبون پر صرف یہودیت ہو گی۔ اس کے بعد ہم اور آپ مریخ کا رخ کریں گے کیونکہ ہمارے علم کے مطابق مریخ پر

بھی زندگی ہے۔ ہم مریخ پر بھی یہودیت پھیلا دیں گے کیونکہ اس پوری کائنات میں رہنے کا حق صرف یہودیوں کا ہے اور پوری کائنات کو مسخر کرنے کا حق بھی صرف یہودیوں کا ہے۔ آپ چونکہ یہودی ہیں اس لئے ہم آپ سے مدد مانگنے کے لئے آئے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ یہودیت کی بھلائی کے لئے آپ ہمارا ساتھ ضرور دیں گے“...... لانگ ون نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ آخر میں اس کا لہجہ بے حد جذباتی ہو گیا تھا۔

پوری دنیا پر قبضے کا خواب صرف اسرائیلی صدر کا ہی نہیں تھا بلکہ اسرائیل کا ہر فرد یہی چاہتا تھا لیکن ان کی ہزار کوششوں اور جدوجہد کے بعد بھی انہیں اپنا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مسلمان ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ یہودیوں کے پاس وسائل کی کمی نہیں تھی لیکن مسلمان کم وسائل ہونے کے باوجود ان کا ہر حربہ ناکام بنا دیتے تھے اس لئے مسلمان ان کے دشمن نمبر ون تھے اور اس دشمنی میں عیسائی بھی کم نہیں تھے۔ اسرائی یہودی تو صرف اس دنیا پر ہی کنٹرول کرنا چاہتے تھے لیکن سیار ریبون کا یہ نمائندہ لانگ ون تو دوسرے سیاروں کو بھی تاراج کر چاہتا تھا۔ اسرائیلی صدر سوچنے لگے کہ اگر ایسا ہو جائے تو ب یہودیت کے لئے بہت عظیم کام ہو گا۔

”مسٹر لانگ ون۔ ایسا کس طرح ممکن ہے۔ اس زمین پر ت اربوں انسان بستے ہیں۔ ہم یہودی تو لاکھوں میں ہیں۔ عیسائی ا

مسلمانوں تو اربوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ سائنس میں، طاقت میں ہم سے بہت آگے ہیں“...... چند لمحے سوچنے کے بعد اسرائیلی صدر نے کہا۔

”سر۔ یہ بات ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کی طاقت، سائنسی ترقی اور دیگر وسائل جامد کر دیں گے۔ ہم سائنسی ترقی میں زمین والوں سے بہت آگے ہیں“...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہی بات تو میں پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ یہ سب کیسے ہو گا“۔ اسرائیلی صدر نے پوچھا۔

”آپ کی ایک تنظیم ڈیتھ کلر افریقہ میں کام کر رہی ہے“۔ لانگ ون نے کہا تو اس کی بات سن کر صدر بے اختیار چونک پڑے کیونکہ ڈیتھ کلر انتہائی خفیہ تنظیم تھی جس کا بظاہر اسرائیلی حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن خفیہ طور پر یہ اسرائیلی حکومت ہی کی قائم کردہ تنظیم تھی اور اس بات کا تنظیم کے ممبران کو بھی علم نہیں تھا۔ تنظیم کا چیف مسٹر رابرٹ اور مادام کوشیلا ہی اس بات سے آگاہ تھے یا پھر اسرائیلی صدر اور اس اہم راز کا ذکر لانگ ون نے کر دیا تھا تو صدر اسرائیل کو حیرت ہو رہی تھی۔ وہ حیرت اور تشویش سے لانگ ون کو دیکھنے لگے تو لانگ ون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”سر۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ میری کسی بات پر حیران نہ ہوں کیونکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہم نے سائنس میں بہت ترقی کر لی ہے۔ میں آپ کے ذہن کو پڑھ سکتا ہوں۔ آپ کا

ماضی کسی فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ کی پیدائش سے لے کر اور اس وقت تک آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ میں دیکھ چکا ہوں اور صرف آپ کا ہی نہیں بلکہ میں جس سے بھی ملوں گا اس کی تمام زندگی میرے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہو گی''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدر کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

''مسٹر لانگ ون۔ تم تو بہت خطرناک ہو۔ تمہارا زندہ رہنا تو اسرائیلی مفادات کے خلاف ہے''...... صدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور پھر انہوں نے کال بیل کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن ان کا ہاتھ وہیں ساکت ہو گیا۔ انہوں نے فوراً ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ اٹھ بھی نہ سکے۔ انہوں نے سر کو ادھر ادھر گھمایا اور پھر کسی کو آواز دینا چاہی لیکن ان کی زبان نے بھی حرکت نہ کی۔ انہوں نے بے بسی کے انداز میں لانگ ون کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ تھی۔

''سر۔ ہم آپ کے دوست ہیں۔ دشمن نہیں۔ آپ کے تمام راز میرے سینے میں ہی دفن رہیں گے۔ ہم یہودیت کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں اور آپ سے بڑھ کر یہودیت کا کوئی دوست نہیں ہو سکتا اس لئے آپ ہمارے بھی سب سے بڑے دوست ہیں اور آپ کو دوستوں کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہو گی''...... لانگ ون نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر صدر دل

ہی دل میں مطمئن ہو گئے۔ لانگ ون واقعی یہودیت کا دوست تھا اور اس کے لئے کوئی پریشانی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔

''آپ ڈیتھ کلر کا ذکر رہے تھے''...... صدر نے لانگ ون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کی تنظیم ڈیتھ کلر افریقہ میں کام کر رہی ہے۔ ہمیں اس کی افرادی قوت درکار ہو گی۔ ہم نے افریقہ کے جنگلات میں ایک لیبارٹری قائم کرنی ہے۔ اس لیبارٹری کے لئے کچھ مشینری تو ہم اپنے سیارے سے ہی لے آئیں گے اور کچھ مشینری ہمیں زمین پر ہی مل جائے گی۔ یہ مشینری آپ ہمیں ڈیتھ کلر کے ذریعے ہی فراہم کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں آپ کے دو سائنس دانوں سر راشیل اور سر جوزف کی بھی ضرورت پڑے گی۔ یہ دونوں سائنس دان ہمارے سائنس دانوں کے ساتھ مل کر لیبارٹری میں کام کریں گے۔ ہم اس لیبارٹری میں ایسی ریز ایجاد کریں گے جو بیک وقت زمین کے تمام ممالک کی تمام مشینری کو جام کر دے گی۔ مشینری کے ساتھ ساتھ ہمہ قسم کا اسلحہ بھی جام ہو جائے گا اور پھر ہمارے سپریم سونک طیارے اس زمین کے تمام ممالک پر ریئیم بم گرائیں گے۔ ہمارے یہ بم آپ کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے سو گنا زیادہ خطرناک ہیں۔ آپ کے زمینی وقت کے مطابق ہمارے سپریم سونک طیارے صرف ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی کارروائی مکمل کر لیں گے۔ یعنی ایک گھنٹے

کے اندر اندر زمین پر بسنے والے اربوں انسانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ صرف انسانوں کا، باقی ہر شے محفوظ رہے گی‘‘...... لانگ ون نے اسرائیلی صدر کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا تو صدر نے بے اختیار ایک جھرجھری لی۔

’’اوہ۔ اتنی خوفناک تباہی اور صرف ایک گھنٹے کے اندر‘‘۔ صدر نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

’’سر۔ ایک گھنٹہ تو بہت ہے۔ یہودیوں کے دشمنوں کو تو ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ختم ہو جانا چاہئے‘‘...... لانگ ون نے اس مرتبہ غراتے ہوئے لہجے میں کہا صدر نے اس کی طرف دیکھا۔ اسرائیلی صدر کو اپنے دل میں خوف سا محسوس ہونے لگا۔ وہ یہودی تو تھے لیکن انسان بھی تھے۔ ایک گھنٹے میں اربوں انسانوں کی ہلاکت کا تصور کر کے وہ لرز رہے تھے۔

’’سر۔ آپ دل چھوٹا کیوں کر رہے ہیں اور کیا آپ دوسری قوموں کے افراد کو انسان سمجھتے ہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ انسان ہرگز نہیں ہیں۔ وہ تو کیڑے مکوڑے ہیں۔ ایسے کیڑے مکوڑے جو یہودیت کے لئے نقصان دہ ہیں۔ ان کی وجہ سے زمین پر یہودی مذہب نہیں بڑھ رہا۔ جب یہ کیڑے مکوڑے ختم ہو جائیں گے تو پھر یہودی مذہب خوب پھیلے گا۔ آپ صرف زمین کے ہی نہیں بلکہ سیارہ ریبون کے بھی حکمران ہوں گے اور بعد میں سیارہ مریخ کے بھی‘‘...... لانگ ون نے جذباتی لہجے میں کہا تو صدر صاحب کو اس

کی بات درست معلوم ہوئی۔ واقعی دوسرے مذاہب کی وجہ سے یہودی مذہب نہیں بڑھ رہا تھا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی آبادی میں بہت اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن یہودی آبادی میں اضافے کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی۔

’’اگر زمین سے اربوں انسان ختم ہو جائیں گے تو پھر ہماری آبادی تو لاکھوں میں ہے۔ ہمیں کروڑوں کی آبادی تک پہنچنے کے لئے بھی صدیاں لگیں گی‘‘...... صدر نے کہا۔

’’ہم اپنی عورتیں زمین پر لائیں گے۔ ہماری عورت ہر تین ماہ بعد بچہ پیدا کرتی ہے۔ ہمارے سیارے پر عورتوں کی آبادی ستر فیصد ہے۔ چالیس فیصد عورتیں ہم زمین پر لا کر آپ کو گفٹ کر دیں گے۔ آپ ان سے شادیاں کریں گے تو ایک ہی سال میں چار بچے پیدا ہوں گے اس لئے آبادی صدیوں میں نہیں بلکہ چند سالوں میں کروڑوں تک پہنچ جائے گی‘‘...... لانگ ون نے کہا۔

’’جب اربوں کی تعداد میں ہلاکتیں ہوں گی اور لاشوں کو دفن نہیں کیا جائے گا تو پھر زمین پر وبائیں پھوٹ پڑیں گی۔ ان وباؤں سے بھی تو ہم مارے جائیں گے‘‘...... اسرائیلی صدر نے ایک نئے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو لانگ ون دوبارہ مسکرا دیا۔

’’سر۔ ہمارے پاس سی ریز بھی موجود ہیں‘‘...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سی ریز۔ یہ کس قسم کی ریز ہیں“...... صدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”سی ریز کسی بھی مردہ جسم کو ایک لمحے میں مٹی میں ملا دیتی ہیں۔ یعنی مردہ جسم فوراً ہی مٹی میں جذب ہو جاتا ہے“...... لانگ ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ آپ کا منصوبہ تو ٹھیک ہے لیکن یکدم اربوں انسانوں کا قتل۔ میں بہت الجھن محسوس کر رہا ہوں“...... صدر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”پھر آپ کا کیا خیال ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے“...... لانگ ون نے پوچھا۔

”ہمارے سب سے بڑے دشمن مسلمان ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے مسلمانوں کو ختم کرنا چاہئے بلکہ ہم ایسا کریں گے کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت سے ہیں انہیں مکمل طور پر ختم کر دیں گے۔ پھر ہم باقی دنیا کے لئے اعلان کریں گے کہ اگر وہ یہودی مذہب قبول کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا انجام بھی مسلمانوں جیسا کر دیا جائے گا“...... صدر نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ ویری گڈ۔ آپ کی یہ تجویز تو بہت اچھی ہے۔ مسلمانوں کا حشر دیکھ کر عیسائی اور دوسرے مذاہب کے لوگ فوراً ہی یہودی مذہب اختیار کر لیں گے“...... لانگ ون نے اسرائیلی صدر کی تجویز پر خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”یقیناً ایسا ہی ہو گا اور اگر کسی ملک نے ہماری بات ماننے سے انکار کیا تو ہم واقعی اس کا حشر مسلمانوں جیسا کر دیں گے“۔ صدر نے کہا۔

”تو آپ کے خیال کے مطابق کون کون سے ملک ہمارا ٹارگٹ ہو سکتے ہیں“...... لانگ ون نے پوچھا۔

”ہمارا سب سے پہلا اور اہم ٹارگٹ تو ہے پاکیشیا۔ پاکیشیا کے ساتھ ساتھ بلگارنیہ، بہادرستان، کاران، روسیاہ سے آزاد ہونے والی مسلم ریاستیں، عرب ممالک اور کافرستان“...... صدر نے چند ممالک کے نام بتاتے ہوئے کہا تو کافرستان کا نام سن کر لانگ ون چونک پڑا۔

”کافرستان تو اسلامی ملک نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس کا نام کیوں لیا“...... لانگ ون نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کافرستان میں بھی مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اگر وہ بچ گئے تو وہ ہمارے لئے مسئلہ پیدا کر سکتے ہیں اس لئے مسلمانوں سمیت کافرستان کو بھی نیست و نابود ہو جانا چاہئے“...... صدر نے کہا تو لانگ ون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”سر۔ آپ کی خواہش پر عمل کیا جائے گا لیکن آپ کو یہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی آپ کے لئے مسئلہ پیدا کر سکتا ہے۔ ہمارے ہوتے ہوئے کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنے“...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ جیسا کہہ رہے ہیں ایسا ہی ہو گا"...... صدر نے کہا۔

"او کے۔ ہمارے درمیان تمام معاملات طے ہو گئے ہیں"۔ لانگ ون نے کہا۔

"جی ہاں۔ بالکل فائنل ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے جو انتظامات کرانے ہیں مجھے بتا دیں۔ میں ان انتظامات کے احکامات جاری کر دیتا ہوں"...... صدر نے کہا۔

"میں آپ سے ملاقات کی رپورٹ اپنی قیادت کو دے دوں گا۔ ہماری اگلی ملاقات میں انتظامات اور اقدامات پر بات ہو گی"...... لانگ ون نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے مصافحے کے لئے صدر صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ صدر نے پرجوش انداز میں اس سے ہاتھ ملایا اور پھر لانگ ون صدر صاحب کے دفتر سے باہر چلا گیا جبکہ صدر اسرائیل کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ اس کے خیال میں اس نے دنیا بھر سے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ڈبل فائیو کالنگ۔ اوور"...... کرنل فریدی نے جیسے ہی اپنا سپیشل ٹرانسمیٹر آن کیا اس کے ٹرانسمیٹر پر آواز ابھری۔ کرنل فریدی اپنے کسی اسسٹنٹ سے سپیشل ٹرانسمیٹر پر رابطہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ کال اس کے ٹرانسمیٹر پر کیچ ہو گئی تھی۔

"یس۔ ڈبل تھری اٹنڈنگ یو۔ اوور"...... ایک دوسری آواز بھی اس کے ٹرانسمیٹر سے سنائی دی۔

"سر۔ پاکیشیا کے علی عمران کا باورچی سلیمان اغوا ہو کر ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اوور"...... ٹرانسمیٹر پر پہلی آواز سنائی دی تو کرنل فریدی عمران اور سلیمان کا نام سن کر چونک پڑا۔

"گڈ۔ اب میں پاکیشیا فون کر کے عمران کو مجبور کر دوں گا کہ وہ ہمارے باس ٹھاکر راکٹ کے بدلے اپنا چہیتا ملازم واپس لے لے۔ اگر اس نے ہمارے باس کو رہا نہ کیا تو میں اس کے باورچی

کی لاش کا تحفہ اسے بھجوا دوں گا۔ اوور اینڈ آل“...... دوسری آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر خاموشی چھا گئی۔

کرنل فریدی نے ایک طویل سانس لیا۔ وہ ٹھاکر راکٹ اور اس کے گروپ کو جانتا تھا۔ یہ لوگ عالمی دہشت گرد تھے اور مختلف ممالک میں دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے تھے۔ پچھلے ہی دنوں کرنل فریدی کو معلوم ہوا تھا کہ ٹھاکر راکٹ پاکیشیا میں ایک دہشت گردی کی کارروائی کے جرم میں گرفتار ہو گیا ہے۔ چونکہ یہ لوگ انسانیت دشمن تھے اس لئے کرنل فریدی خود انہیں گرفتار کرنا چاہتا تھا لیکن ٹھاکر راکٹ عموماً ملک سے باہر ہوتا تھا اس لئے کرنل فریدی کو ابھی تک اسے گرفتار کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔

اس ٹرانسمیٹر کال کو کرنل فریدی نے غنیمت جانا۔ اب اس نے اس گروپ کی گرفتاری کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گروپ کا سربراہ پہلے ہی پاکیشیا میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اب باقی گروپ کو بھی گرفتار ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس گروپ کی وجہ سے کافرستان کی بدنامی بھی ہو رہی تھی۔ بعض ملک اس گروپ کی کارروائیوں کو کافرستان حکومت کے کھاتے میں ڈال دیتے تھے۔

کرنل فریدی نے اپنی میز کی دراز میں سے ایک کیبل نکالی اور اسے کمپیوٹر میں لگایا۔ کیبل کی دوسری پن اس نے ٹرانسمیٹر میں ایڈجسٹ کی اور پھر اس نے کمپیوٹر پر ایک پروگرام فائل اوپن کی۔ فائل کے اوپن ہوتے ہی کافرستان کے دارالحکومت کا نقشہ کمپیوٹر

سکرین پر پھیل گیا۔ کرنل فریدی نے کی بورڈ پر مختلف بٹن پریس کئے تو اس نقشے پر ایک جگہ ایک چھوٹا سا نقطہ ظاہر ہو گیا۔ کرنل فریدی نے اس جگہ کو غور سے دیکھا اور اس کے بعد اس نے فائل کلوز کر دی۔ فائل کلوز کرنے کے بعد کرنل فریدی نے ٹیلی فون کے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا اور رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔

”کیپٹن حمید۔ فوراً میرے آفس آ جاؤ“...... کرنل فریدی نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا اور دوسری طرف کی بات سنے بغیر ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ آفس کا دروازہ کھلا اور کیپٹن حمید بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

”ارے۔ یہاں تو سب خیریت ہے۔ میں تو سمجھا کہ آپ کے آفس میں طوفان آ گیا ہے“...... کیپٹن حمید نے آفس میں چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا تو کرنل فریدی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ زبان سے تو کچھ نہ بولا البتہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”چلو برخوردار“...... کرنل فریدی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”یہ اچانک کہاں کا پروگرام بن گیا ہے آپ کا“...... کیپٹن حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”ابھی اور اسی وقت ایک آپریشن مکمل کرنا ہے“...... کرنل فریدی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ کیپٹن

حمید نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مشین پسٹل کی موجودگی کا اطمینان کیا اور پھر وہ بھی کرنل فریدی کے آفس سے باہر نکل آیا اور دوڑتے ہوئے کرنل فریدی کے قریب پہنچ گیا جو اس وقت اپنی جیپ میں بیٹھ رہا تھا۔

''اللہ آپ سے پوچھے۔ نہ خود چین سے رہتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو چین سے رہنے دیتے ہیں''...... کیپٹن حمید نے اچھل کر جیپ میں بیٹھتے ہوئے کہا اور اسی لمحے جیپ کو ایک جھٹکا لگا اور جیپ آگے بڑھ گئی۔ اگر کیپٹن حمید اچھل کر جیپ میں نہ بیٹھتا تو وہ جیپ میں سوار نہیں ہوسکتا تھا۔

زیرو فورس کے ہیڈکوارٹر سے باہر آ کر جیپ تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑنے لگی تھی۔ ٹرانسمیٹر کال کا کیچ ہو جانا تو محض اتفاق تھا لیکن اس کے بعد کال کے کئے جانے اور رسیو ہونے کے مقامات کا ایڈریس اس نے جدید آلات کے ذریعے لگایا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ سماج روڈ پر پہنچ گئے۔ پھر کرنل فریدی نے جیپ ایک قلعہ نما کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روکی اور جیپ سے نیچے اتر آیا۔ جیپ سے نیچے اترنے کے بعد اس نے گیٹ پر لگی ہوئی کال بیل کا بٹن پریس کیا تو چند لمحوں بعد ذیلی دروازہ کھلا۔

''جی فرمائیے''...... ایک کرخت چہرے والے نے کرنل فریدی کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے ڈبل تھری نے بھیجا ہے اور میں نے فوری طور پر ڈبل فائیو سے ملنا ہے''...... کرنل فریدی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرخت چہرے والے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ کرخت چہرے والا کرنل فریدی کے الفاظ سن کر پہلے تو حیران ہوا لیکن جب کرنل فریدی اسے دھکیل کر اندر آ گیا تو اس نے چونک کر جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش، کوشش ہی رہی کیونکہ کرنل فریدی نے اس کی کنپٹی پر کھڑی ہتھیلی کا وار کیا تھا جس کے نتیجے میں کرخت چہرے والا بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

''رنجیت۔ کون ہے''...... کرنل فریدی کو ایک آواز سنائی دی تو کرنل فریدی فوراً ہی گیٹ کے قریب بنے ہوئے کیبن میں چلا گیا۔ اپنے ساتھ اس نے بے ہوش آدمی کو بھی کیبن میں گھسیٹ لیا تھا۔ چند لمحوں بعد اسے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ چیتے کی مانند چوکنا ہو گیا۔

''یہ رنجیت گیٹ کھول کر باہر کیوں چلا گیا ہے''...... کرنل فریدی کو کسی کی بڑبڑاہٹ سنائی دی اور پھر وہ یکدم ہی کیبن سے باہر نکلتے ہوئے آدمی پر جھپٹ پڑا۔ اس آدمی نے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن کرنل فریدی سے بچنا آسان کام نہیں تھا لہٰذا اگلے لمحے وہ آدمی بھی بے ہوش ہو کر فرش پر گر چکا تھا۔ کرنل فریدی نے اندرونی سمت کان لگائے لیکن کوٹھی کی خاموشی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ کوٹھی میں اور کوئی نہیں ہے۔ کرنل فریدی نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر ہاتھ میں

پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ہی کوٹھی کا گیٹ کھول دیا۔

"جناب کیپٹن حمید صاحب اندر تشریف لے آیئے"...... کرنل فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ کیپٹن حمید اس وقت جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جیسے ہی کرنل فریدی کی آواز سنی وہ جیپ کو اندر لے آیا۔

"تم ان دونوں افراد کو باندھ کر جیپ میں ڈالو میں اس دوران کوٹھی کا جائزہ لے لوں"...... کرنل فریدی نے کہا اور پھر وہ خود آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی کے تمام کمرے خالی تھے۔ صرف ایک کمرے میں اسے سلیمان نظر آیا جو کہ بے ہوش تھا اور ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ کرنل فریدی نے جلدی سے سلیمان کو کھولا اور اس دوران کیپٹن حمید بھی وہاں آ گیا۔

"ارے۔ یہ تو سلیمان ہے"...... سلیمان کو دیکھ کر کیپٹن حمید نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ سلیمان ہی ہے۔ تم اسے ہوش میں لاؤ میں نے یہاں ایک آفس نما کمرہ دیکھا ہے۔ میں ذرا اس کمرے کی تلاشی لے لوں"...... کرنل فریدی نے کیپٹن حمید کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ کیپٹن حمید نے کمرے میں نظریں دوڑائیں تو اسے واش روم کا دروازہ نظر آیا۔ وہ واش روم سے پانی کا جگ بھر لایا اور اس نے وہ پانی سلیمان کے سر پر ڈال دیا جس کی وجہ سے سلیمان کو ہوش آنے لگا اور پھر کرنل فریدی کے واپس

آنے تک سلیمان مکمل طور پر ہوش میں آ گیا۔

"ارے کرنل صاحب آپ۔ آپ یہاں کیسے آ گئے"۔ سلیمان نے کرنل فریدی کو دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم پاکیشیا میں نہیں بلکہ تم کافرستان میں ہو"...... کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ یہاں تو کیپٹن حمید بھی موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں واقعی اپنے سسرال پہنچ گیا ہوں"...... سلیمان نے کیپٹن حمید کو دیکھ کر کہا اور سلیمان کی بات سن کر کیپٹن حمید کو غصہ آ گیا۔

"سسرال۔ کیا مطلب ہے تمہارا"...... کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ مس روپ تھی نا۔ وہ مجھ سے شادی کرنے آئی تھی۔ وہ بتا رہی تھی کہ میں کیپٹن حمید کے شہر سے آئی ہوں اس لئے تو میں مطمئن ہو گیا لیکن اس نے نجانے میرے ساتھ کیا کیا کہ میں بے ہوش ہو گیا اور اب مجھے ہوش آیا تو آپ میرے سامنے ہیں۔ ویسے آپ نے میری شادی ہی کرانی تھی تو مجھے اس طرح بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ مجھے فون کر دیتے تو میں سر کے بل دوڑا چلا آتا"...... سلیمان نے کیپٹن حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہوش میں آتے ہی سلیمان سمجھ گیا تھا کہ اسے اغوا کرنے والوں نے اسے کافرستان پہنچا دیا ہے جہاں کرنل فریدی اور کیپٹن حمید نے اسے بازیاب کر لیا ہے۔

''شادی اور تمہاری۔ کبھی آئینہ دیکھا ہے۔ شادی تو کبھی تمہارے صاحب کی نہیں ہو سکتی۔ تمہاری کیا ہو گی''...... کیپٹن حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم دونوں بعد میں جھگڑا کر لینا۔ فی الحال ہم نے یہاں سے نکلنا ہے۔ ابھی ایک جگہ اور بھی آپریشن کرنا ہے''...... کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سلیمان اور کیپٹن حمید بھی سنجیدہ ہو گئے۔ پھر چند لمحوں بعد ہی وہ جیپ میں سوار ہو کر اس کوٹھی سے باہر آ گئے۔

''سلیمان۔ تم میری کوٹھی پر پہنچو۔ ہم ایک آپریشن مکمل کر کے آ رہے ہیں''...... کرنل فریدی نے ایک ٹیکسی اسٹینڈ کے قریب اپنی جیپ روکتے ہوئے سلیمان سے کہا تو سلیمان جیپ سے نیچے اتر آیا۔

''کرنل صاحب۔ اب مجھے اجازت دے دیں تو بہتر ہے۔ میں واپس چلا جاتا ہوں''...... سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ اس طرح نہیں۔ ویسے بھی اب رات زیادہ ہو چکی ہے۔تم کل دن میں ہی واپس جانا''...... کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ کرنل فریدی کی کسی بات سے انکار نہیں کرتا تھا اس لئے وہ ایک ٹیکسی کی طرف بڑھا جبکہ کرنل فریدی نے جیپ آگے بڑھا دی۔

ان دونوں مجرموں کو زیرو فورس کے ہیڈکوارٹر پہنچا کر کرنل

فریدی، کیپٹن حمید کے ساتھ پھر مین روڈ پر آ گیا۔ اب اس کی جیپ کا رخ دیوی روڈ کی طرف تھا جہاں ٹرانسمیٹر کال رسیو کی گئی تھی۔ دیوی روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ اس کا ٹارگٹ تھی۔ اس کوٹھی پر پہنچ کر کرنل فریدی نے بے ہوش کر دینے والی گیس اس کوٹھی پر فائر کر دی اس لئے اسے یہاں کسی بھی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اس کوٹھی میں انہیں چھ افراد بے ہوش ملے تھے۔ انہوں نے ان چھ افراد کو بھی زیرو فورس کے ہیڈکوارٹر پہنچا دیا۔ اس آپریشن سے فارغ ہو کر جب کرنل فریدی، کیپٹن حمید کے ساتھ اپنی کوٹھی پر پہنچا تو صبح صادق طلوع ہو چکی تھی۔ اسے اپنے ڈرائینگ روم کی لائٹس روشن نظر آئیں۔

''صاحب۔ طارق صاحب آئے ہوئے ہیں''...... جیسے ہی وہ جیپ سے نیچے اترا ایک ملازم نے قریب آ کر کہا۔ ڈرائینگ روم کی روشن لائٹس دیکھ کر کرنل فریدی سمجھ تو گیا تھا کہ سلیمان ابھی تک ڈرائینگ روم میں بیٹھا ہوا ہے لیکن ملازم اسے طارق صاحب کی آمد کی اطلاع دے رہا تھا اور طارق صاحب کی آمد اس کے لئے حیرت کا باعث تھی۔ کرنل فریدی، کیپٹن حمید کے ساتھ جلدی سے ڈرائینگ روم کی طرف بڑھا۔ ڈرائینگ روم میں طارق صاحب ایک صوفے پر نیم دراز تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں لیکن وہ سو نہیں رہے تھے کیونکہ جیسے ہی کرنل فریدی اور کیپٹن حمید ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"السلام علیکم انکل"...... کرنل فریدی نے طارق صاحب کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام"...... طارق صاحب نے سلام کا جواب دیا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر کرنل فریدی کو گلے سے لگا لیا۔ کیپٹن حمید نے بھی مؤدبانہ انداز میں انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اس کے سلام کا جواب بھی نہایت محبت سے دیا اور اسے بھی گلے سے لگایا۔

"انکل۔ آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آپ بڑی دور سے آئے ہیں یقیناً تھکے ہوئے ہوں گے آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔ دن میں آپ سے گپ شپ ہو گی"...... کرنل فریدی نے طارق صاحب سے کہا۔

"فریدی بیٹے۔ میں تھکا ہوا تو ضرور ہوں لیکن میں آرام نہیں کر سکتا"...... طارق صاحب نے پریشان لہجے میں کہا تو کرنل فریدی اور کیپٹن حمید نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ واقعی بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

"انکل۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔ آپ بہت پریشان دکھائی دے رہے ہیں"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"ہاں بیٹے۔ بہت ہی خاص بات ہے۔ جب سے یہ بات مجھے معلوم ہوئی ہے میں سو نہیں سکا اور مجھے یقین ہے کہ جب یہ بات تمہیں معلوم ہو گی تو تمہارا آرام و سکون بھی برباد ہو جائے گا"...... طارق صاحب نے کہا تو کرنل فریدی بھی پریشان ہو گیا۔

وہ جانتا تھا کہ طارق صاحب معمولی باتوں پر پریشان ہونے والے نہیں ہیں۔ طارق صاحب اس کے والد کے دوست تھے اور بہت بڑے سیاح تھے۔ ان کی تمام زندگی خطرناک علاقوں کی سیاحت میں گزری تھی۔ افریقہ کے پرخطر جنگلات ان کے پسندیدہ علاقے تھے۔ وہ کسی قسم کے ایڈونچر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے عادی تھے۔ انہوں نے تو افریقہ کے کئی قبیلوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اگر وہ کسی بات پر پریشان تھے تو یقیناً وہ بات پریشانی والی تھی۔

"انکل۔ آپ کی بات سن کر میں بے چین ہو گیا ہوں۔ آپ بتائیں کیا بات ہے"...... کرنل فریدی نے بے چین سے لہجے میں کہا۔ کیپٹن حمید بھی اپنے اندر بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

"فریدی بیٹے۔ میں چند دن پہلے افریقہ کے ایک خوفناک جنگل میں موجود تھا۔ میں نے اس جگہ سے بہت دور اڑن طشتریوں کو دیکھا ہے۔ ان کی یہ نقل و حرکت میں نے کئی دنوں تک دیکھی ہے لیکن میں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی کیونکہ میں نے اڑن طشتریوں کے بارے میں کئی بار اخبارات میں پڑھا ہے"...... طارق صاحب نے اتنا کہا اور پھر خاموش ہو گئے۔

"جی انکل۔ اڑن طشتریوں کے بارے میں تو ہم نے بھی بہت کچھ پڑھا ہے۔ یہ کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"پریشانی والی بات میں اب بتانے لگا ہوں"...... طارق صاحب نے کہا تو کرنل فریدی غور سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ایک دن میں افریقہ کے ایک وحشی قبیلے میں موجود تھا کہ وحشی مہذب دنیا کے ایک انسان کو پکڑ کر لائے۔ وحشی تو اس مہذب انسان کی بات نہیں سمجھ سکتے تھے لیکن جب میں نے اس سے بات کی تو اس نے مجھے ایسی باتیں بتائیں کہ ان باتوں نے میرے ہوش اڑا دیئے اور میں نے فوراً ہی تم سے ملنے کا ارادہ کیا اور یہاں آ گیا"...... طارق صاحب نے کہا اور ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں ہی خاموش رہے۔ وہ طارق صاحب کی بات ہی سننا چاہتے تھے۔

"مجھے اس مہذب انسان نے بتایا کہ کسی سیارے کی مخلوق افریقہ کے اس جنگل میں ایک سائنسی لیبارٹری بنا کر کوئی ایسا ہتھیار ایجاد کر رہی ہے جو وہ ساری دنیا پر استعمال کر کے ساری دنیا کو ختم کر دیں گے اور سب سے پہلے وہ مسلمانوں کا خاتمہ کریں گے۔ جس جس ملک میں بھی مسلمان زیادہ تعداد میں ہیں دوسرے سیارے کی مخلوق اس ملک کو تباہ کر دے گی۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کے تمام ملک اور ہمارا ملک کافرستان بھی ان کے ٹارگٹ میں شامل ہے کیونکہ یہاں بھی مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور ان کے اس منصوبے میں ہماری دنیا کا ایک ملک ان کی مدد کر رہا ہے"...... طارق صاحب نے وحشت زدہ لہجے میں کہا تو کرنل

فریدی کے چہرے پر پتھروں جیسی سختی آ گئی۔

"انکل۔ اس شخص کی یہ باتیں جھوٹ بھی تو ہو سکتی ہیں"۔ کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بیٹے۔ یہ باتیں اس نے اس وقت بتائیں جب وہ موت کے بالکل قریب تھا اور مرتا ہوا انسان جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کے علاوہ مجھ میں جھوٹ اور سچ کو پرکھنے کی قدرتی صلاحیت بھی موجود ہے۔ اس شخص نے ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں کہا"...... طارق صاحب نے پریقین لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ہماری زمین کا کون سا ملک اس خلائی مخلوق کی مدد کر رہا ہے"۔ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"میں نے یہ سوال اس سے پوچھا تھا لیکن میرے اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہی اس شخص نے دم توڑ دیا۔ کاش وہ کچھ دیر اور زندہ رہتا تو میں اس سے چند سوال اور پوچھ لیتا"...... طارق صاحب نے کہا۔

"یہ مخلوق کس سیارے سے آئی ہوئی ہے"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"یہ بھی میں اس سے نہیں پوچھ چکا۔ ویسے اڑن طشتریوں کا تو ہم نے سنا ہے کہ وہ مریخ سے آتی ہیں۔ شاید یہ مریخ کی مخلوق ہو"...... طارق صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ انکل اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ نماز پڑھ کر سو

جائیں میں دیکھتا ہوں کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں''۔ کرنل فریدی نے کہا۔

''نیند تو شاید ہی آئے۔ میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔ میرا کمرہ وہی ہے نا جو ہمیشہ میرے لئے مخصوص ہوتا ہے اور اس کمرے میں نماز کے لئے تخت بھی موجود ہے''...... طارق صاحب نے کہا۔

''جی ہاں۔ آپ کے لئے وہی کمرہ مخصوص ہے''...... کرنل فریدی نے کہا تو طارق صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک ڈرائینگ روم میں خاموشی چھائی رہی۔

''کیا آپ نے طارق صاحب کی باتوں پر یقین کر لیا ہے''۔ کچھ دیر بعد کیپٹن حمید نے کرنل فریدی سے پوچھا۔

''یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ میرے پاس نہیں ہے''...... کرنل فریدی نے کیپٹن حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اربوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا منصوبہ کون بنا سکتا ہے''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''دو ممالک کی جنگ کے دوران جو ہزاروں لوگ مارے جاتے ہیں ان کی منصوبہ بندی بھی تو کچھ لوگ کرتے ہیں۔ ضرورت اور نفرت انسان سے ہر کام کرا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ اربوں انسانوں کا قتل عام بھی''...... کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو کیپٹن حمید نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ کا خیال ہے کہ اس دوسرے سیارے کی مخلوق کو ہم زمین والوں سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً نفرت ہے یا زمین کے اربوں انسانوں کا خاتمہ ان کی ضرورت ہے''...... کیپٹن حمید نے کہا۔

''یہ تو وہاں جا کر اور ان سے ملاقات کر کے ہی معلوم ہو گا کہ وہ اربوں انسانوں کا خاتمہ کیوں کرنا چاہتے ہیں''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید نے منہ بنا لیا۔

''یعنی سارے جہاں کا درد ایک آپ کے جگر میں ہے''۔ کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ یہ اطلاع مجھ تک پہنچی ہے اور اطلاع بھی کوئی معمولی نہیں ہے۔ یہ اربوں انسانوں کی سلامتی کا مسئلہ ہے اس لئے اس خبر کی انوسٹی گیشن کرنا ضروری ہے۔ اللہ کرے کہ میری انوسٹی گیشن میں یہ اطلاع غلط ثابت ہو''...... کرنل فریدی نے ایک مرتبہ پھر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے لیکن آپ کو آپ کے کسی ارادے سے باز رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔ آپ رخت سفر باندھیئے غلام آپ کے ساتھ ہے''...... کیپٹن حمید نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

''میں اس سلسلے میں پہلے اعلیٰ حکام سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال تم اپنے گھر جا کر کچھ دیر آرام کر سکتے ہو۔ تمہاری آج کی

رات بھی دوڑتے بھاگتے گزر گئی ہے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''جب تک آپ کا ساتھ ہے ایسی ہزاروں راتیں میری زندگی میں آئیں گی۔ یہ سب میری قسمت کا پھیر ہے۔ آپ سے کیسا شکوہ''...... کیپٹن حمید نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو کرنل فریدی بے اختیار مسکرانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی کیپٹن حمید اٹھ کھڑا ہوا اور کرنل فریدی کو سلام کر کے ڈرائینگ روم سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کرنل فریدی نے وقت دیکھا تو آفس ٹائم ہونے والا تھا۔ وہ اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ ناشتہ کر کے اعلیٰ حکام سے اس سلسلے میں بات چیت کرے گا اور پھر اپنا لائحہ عمل تیار کرے گا۔

''تم سب مسلمانوں کے دن گنے جا چکے ہیں۔ تم مسلمان اس دنیا میں چند دنوں کے مہمان ہو''...... روشی کے کانوں سے آواز ٹکرائی تو اس نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ ایک ایکریمی نشے میں بری طرح دھت تھا اور وہ ایک ایکریمی مسلمان سے الجھ رہا تھا۔

''تمہارا ہزاروں سال پرانا یہ خواب آج تک پورا نہیں ہوا اور نہ ہی قیامت تک پورا ہو گا''...... ایکریمی مسلمان نے شراب میں دھت شخص سے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''خواب۔ یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ منصوبہ تکمیل کے قریب ہے''...... شرابی ایکریمی نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہا اور پھر وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گیا۔

''لعنت ہے تم پر۔ تمہاری طرح تمہارے منصوبے بھی خاک

میں مل جائیں گے''...... مسلمان ایکریمی نے شرابی پر لعنت بھیجتے ہوئے کہا اور پھر اسے ٹھوکر مارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''او ڈیم فول۔ او بلڈی۔ ٹھوکر مارتا ہے۔ ایڈیٹ۔ ٹھہر''۔ شرابی ایکریمی نے گالیاں دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن وہ اس قدر نشے میں تھا کہ وہ اپنی جیب میں ہاتھ نہ ڈال سکا جبکہ روشی نے اس کی جیب میں ریوالور کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔

روشی اس وقت ایک شادی میں شرکت کے بعد واپس اپنے فلیٹ پر آ رہی تھی۔ شادی میرج ہال میں ہوئی تھی اور میرج ہال اس کے فلیٹ کے قریب ہی تھا اس لئے وہ پیدل ہی میرج ہال میں گئی تھی۔ اس کالونی میں زیادہ تعداد مسلمان گھرانوں کی تھی اور مسلم کیمونٹی کی تمام تقریبات اسی میرج ہال میں ہوتی تھیں۔

عام لوگوں کے لئے اس شرابی کی باتیں ایک شرابی کی بڑ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھیں لیکن روشی عمران کی ساتھی تھی اور عمران نے اس کی تربیت کی تھی اس لئے وہ عام سی بات کو بھی نظرانداز نہیں کرتی تھی۔ خاص طور پر شرابی کے منصوبے کے ذکر پر وہ چونکی تھی۔ اس نے اس ایکریمی شرابی کو چیک کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ ارادہ کر کے وہ شرابی کے قریب آ گئی جو زمین سے اٹھنے کی کوشش میں بار بار زمین پر گر رہا تھا۔

''ہائے سویٹ۔ جب تم اتنی شراب برداشت نہیں کر سکتے تو

پیتے کیوں ہو''...... روشی نے اس شرابی سے کہا اور ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ شرابی نے روشی کا ہاتھ پکڑا اور اس کے سہارے کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے روشی کی طرف دیکھا۔

''تم کون ہو۔ میں تمہیں نہیں جانتا''...... ایکریمی شرابی نے بدستور لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بالکل۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے لیکن آج رات کے لئے ہم ایک دوسرے کے دوست تو بن سکتے ہیں''...... روشی نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس ایکریمی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی''۔ ایکریمی نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہا۔

''قریب ہی میرا فلیٹ ہے۔ میرے فلیٹ تک چلو گے''۔ روشی نے ایکریمی سے پوچھا۔

''چلو۔ چلو۔ جہاں مرضی لے چلو''...... ایکریمی نے لڑکھڑاتے ہوئے کہا اور پھر روشی کا سہارا لے کر چلنے لگا۔ اس کے قدم بری طرح ڈگمگا رہے تھے لیکن روشی نے اسے قابو کیا ہوا تھا۔

''تمہارا نام کیا ہے''...... روشی نے ایکریمی سے پوچھا۔

''شمعون۔ میرا نام شمعون ہے اور میں نسلاً یہودی ہوں''۔ ایکریمی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہاری طرح تمہارا نام بھی بہت خوبصورت ہے"...... روشی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا لیکن وہ روشی کی نفرت کو محسوس نہ کرسکا۔ روشی کے لفظوں نے اسے خوش کر دیا تھا۔

"اوہ شکریہ۔ ہنی تمہارا نام کیا ہے"...... شمعون نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ہنی ہی ہے۔ میرا نام تو خودبخود تمہاری زبان پر آ گیا"...... روشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ یہ تو میرے دل سے نکلا ہے"...... شمعون نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بات کرتے ہوئے کہا اور اسی دوران وہ چلتے ہوئے فلیٹ تک پہنچ گئے۔ روشی نے لاک کھولا اور پھر وہ دونوں فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ اس دوران روشی نے شمعون کی جیب سے ریوالور نکال کر اپنی جیب میں منتقل کر لیا تھا۔ جیسے ہی وہ فلیٹ میں داخل ہوئے روشی نے شمعون کو ایک ٹھوکر ماری اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔ روشی نے فلیٹ کا دروازہ بند کر دیا۔ اب اسے شمعون کی چیخ و پکار کی بھی پرواہ نہیں تھی کیونکہ اس کا فلیٹ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف تھا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا۔ یہ کیا حرکت ہے"...... شمعون نے قالین پر گرنے کے بعد لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن روشی نے اسے اٹھنے نہ دیا۔ اس نے شمعون کے قریب پہنچ کر اس کے سر میں ٹھوکر ماری۔ اس ٹھوکر

سے اس کے سر کو جھٹکا لگا اور وہ بے ہوش ہو کر قالین پر چت ہو گیا۔ اس کے بے ہوش ہوتے ہی روشی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں رسی کا ایک بنڈل، ایک خنجر اور ایک پانی کی بوتل تھی۔ اس نے شمعون کو رسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔ باندھنے سے پہلے اس نے شمعون کی جیکٹ اور شرٹ بھی اتار دی تھی اور پھر اس نے شمعون کو اٹھا کر سوفے پر ڈال دیا۔ اس کے بعد روشی نے پانی کی بوتل کھولی اور ٹھنڈا پانی شمعون کے سر پر ڈالنے لگی۔ ایک تو شدید سردی کا موسم تھا اور دوسرا یخ بستہ پانی۔ شمعون فوراً ہی ہوش میں آ گیا۔ شدید سردی اور ٹھنڈے پانی نے اس کا نشہ بھی دور کر دیا تھا اور اب وہ حیرت سے روشی کو دیکھ رہا تھا۔

"کون ہو تم اور میں یہاں کس طرح پہنچا ہوں اور تم نے مجھے باندھ کیوں رکھا ہے"...... ہوش میں آنے کے بعد شمعون نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام شمعون ہے"...... روشی نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"شمعون۔ نہیں میرا نام تھامسن ہے"...... شمعون نے فوراً ہی اپنا نیا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تو تم شدید نشے کی حالت میں تھے۔ انسان ہوش کے عالم میں تو جھوٹ بولتا ہے لیکن مدہوشی کی حالت میں

جھوٹ نہیں بولتا۔ تم نے نشے کی حالت میں اپنا نام شمعون بتایا تھا''...... روشی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''معلوم نہیں تم کیا کہہ رہی ہو۔ میرا نام تھامسن ہے اور تم نے مجھے اس طرح اغوا کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں تمہارے خلاف پولیس میں رپورٹ کروں گا''...... شمعون نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

ابھی اس کا فقرہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ روشی نے اس کے منہ پر زور سے مکا مار دیا۔ روشی کا یہ مکا بہت ہی سخت تھا اور اس کے مکے کے بعد شمعون کے منہ سے چیخ نکلنا چاہئے تھی لیکن شمعون اس مکے کو برداشت کر گیا۔ البتہ مکا کھانے کے بعد اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں سی نکلنے لگیں لیکن روشی کو اس کی نفرت کی کب پرواہ ہوسکتی تھی۔

''مسٹر شمعون۔ تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تم انتہائی تربیت یافتہ ایجنٹ ہو لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ مجھے ہر طرح کے ایجنٹوں کی زبان کھلوانا آتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اپنے مخصوص طریقے استعمال میں لاؤں اور تمہاری روح تک اذیت میں مبتلا ہو کر چیخ و پکار شروع کر دے تم شروع ہو جاؤ''...... روشی نے غراتے ہوئے کہا تو شمعون اسے غور سے دیکھنے لگا۔

''کیا شروع ہو جاؤں۔ تم کیا پوچھنا چاہتی ہو''...... شمعون نے روشی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو اور تم نے مسلمانوں کے خلاف کیا خطرناک منصوبہ

بنایا ہوا ہے''...... روشی نے غراتے ہوئے کہا۔

''مسلمانوں کے خلاف خطرناک منصوبہ۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ میں کیوں مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ بنانے لگا۔ مسلمانوں نے بھلا کیا بگاڑا ہے میرا''...... شمعون نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نہیں بتاؤ گے بلکہ مجھے تمہاری روح سے اگلوانا پڑے گا۔ اوکے۔ اب میں تم سے پوچھوں گی بھی نہیں۔ اب تمہاری روح خود ہی مجھے بتائے گی''...... روشی نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور پھر اس کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور شمعون کا ایک کان کٹ کر قالین پر جا گرا۔ شمعون کے منہ سے ہلکی سی سسکی نکلی اور ایک بار پھر روشی کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس مرتبہ شمعون کی ایک آنکھ کا ڈھیلا قالین پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی شمعون کی قوت برداشت بھی جواب دے گئی۔ اس کے منہ سے ایک طویل چیخ نکلی لیکن روشی نے شمعون کی چیخ و پکار کی پرواہ نہ کی۔ اس کا ہاتھ ایک مرتبہ پھر حرکت میں آیا اور اس مرتبہ شمعون کے سینے پر لمبا سا زخم لگتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی روشی نے خنجر پھینکا اور دوڑ کر کچن سے نمک کا ڈبہ اٹھا لائی۔ اس نے چٹکی میں نمک بھرا اور شمعون کا سر پکڑ کر وہ نمک شمعون کی زخمی آنکھ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے جہاں جہاں زخم لگائے تھے وہاں وہاں نمک لگا دیا۔ شمعون مسلسل چیخنے چلانے لگا۔

"بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ مم۔ مجھے اس عذاب سے نجات دلاؤ"...... شمعون نے مسلسل چیختے ہوئے کہا لیکن روشی نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ اس نے شمعون کی گردن پر بھی ایک ہلکا سا کٹ لگایا اور اس میں بھی نمک بھر دیا۔ شمعون ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی مانند تڑپنے لگا۔

"مم۔ میرا نام شمعون ہی ہے۔ مم۔ میں ڈیتھ کلر تنظیم کا ایجنٹ ہوں جو یہودی تنظیم ہے۔ ہماری تنظیم نے ریبون سیارے کی مخلوق کے ساتھ مل کر دنیا بھر کے مسلمانوں کے خاتمے کا منصوبہ بنایا ہے اور اس مقصد کے لئے جنوبی افریقہ کے ایک جنگل میں ایک لیبارٹری قائم کی گئی جہاں ریبون سیارے اور اسرائیل کے سائنس دان مل کر ایک ایسا ہتھیار بنا رہے ہیں جس کے استعمال سے ایک گھنٹے کے اندر اندر تمام مسلم ممالک تباہ ہو جائیں گے"...... شمعون نے درد کی شدت سے تڑپتے ہوئے کہا تو روشی کی آنکھوں میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔

"جنوبی افریقہ کے کس جنگل میں یہ لیبارٹری موجود ہے اور جنوبی افریقہ کی بجائے یہاں کیا کر رہے ہو"...... روشی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہماری تنظیم کے ایجنٹ تو دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں۔ میری ڈیوٹی یہاں ایکریمیا میں ہے۔ میں یہاں سروے کر رہا ہوں کہ یہاں مسلمانوں کی کتنی تعداد ہے"...... شمعون نے تڑپتے

ہوئے کہا۔ اس کا تڑپنا ایک لمحے کے لئے بھی نہ رکا تھا۔

"سیاروں میں ریبون نامی تو کوئی سیارہ نہیں ہے پھر تم یہ کس سیارے کا نام لے رہے ہو"...... روشی نے شمعون سے پوچھا۔

"یہ زمین والوں کی نظروں سے اوجھل سیارہ ہے۔ تفصیلات کا مجھے علم نہیں ہے"...... شمعون نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ لیبارٹری جنوبی افریقہ کے کس جنگل میں موجود ہے"...... روشی نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ مجھے معلوم نہیں"...... شمعون کا فقرہ جیسے ہی مکمل ہوا روشی کا خنجر والا ہاتھ ایک بار پھر بلند ہوا اور اس مرتبہ خنجر شمعون کے دل میں اتر گیا۔ اس کے جسم کو تین چار جھٹکے لگے اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔ روشی نے نفرت سے شمعون کے مردہ جسم کو ٹھوکر ماری اور پھر فون کی طرف بڑھ گئی۔

سی ایل آئی پر روشی کے فلیٹ کے نمبر فلیش ہو رہے تھے۔ آج بہت عرصے بعد روشی کی کال آئی تھی۔

"ایکسٹو"...... عمران نے فون کا رسیور اٹھا کر ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔ سلیمان، جوزف اور سرسلطان کے ساتھ ساتھ روشی بھی ایکسٹو کی حقیقت سے واقف تھی مگر اس کے باوجود عمران نے اپنے اصل لہجے کی بجائے ایکسٹو کے لہجے میں بات کی تھی کیونکہ روشی کے نمبر پر روشی کے علاوہ اور کوئی بھی ہوسکتا تھا اس لئے عمران نے احتیاط سے کام لیا تھا۔

"طاہر صاحب۔ اگر عمران موجود ہو تو میری اس سے بات کرا دیں"...... دوسری طرف سے روشی کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں روشی۔ خیریت تو ہے۔ تمہارا لہجہ بہت پرجوش ہے۔ کہیں تم ایکریمیا کی صدر تو نہیں بننے جا رہی"۔ عمران

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہی کنفرم کرنے کے لئے فون کیا ہے کہ تم پاکیشیا میں ہی ہو۔ میں چارٹرڈ طیارے سے پاکیشیا پہنچ رہی ہوں۔ ایک اہم بات تمہارے نوٹس میں لانی ہے۔ تم میرا انتظار کرو"...... دوسری طرف سے روشی نے جلدی جلدی کہا۔

"میں تو کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں"...... عمران نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"جولیا کے سامنے یہ بات کہنے کی جرأت ہے تم میں"۔ دوسری طرف سے روشی کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر اس نے کوئی بات کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔

"آج کل کی خواتین تو بہت تیز ہو گئی ہیں"...... عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ شکایت کر رہا ہو۔

"عمران صاحب۔ آپ سلیمان کے بارے میں کچھ کرنے لگے تھے"...... بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ میں کافرستان میں موجود پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ کو کال کر رہا تھا"...... عمران نے کہا اور ایک مرتبہ پھر ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ کال رسیو ہونے پر اس نے ایکسٹو کی حیثیت سے فارن ایجنٹ کو ہدایت دی اور پھر ٹرانسمیٹر

آف کر دیا۔

"عمران صاحب۔ کون سی ایسی بات ہو گی کہ روشی چارٹرڈ طیارے سے آ رہی ہے"...... بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو اس کے آنے پر ہی معلوم ہو گا اور اسے یہاں پہنچنے میں دس سے بارہ گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔ میں اپنے فلیٹ پر جا رہا ہوں۔ وہاں میرا خالہ زاد قاسم بے چارہ اکیلا ہو گا۔ اس دوران کافرستان سے کال آئے گی۔ تم وہ اٹنڈ کر کے مجھے سلیمان کے بارے میں بتا دینا"...... عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر بلیک زیرو بھی اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ عمران نے اسے خدا حافظ کہا اور اس کے بعد وہ اپنے فلیٹ پہنچ گیا۔

قاسم سلیمان کے کمرے میں سلیمان کے بیڈ پر سویا ہوا تھا۔ عمران نے اسے سونے دیا۔ اب عمران خود بھی کچھ دیر کے لئے آرام کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ اپنے بیڈ روم میں آ کر سو گیا۔ کچھ دیر بعد اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا تو نو بج رہے تھے۔ وقت دیکھنے کے بعد اس نے تکیئے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور اپنا موبائل فون اٹھا لیا۔

"السلام علیکم۔ صبح سویرے موبائل فون کی بیل پر جاگنے والا علی عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے اوکے کا بٹن پریس کرنے کے بعد موبائل فون کان سے لگاتے ہوئے خمار آلود لہجے میں کہا۔

"فریدی بول رہا ہوں عمران"...... دوسری طرف سے کرنل فریدی کی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا کیونکہ کال رسیو کرنے سے پہلے اس نے نمبرز چیک نہیں کئے تھے اس لئے اسے پتہ نہیں تھا کہ اسے کس نے کال کی ہے۔ اب کرنل فریدی کی آواز سن کر وہ اس لئے چونکا تھا کہ کرنل فریدی بغیر کسی اہم معاملے کے اسے فون نہیں کرتا تھا۔

"یا مرشد۔ آج صبح سویرے ہی آپ کی آواز سنائی دی ہے۔ اسے میں باعث برکت سمجھوں یا"...... عمران نے ادھوری بات کرتے ہوئے کہا۔

"جو چاہو سمجھو۔ تمہاری سوچوں پر کوئی پہرہ نہیں ہے۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ تمہیں بتا دوں کہ سلیمان اس وقت میرے پاس ہے اس لئے اس کی طرف سے تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں"...... دوسری طرف سے کرنل فریدی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"جب سے موبائل فون کمپنیوں نے نصف منٹ کے پیکیج دیئے ہیں ہر بندہ مختصر کال کرتا نظر آتا ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر اس نے دانش منزل کے نمبر پریس کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا گیا۔

''طاہر۔ کافرستان میں موجود فارن ایجنٹ نے سلیمان کے بارے میں کیا رپورٹ دی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''عمران صاحب۔ ایجنٹ نے رپورٹ دی تھی کہ سلیمان کو زیرو فورس کے چیف کرنل فریدی نے مجرموں سے چھڑا لیا ہے اور سلیمان کرنل فریدی کی کوٹھی پر ہے۔ چونکہ رپورٹ تسلی بخش تھی اور مجھے اندازہ تھا کہ آپ سو رہے ہوں گے اس لئے میں نے آپ کو رپورٹ نہیں دی''...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ روشی کی کال آئے تو مجھے فوری بتانا''...... عمران نے کہا اور پھر کال ڈس کنیکٹ کر کے اس نے موبائل فون جیب میں ڈالا اور سلیمان کے کمرے میں آ گیا جہاں قاسم ابھی تک سویا ہوا تھا۔

''اے خالہ زاد قاسم۔ اٹھو۔ کب تک سوئے رہو گے''...... عمران نے قاسم کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

''ہائیں کھالہ جاد۔ کیا صبح ہو گئی ہے''...... قاسم نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

''جی جناب۔ پاکیشیا میں تو صبح ہو گئی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہارا باورچی آیا کہ نہیں آیا''...... قاسم نے سلیمان کے بارے میں عمران سے پوچھا۔

''تم اس وقت میرے مہمان اور سلیمان، کرنل فریدی کا مہمان ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ وہ سالا نوکر موکر کاپھرستان کیا کرنے گیا ہے''۔ قاسم نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''وہ تم سے ملنے گیا ہے۔ کہتا ہے کہ قاسم کے ساتھ میری بڑی گہری دوستی ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ۔ ایسے ہی دوستی ہو گئی۔ میں تو سالے نوکروں کو منہ ہی نہیں لگاتا''...... قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''قاسم۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ جو آدمی اپنے نوکروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے گا''...... عمران نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اللہ توبہ۔ اللہ توبہ۔ اللہ میاں میں نے گلط ملط بول دیا۔ ماپھی دے دو''...... قاسم نے فوراً ہی اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات بھی پیدا ہو گئے تھے۔

''ارے ہاں۔ مولبی صاحب نے تو یہ کہا ہے نا کہ اپنے نوکروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ میں اپنے نوکروں موکروں کے ساتھ تو اچھا سلوک کرتا ہوں۔ سلیمان تو تمہارا نوکر ہے''...... قاسم کی دماغی رو یکدم ہی پلٹ گئی تھی اور اس نے خوش ہوتے ہوئے عمران سے کہا۔

''سب نوکر ایک جیسے ہوتے ہیں۔ سب کو اپنا ہی نوکر سمجھنا

چاہئے۔ جیسے ساری لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں اور سب لڑکیوں کو اپنی ہی بہنیں سمجھنا چاہئے''...... عمران نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''ابے کھالہ جاد۔ تم ہی ساری فل فلوٹیوں کو اپنی بہن وینیں سمجھو۔ میں انہیں اپنی بہنیں سمجھ کر اپنی دوسری شادی کا شکوپ جائع نہیں کرنا چاہتا''...... قاسم نے عمران کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا تو عمران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اچھا تمہاری مرضی۔ اب اگر تم جہنم کی آگ میں جلنا چاہتے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں ساری فل فلوٹیوں کو بہنیں سمجھ لوں گا لیکن دوسری شادی کے بعد''...... قاسم نے معصوم سے لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''ابے کھالہ جاد۔ اب میرے ناشتے کا بھی کچھ کرو گے یا ایسے ہی ہنستے رہو گے پاگلوں کی طرح''...... قاسم نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا کیونکہ اسے اچانک ہی بھوک محسوس ہونے لگی تھی۔

''تم فریش ہو جاؤ میں ہوٹل والوں کو آرڈر نوٹ کراتا ہوں۔ وہ فلیٹ پر ناشتہ پہنچا دیں گے۔تمہارے لئے پانچ آدمیوں کا ناشتہ کافی رہے گا''...... عمران نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابے کھالہ جاد۔تم کیا سمجھتے ہو کہ میں اتنا کھانا کھا جاتا ہوں۔ اچھا ٹھیک ہے۔ اگر تم ایسا ہی سمجھتے ہو تو پھر پانچ کا نہیں دس

آدمیوں کا ناشتہ منگوا لو۔ میں تمہیں دس آدمیوں کا ناشتہ کھا کر دکھاؤں گا''...... قاسم نے عمران کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران اس کے انداز پر مسکرانے لگا اور پھر وہ سٹنگ روم میں آ گیا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔اس نے ہوٹل فون کر کے ناشتے کا آرڈر دیا۔ جب سلیمان کہیں گیا ہوا ہوتا تھا تو عمران اسی طرح ناشتہ منگوایا کرتا تھا۔

"سر۔ آپ کسی مشن پر جا رہے ہیں"...... انسپکٹر ریکھا نے مؤدبانہ لہجے میں کرنل فریدی سے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ مشن تو نہیں ہے۔ میں اپنے ایک ذاتی کام کے سلسلے میں جا رہا ہوں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"سر۔ ہمیں کیپٹن حمید صاحب نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتے ہیں"...... اس مرتبہ روزا نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔ زیرو فورس کے بہت سے ارکان اس وقت کرنل فریدی کی کوٹھی پر موجود تھے۔ ان سب کو کیپٹن حمید نے بتایا تھا کہ کرنل فریدی ایک مشن کے سلسلے میں جنوبی افریقہ جا رہے ہیں اس لئے وہ سب کرنل فریدی کی کوٹھی پر آ گئے تھے۔

کرنل فریدی نے طارق صاحب سے ملنے والی اطلاع کی روشنی میں اعلیٰ حکام سے بات کی تھی لیکن اعلیٰ حکام نے اس بات کو سنجیدہ

نہیں لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہے بھی تو یہ صرف کافرستان کا مسئلہ نہیں اس لئے کافرستان اس مشن پر اپنا سرمایہ خرچ نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ حکام کا جواب سن کر کرنل فریدی نے ذاتی طور پر جنوبی افریقہ جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ فیصلہ کر کے اس نے اور کیپٹن حمید نے طویل رخصت لے لی تھی۔ اب وہ جنوبی افریقہ روانگی کے لئے تیار تھا اور اس کے بہت سے کارکن اس کے پاس آ گئے تھے جو اس کے ساتھ جنوبی افریقہ جانا چاہتے تھے۔ ان میں زیرو فورس کا سیکنڈ چیف ہریش، جگدیش، انور، روزا اور انسپکٹر ریکھا شامل تھے۔

"لیکن تم میرے ساتھ کیسے جا سکتے ہو۔ میں سرکاری مشن پر تو نہیں جا رہا"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"سر۔ جس طرح آپ اور کیپٹن حمید جا رہے ہیں اسی طرح ہم بھی جا سکتے ہیں۔ ہم بھی طویل رخصت لے سکتے ہیں"۔ جگدیش نے کرنل فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جب ایک ڈیپارٹمنٹ کے اتنے سارے لوگ طویل رخصت لے لیں گے تو اس کا نظام کیسے چلے گا"...... کرنل فریدی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ ہمارے محکمے میں افراد کی کمی نہیں ہے۔ چند لوگوں کے طویل رخصت پر چلے جانے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا"...... اس مرتبہ انور نے کرنل فریدی سے کہا۔ اس کا لہجہ بھی نہایت مؤدبانہ تھا۔

‘‘میں اور ہریش دونوں ہی طویل رخصت پر چلے گئے تو کام رک سکتا ہے کیونکہ ہریش زیرو فورس کا سیکنڈ چیف ہے اور میری غیر موجودگی میں اس نے ڈیپارٹمنٹ کو چلانا ہوتا ہے’’...... کرنل فریدی نے ہریش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس کا چہرہ بجھ سا گیا۔ کرنل فریدی کے الفاظ بتا رہے تھے کہ ہریش کسی صورت بھی ان کے ساتھ نہیں جا سکے گا۔

‘‘سر۔ آپ کی بات درست ہے۔ تو پھر ایسا ہے کہ ہریش صاحب یہیں رہ جاتے ہیں۔ باقی ہم سب آپ کے ساتھ چلتے ہیں’’...... انسپکٹر ریکھا نے کرنل فریدی سے کہا تو ہریش نے اسے شکایتی نظروں سے دیکھا۔

‘‘سر۔ ہم کئی مشنز پر ایک ساتھ ملک سے باہر جا چکے ہیں’’۔ ہریش نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

‘‘ہاں۔ ہم کئی مشنز میں ایک ساتھ باہر گئے ہیں لیکن وہ مشنز سرکاری ہوتے ہیں اور ہمیں گورنمنٹ آف کافرستان بھیجتی ہے جبکہ اب صورت حال مختلف ہے’’...... کرنل فریدی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

‘‘ہریش صاحب۔ سر ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ کو یہاں رہنا چاہئے’’...... جگدیش نے ہریش سے مخاطب ہو کر کہا۔

‘‘اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم سب ایکا کر لو گے تو میں اکیلا یہاں آتا اور تمہیں ساتھ ہی نہ لاتا’’...... ہریش نے منہ بناتے ہوئے کہا

تو اس کے ساتھی مسکرانے لگے جس پر اسے اور زیادہ غصہ آ گیا۔

‘‘یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہریش۔ تمہیں قربانی دینی ہو گی’’۔ کرنل فریدی نے ہریش سے کہا۔

‘‘اگر یہ آپ کا حکم ہے سر تو اس کی تعمیل میرا فرض ہے’’۔ ہریش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

‘‘تھینک یو ہریش۔ مجھے تم پر فخر ہے’’...... کرنل فریدی نے ہریش سے کہا تو اس نے سر جھکا لیا۔

‘‘سر۔ اب فائنل بتائیں کہ آپ کے ساتھ کون کون جا رہا ہے’’۔ انسپکٹر ریکھا نے پوچھا۔

‘‘طارق صاحب ہمارے ساتھ ہوں گے کیونکہ وہ دنیا بھر کے جنگلوں کے بارے میں جانتے ہیں اور انہوں نے اڑن طشتریوں کو بھی جنوبی افریقہ کے جنگلات میں دیکھا ہے۔ ان کے علاوہ کیپٹن حمید، جگدیش، روزا، ریکھا، انور اور سلیمان میرے ساتھ ہوں گے’’...... کرنل فریدی نے اپنی ٹیم کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

‘‘سلیمان۔ سلیمان کس لئے کرنل صاحب’’...... کافی دیر سے خاموش بیٹھے ہوئے کیپٹن حمید نے حیرت سے پوچھا۔ کرنل فریدی کے دوسرے ساتھیوں کے چہروں پر بھی یہی سوال موجود تھا۔ وہ بھی حیران ہو رہے تھے۔

‘‘خیال یہی ہے کہ سیارہ مریخ کی مخلوق ان جنگلات میں موجود ہے اور کچھ عرصہ قبل عمران مریخ پر ایک مشن مکمل کر کے آیا ہے۔

میں وہاں سلیمان پر عمران کا میک اپ کر دوں گا کیونکہ سلیمان قدوقامت میں بالکل عمران جیسا ہے۔ اگر وہ مریخ کے وہی لوگ ہوئے جن سے عمران کا مقابلہ ہو چکا ہے تو وہ سلیمان کو عمران کے میک اپ میں دیکھ کر کوئی ایسی حرکت ضرور کریں گے جس سے ہمیں ان کے نزدیک جانے کا موقع ملے گا''...... کرنل فریدی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ کرنل فریدی کی بات سمجھ گئے۔ اب ان کے چہروں پر اطمینان کے تاثرات تھے اور انہیں سلیمان کے ساتھ جانے پر اعتراض بھی نہیں تھا۔

''عمران۔ تمہیں کسی ریبون نامی سیارے کے بارے میں معلومات ہیں''...... روشی نے عمران سے پوچھا۔ روشی کچھ دیر پہلے پاکیشیا پہنچی تھی۔ وہ ایئر پورٹ سے سیدھی دانش منزل آئی تھی۔ اس نے ایئر پورٹ پر بھی پہلے دانش منزل اور پھر عمران کے فلیٹ پر فون کر دیا تھا۔ جب روشی کا فون آیا تھا تو عمران فلیٹ پر ہی تھا مگر اس کا فون ملتے ہی وہ بھی دانش منزل آ گیا تھا اور اس وقت وہ دونوں دانش منزل کے میٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''نہیں۔ اب تک سائنس دانوں نے جو سیارے دریافت کئے ہیں ان میں ریبون نامی سیارہ تو کوئی نہیں ہے۔ تم نے یہ نام کہاں سے سن لیا''...... عمران نے روشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو روشی نے شمعون والا تمام واقعہ لفظ بہ لفظ عمران کو سنا دیا۔ تفصیل سننے کے بعد عمران کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ روشی غور سے عمران کا

چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''تمہارا کیا خیال ہے۔ شمعون نے جو کچھ بتایا ہے وہ سچ ہے''...... روشی نے عمران سے پوچھا۔

''تم اپنا خیال بتاؤ۔ کیا تمہیں یہ باتیں سچ لگتی ہیں''...... عمران نے روشی سے پوچھا۔

''مجھے تو یہ سب کچھ حقیقت لگ رہا ہے اور اسی لئے تو میں طیارہ چارٹرڈ کرا کر تمہارے پاس آئی ہوں''...... روشی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ اس کائنات میں ہزاروں، لاکھوں جہاں ایسے ہیں جن کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ خلاؤں اور دوسرے سیاروں کی بات تو دور کی ہے ہماری اس زمین پر ہی ہزاروں اسرار ہوں گے۔ ہزاروں، لاکھوں آبادیاں اور مخلوقات ایسی ہوں گی جو ہمارے علم اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوں گی۔ لہٰذا کسی بھی نئی معلوم ہونے والی بات کو جھوٹ کہہ دینا عقل مندی نہیں ہے۔ ریبون نامی سیارے کا وجود لازماً ہو گا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''میں نے سنا ہے کہ تم تو مریخ پر بھی ہو آئے ہو جبکہ ہم تو مریخ پر موجود مخلوق کو تصوراتی مخلوق سمجھتے ہیں''...... روشی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے ساتھ جولیا اور تنویر کو بھی مریخ کی مخلوق اغوا کر

کے لے گئی تھی۔ ان سے ایک مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص کرم سے میں نے وہ مسئلہ حل کر دیا''...... عمران نے کہا۔

''تمہاری شہرت تو زمین سے نکل کر دوسرے سیاروں تک بھی پہنچ گئی ہے''...... روشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ سب اللہ کے راز ہیں کہ وہ کب اور کس سے کیا کام لے لے۔ انسان کے اختیار میں بھلا کیا ہے''...... عمران نے نظریں اوپر کرتے ہوئے کہا تو روشی نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ یہ تو بہت ہی خوفناک منصوبہ ہے''...... روشی نے کہا۔

''میرا ایمان ہے کہ قیامت تک اسلام نے باقی رہنا ہے۔ کفر و شر کی طاقتیں لاکھ منصوبے بنا لیں وہ اسلام کو مٹا نہیں سکتے''۔ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو عمران۔ میں تو خواہ مخواہ پریشان ہو گئی تھی''۔ روشی نے بھی مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اپنے خلاف ہونے والی سازشوں اور منصوبوں کے خلاف حرکت میں نہ آئیں۔ اسلام ہمیں جہاد کا حکم دیتا ہے اور جہاد ہم پر فرض کیا گیا ہے''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم صورت حال جاننے کے لئے جنوبی

افریقہ جانے کا ارادہ رکھتے ہو“...... روشی نے مسکراتے ہوئے لہ
میں کہا۔

”تم تو بہت سمجھ دار ہو گئی ہو۔ کیا ایکریمیا میں سمجھ داری کا کوئ کورس کیا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو روشی ک مسکراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔

”میں بھی تمہارے ساتھ جنوبی افریقہ چلوں گی“...... روشی ن عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آؤ ذرا طاہر سے ا معاملے پر گپ شپ کر لیں“...... عمران نے کہا اور پھر وہ دونو اٹھ کر دانش منزل کے کنٹرول روم میں آ گئے۔ دانش منزل ک کنٹرول روم میں بلیک زیرو اور عمران کے بعد آنے والی تیس شخصیت روشی ہی تھی۔ روشی چونکہ ایکسٹو کے تمام سیٹ اپ س واقف تھی اس لئے عمران اسے کنٹرول روم میں لے آیا تھا۔ عم اور روشی کو کنٹرول روم میں آتا دیکھ کر بلیک زیرو حسب عاد احتراماً کھڑا ہو گیا۔

”السلام علیکم“...... روشی نے مؤدبانہ لہجے میں بلیک زیرو کو کرتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام۔ عمران صاحب میرے بھی چیف ہیں۔ آپ سے تو بے تکلفی سے بات کرتی ہیں اور مجھ سے مؤدبانہ انداز بات کرتی ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔ اس دوران وہ تینوں کر

پر بیٹھ گئے تھے۔ بلیک زیرو نے پہلے ہی روشی کے لئے ایک کرسی کنٹرول میں رکھ دی تھی۔

”طاہر صاحب۔ عمران سے میں ایک دوست کی حیثیت سے ملتی ہوں لیکن آپ سے جب بھی بات ہوتی ہے تو میرے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف سے مخاطب ہوں“...... روشی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اصل چیف تو عمران صاحب ہی ہیں نا“...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ میں تو فری لانسر ہوں اور ساری دنیا یہ بات جانتی ہے۔ باقی اصل چیف اور نقل چیف کے چکر میں تو میں کبھی نہیں پڑا“...... عمران نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

”چلیئے۔ اصل اور نقل کو چھوڑیئے۔ میں آپ لوگوں کے لئے چائے بنا کر لاتا ہوں“...... بلیک زیرو نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ چائے کے تین کپ بنا کر لے آیا۔

”عمران صاحب۔ مس روشی نے جو کچھ بتایا ہے وہ بہت ہی تشویش ناک ہے“...... بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا کیونکہ عمران اور روشی کے درمیان میٹنگ روم میں ہونے والی باتیں اس نے کنٹرول روم میں بیٹھ کر سن لی تھیں اس لئے وہ بھی پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''اس ساری صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے مجھے جنو
افریقہ جانا پڑے گا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا آپ ٹیم کو ساتھ لے کر سرکاری حیثیت سے جائیں گے''
بلیک زیرو نے پوچھا۔

''جنوبی افریقہ کے جنگلات میں اگر کوئی ہتھیار تیار ہو رہا ہے
وہ تمام مسلمان ممالک کے لئے خطرہ ہے۔ صرف پاکیشیا کے ل
نہیں اس لئے اس کے خلاف صرف پاکیشیا نے ہی حرکت میں نہ
آنا بلکہ تمام مسلم ممالک کو اس کے خلاف ایکشن لینا چاہئے لیک
ایکشن لینے سے پہلے ہمیں اس کے متعلق حتمی معلومات ہ
چاہئیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا نہ ہو جیسا شمعون نے بتایا ہے۔ ا
پہلے میں خود جاؤں گا۔ ذاتی حیثیت سے اور پھر اگر ضرورت مح
ہوئی تو میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کو رپورٹ کر دوں گا
ایکسٹو کی مرضی ہوگی تو وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لائے گا''۔
عمران نے بلیک زیرو سے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اب آپ صرف مس روشی کو ساتھ لے جائیں گے''...... بلیک
زیرو نے عمران سے پوچھا۔

''جوزف افریقہ کے جنگلات کا شہزادہ ہے۔ اس کا ساتھ ا
بہت ضروری ہے اور قاسم بھی ان دنوں میرے پاس آیا ہوا ہے
اسے بھی ساتھ لے جاؤں گا''...... عمران نے جواب دیتے ہو
کہا۔

''آپ قاسم کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ مگر کس لئے''۔ بلیک
زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''افریقی جنگلات میں بے شمار آدم خور قبیلے ہیں۔ اگر کوئی ایسا
قبیلہ ہمارے سامنے آ گیا تو میں قاسم کو ان کے حوالے کر دوں گا۔
ہاتھی سے زیادہ گوشت اس میں سے نکلے گا۔ پورے قبیلے کے لئے
اکیلا قاسم ہی کافی رہے گا اور ایک قاسم کی قربانی سے ہم سب بچ
جائیں گے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر آپ نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتائیں۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ
آپ اپنے ساتھ صرف پرائیوٹ افراد کو لے جانا چاہتے ہیں جن
میں جوزف، روشی، ٹائیگر اور جوانا شامل ہوں گے''...... بلیک زیرو
نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران کی مسکراہٹ میں مزید اضافہ ہو
گیا۔

''ہمارے والا ٹائیگر جنگلات کا ٹائیگر نہیں ہے بلکہ وہ زیر زمین
دنیا کا ٹائیگر ہے اس لئے اس کا میرے ساتھ افریقہ جانا بے کار
ہے اور جوانا آج کل ایکریمیا گیا ہوا ہے۔ سو وہ بھی میرے ساتھ
نہیں جا سکتا اس لئے اب جوزف، روشی اور میرا خالہ زاد ہی میرے
ساتھ جائیں گے''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ یہ تو اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ کسے ساتھ لے
جاتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا مگر عمران نے اس کی بات کا کوئی
جواب نہ دیا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور رانا ہاؤس کے نمبر

پریس کرنے لگا۔ دوسری بیل پر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"یس۔ جوزف بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

"جوزف۔ افریقہ کے جنگلات کی بدروحوں کا پیغام آیا ہے کہ جوزف کو فوراً افریقہ کے جنگلات میں پہنچ جانا چاہئے لہٰذا تم تیار ہو جاؤ۔ ہم کسی وقت بھی جنوبی افریقہ کے لئے روانہ ہو سکتے ہیں"۔ جوزف کی آواز سنتے ہی عمران نے کہا۔

"باس۔ بدروحوں کا پیغام آیا ہے تو پھر ضرور جانا پڑے گا ورنہ وہ یہاں آ کر تباہی پھیلا دیں گی اور ان کی تباہی پر کوئی رونے والا بھی نہیں بچے گا"...... دوسری طرف سے جوزف کی خوفزدہ آواز سنائی دی تو عمران نے رسیور کریڈل پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ روشی چلیں۔ میں نے کچھ تیاری بھی کرنی ہے"...... عمران نے روشی سے کہا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ عمران کو اٹھتے دیکھ کر بلیک زیرو بھی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ان دونوں نے بلیک زیرو کو اللہ حافظ کہا اور کچھ دیر بعد وہ دونوں فلیٹ پر پہنچ گئے۔ قاسم سٹنگ روم میں موجود تھا۔ روشی کو دیکھ کر اس نے احتراماً سر جھکا لیا۔

"السلام علیکم بھابی جان۔ ابے کھالہ جاد۔ تو نے سادی مادی بھی کر لی اور مجھے بتایا تک نہیں"...... قاسم نے روشی کو سلام کرنے کے بعد شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابے۔ یہ تیری بھابھی نہیں ہے۔ یہ مس روشی ہے اور ابھی ابھی ایکریمیا سے آئی ہے"...... عمران نے قاسم کے سر پر ہلکی سی چپت مارتے ہوئے کہا اور روشی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ روشی کی قاسم کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی اور عمران نے روشی کو قاسم کے متعلق راستے میں بتا دیا تھا۔ ویسے بھی روشی ان باتوں پر غصہ دکھانے کی بجائے محظوظ ہو رہی تھی۔

"ماپھ کرنا مس روشی۔ میں گلط ملط سمجھا۔ آپ سے مل کر مجھے بہوت کھوسی ہوئی اور اس بات پر تو اور بھی بہوت کھوسی ہوئی کہ آپ مس ہیں۔ ویسے کھالہ جاد۔ مس، کنواری فل فلوٹی کو ہی کہتے ہیں نا"...... قاسم نے پہلے روشی اور پھر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ پاکیشیا میں مس، کنواری کو ہی کہتے ہیں لیکن مس روشی ایکریمین ہیں۔ اگر تم نے اس پر بری نظر ڈالی تو ایکریمیا تم پر بم برسا دے گا"...... عمران نے قاسم کو خبردار کرتے ہوئے کہا تو قاسم یکدم خوفزدہ ہو گیا۔

"میری توبہ۔ سالے کھالہ جاد۔ میں نے تو کبھی اپنی چھپکلی بیگم پر بری نجر نہیں ڈالی۔ مس روشی پر بری نجر وجر کیوں ڈالوں گا"۔ قاسم نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"روشی۔ تم کچھ دیر بیٹھو میں چند ضروری کام نمٹا کر آتا ہوں۔ ہاں قاسم۔ تم اپنا پاسپورٹ مجھے دے دو تا کہ میں جنوبی افریقہ کے لئے تمہارے کاغذات مکمل کروا لوں"...... عمران نے پہلے روشی اور

پھر قاسم سے مخاطب ہو کر کہا۔ قاسم، عمران کی بات سن کر چونک گیا۔

''جنوبی اپھریقہ کے لئے کاغذات۔ میں نہیں جاؤں گا جنوبی اپھریقہ''...... قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ اتنی مشکل سے میں نے وہاں ایک لڑکی کو تیرے ساتھ شادی پر راضی کیا ہے اور وہ ملک اتنی دور ہے کہ سر عاصم بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ اب تم وہاں جانے سے انکار کر رہے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں افریقن حسینہ کی شادی سلیمان سے کرا دوں گا''...... عمران نے قاسم کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''ارے کھالہ جاد۔ تم تو بہوت جلدی ناراج ہو جاتے ہو۔ یہ لو میرا پاسپورٹ اور ہاں۔ سلیمان کا نام میرے سامنے نہ لینا۔ کبھی سیشے میں اس کی سکل دیکھی ہے''...... قاسم نے فوراً ہی اپنا پاسپورٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جبکہ روشی دلچسپ نگاہوں سے قاسم کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اگر یہ عجوبہ جنوبی افریقہ کے سفر میں ان کے ساتھ ہو گا تو سفر بہت ہی دلچسپ گزرے گا۔ عمران نے قاسم سے پاسپورٹ لیا اور پھر وہ فلیٹ سے باہر چلا گیا۔

''مس روشی۔ میں بہوت اچھی فلم دیکھ رہا تھا۔ آپ بھی دیکھیں''۔ قاسم نے روشی سے مخاطب ہو کر کہا تو روشی بھی کمپیوٹر پر فلم دیکھنے لگی۔ ابھی عمران کو فلیٹ سے باہر گئے پانچ منٹ ہی گزرے تھے

کہ ڈور بیل کی آواز سنائی دی تو روشی اٹھی اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گی اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔

''ارے روشی تم۔ تم کب آئیں''...... باہر موجود جولیا نے روشی کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ اندر آ گئی۔

''میں کچھ دیر پہلے آئی ہوں چارٹرڈ طیارے سے''...... روشی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مصافحے کے لئے جولیا کی طرف ہاتھ بڑھایا تو جولیا نے گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا اور پھر وہ دونوں سٹنگ روم میں آ گئیں۔

''ارے۔ یہاں تو قاسم صاحب بھی آئے ہوئے ہیں''۔ جولیا نے قاسم کو دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ چونکہ قاسم سے جولیا کی ملاقات پہلے ہو چکی تھی اس لئے وہ قاسم کو اچھی طرح جانتی تھی۔

''خیر تو ہے۔ سب لوگ عمران کے فلیٹ پر جمع ہیں''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ ہم قاسم صاحب کی شادی کے لئے عمران کے ساتھ جنوبی افریقہ جا رہے ہیں''...... روشی نے جولیا کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا جبکہ قاسم روشی کی بات سن کر شرمانے لگا۔

''ارے واہ۔ قاسم کی شادی ہو رہی ہے اور وہ بھی جنوبی افریقہ میں''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں آؤ۔ کچن میں چل کر چائے بناتے ہیں اور قاسم صاحب

کی شادی کے متعلق باتیں بھی کرتے ہیں''...... روشی نے کہا اور پھر وہ دونوں کچن میں آ گئیں۔

''ارے۔ جنوبی افریقہ میں قاسم کی شادی کا کیا چکر ہے اور ہاں تم بتا رہی تھیں کہ تم چارٹرڈ طیارے سے پاکیشیا آئی ہو۔ ایسی کیا ایمرجنسی آن پڑی تھی کہ تمہیں طیارہ چارٹرڈ کرانا پڑا''...... جولیا نے پوچھا تو روشی نے اپنے آنے کی وجہ بتا دی۔

''اب تم اور قاسم، عمران کے ساتھ جنوبی افریقہ جا رہے ہو''۔ روشی سے تفصیلات سننے کے بعد جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ جوزف بھی ہمارے ساتھ ہو گا''...... روشی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا عمران ہمیں ساتھ نہیں لے جا رہا''...... جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''میرے سامنے ہی عمران نے چیف کو فون کیا تھا اور میری بتائی ہوئی باتیں چیف کو بتائی تھیں لیکن چیف نے کہا کہ یہ باتیں فرضی بھی ہو سکتی ہیں اس لئے عمران پہلے اپنے طور پر جنوبی افریقہ جائے اور معلومات حاصل کرے۔ اگر واقعی کوئی ایسی لیبارٹری وہاں موجود ہے تو پھر چیف ٹیم کو اس کے ساتھ بھیجے گا ورنہ نہیں۔ اس لئے عمران نے تم لوگوں کے بغیر ہی جانے کا فیصلہ کیا ہے''...... روشی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کچھ بھی ہو میں عمران کو افریقہ کے خطرناک جنگلات میں اس

طرح نہیں جانے دوں گی۔ اسے ہمیں بھی ساتھ لے کر جانا پڑے گا''...... جولیا نے ٹھوس لہجے میں کہا اور پھر اس نے سیٹلائٹ موبائل فون سے صفدر، تنویر اور صدیقی کو بھی فون کر کے عمران کے فلیٹ پر بلا لیا۔ کچھ دیر ہی دیر میں صفدر، تنویر، صدیقی، نعمانی اور چوہان عمران کے فلیٹ پر پہنچ گئے۔ وہ بھی روشی اور قاسم کو عمران کے فلیٹ پر دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

''عمران، قاسم کی شادی کرا رہا ہے اور وہ بھی جنوبی افریقہ میں اور وہ ہمیں ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتا۔ اگر ہم ساتھ نہیں جائیں گے تو قاسم کی بارات مکمل نہیں ہو گی''...... جولیا نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا تو ان سب نے حیرت بھری نظروں سے جولیا کو دیکھا کیونکہ انہیں جولیا کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

''جولیا۔ تم دولہا کے سامنے اس کی شادی کی باتیں کر رہی ہو۔ دیکھو تو سہی وہ بے چارہ کیسے شرما رہا ہے''...... روشی نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا تو قاسم اور زیادہ شرمانے لگا اور اس نے گردن جھکا لی۔

''اوہ۔ اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ قاسم بھائی۔ آپ عمران کے بیڈ روم میں چلے جائیں تاکہ ہم آپ کی شادی کا پروگرام بنا سکیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے''...... جولیا نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو قاسم خاموشی سے اٹھا اور عمران کے بیڈ روم میں چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جولیا نے انہیں تفصیل بتا

دی۔

''اس میں عمران صاحب کا قصور نہیں ہے۔ چیف ہمیں ان کے ساتھ نہیں بھیجے گا''...... صفدر نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔

''میں چیف سے بات کرتی ہوں''...... جولیا نے کہا اور پھر اس نے سٹنگ روم میں موجود فون کا رسیور اٹھا کر دانش منزل کے نمبر پریس کئے۔ جلد ہی دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

''ایکسٹو''...... چند لمحوں بعد رسیور اٹھا لیا گیا اور پھر ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''چیف۔ جولیا بول رہی ہوں عمران کے فلیٹ سے''...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''کیا تم لوگوں کو عمران نے اپنے فلیٹ پر بلایا ہے''...... ایکسٹو نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''نہیں چیف۔ میں اتفاق سے عمران کے فلیٹ پر آئی تھی جہاں میری ملاقات روشی سے ہوئی اور روشی نے مجھے تفصیل سے آگاہ کیا''...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم نے فون کیوں کیا ہے''...... ایکسٹو نے غراتے ہوئے پوچھا۔

''چیف۔ ہم بھی عمران کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے''...... جولیا نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ فی الحال سیکرٹ سروس کا کیس نہیں ہے اس لئے عمران ذاتی حیثیت سے جا رہا ہے''...... ایکسٹو نے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں چیف۔ یہ فی الحال سیکرٹ سروس کا کیس نہیں ہے لیکن مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب کی دلی خواہش ہے کہ ہم اس کیس کے سلسلے میں کام کریں''...... جولیا نے کہا۔

''میں سرکاری خرچ پر تو تمہیں نہیں بھیج سکتا البتہ اپنے ذاتی خرچ پر تمہیں عمران کے ساتھ بھیج دیتا ہوں۔ تم عمران کو دانش منزل بھیج دو میں اسے خرچے کے لئے ایک معقول رقم بھی دے دیتا ہوں اور اسے کہہ بھی دیتا ہوں کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جائے''...... دوسری طرف سے ایکسٹو نے کہا۔

''تھینک یو چیف۔ عمران جیسے ہی واپس آتا ہے میں اسے دانش منزل بھیجتی ہوں''...... جولیا نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا اور جولیا نے رسیور رکھ دیا۔

''تھینک یو مس جولیا۔ آج آپ نے بہت ہمت سے کام لیا ہے اور کمال کر دیا ہے''...... صفدر نے بھی خوش ہوتے ہوئے کہا۔

وہ سب ہی جولیا کی ہمت پر خوش ہو رہے تھے۔ جولیا نے ہمت کر کے ایکسٹو سے اپنی بات منوا لی تھی اور وہ سب جولیا کو تحسین بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

یہ شاندار انداز میں سجا ہوا ایک کمرہ تھا۔ کمرے میں قیمتی لکڑی سے بنی ہوئی ایک خوبصورت ٹیبل موجود تھی جس پر مختلف رنگوں کے فون سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ٹیلی فون سیٹوں کے علاوہ چند فائلیں بھی میز پر موجود تھیں۔ ایک نہایت ہی نفیس اور خوشنما قلمدان بھی ٹیبل پر موجود تھا جس میں دو قلم لگے ہوئے تھے۔ میز کے ایک طرف ریوالونگ چیئر اور دوسری طرف چار خوبصورت کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ کمرہ ڈیتھ کلر کے چیف رابرٹ کا آفس تھا۔ رابرٹ خود بھی خوبصورت اور سمارٹ نوجوان تھا اور اسے خوبصورت چیزوں سے لگاؤ تھا۔ شکل وصورت سے وہ بہت معصوم دکھائی دیتا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم کا چیف ہے بلکہ وہ تو کسی یونیورسٹی کا ایک خوبرو اور لاابالی سا سٹوڈنٹ نظر آتا تھا لیکن بظاہر خوبصورت اور لاابالی نظر آنے والا

رابرٹ درحقیقت ایک خطرناک فائٹر، سفاک ترین قاتل اور ظالم ترین انسان تھا۔ انسانوں کو اذیتیں دے دے کر مارنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ اسرائیل کے صدر ذاتی طور پر اس کی صلاحیتوں سے واقف تھے۔ اسی لئے انہوں نے رابرٹ کو ایک نہایت ہی اہم اور خفیہ تنظیم کا چیف بنایا تھا۔

مادام کوشیلا اس کی ساتھی اور ڈیتھ کلر کی سیکنڈ چیف تھی۔ وہ بھی انتہائی حسین ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں کی مالک تھی۔ سفاکی میں وہ رابرٹ سے بھی دو قدم آگے تھی لیکن چہرے سے وہ انتہائی معصوم اور بھولی بھالی نظر آتی تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ سکول کی کمسن سٹوڈنٹ ہو۔

رابرٹ کے آفس کا دروازہ کھلا اور رابرٹ اپنے آفس میں داخل ہوا۔ اس وقت اسکے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے اور ایسا کام کی وجہ سے تھا۔ آج کل اس کی تنظیم بہت مصروف تھی۔ اس نے بہت عرصہ قبل بہت سے مزدوروں اور مستریوں کو جنوبی افریقہ کے ایک گھنے جنگل میں پہنچایا تھا۔ اس جگہ سے وہ نامعلوم مقام پر لے جائے گئے تھے۔ پھر بہت عرصہ گزرنے کے بعد بھی وہ لوگ واپس نہیں آئے تھے۔ البتہ اس نے ان مزدوروں کے لواحقین کو بھاری رقوم پہنچا دی تھیں اور ساتھ ہی یہ خبریں بھی پہنچا دی تھیں کہ وہ مزدور حادثات میں مارے جا چکے ہیں۔

اسرائیل کے صدر نے اسے بتایا تھا کہ جنوبی افریقہ کے ایک

انتہائی خطرناک جنگل میں ریبون نامی ایک سیارے کی مخلوق کی مدد سے ایک لیبارٹری قائم کی جا رہی ہے جس میں انتہائی مہلک ہتھیار بنائے جا رہے ہیں۔ ان ہتھیاروں کی مدد سے مسلمان ممالک میں بسنے والے تمام افراد کو ایک گھنٹے کے اندر اندر ہلاک کر دیا جائے گا۔ رابرٹ مسلمانوں سے شدید نفرت کرتا تھا اور اس کی دلی خواہش تھی کہ دنیا بھر میں ایک مسلمان بھی زندہ نہ رہے۔ صدر صاحب کی زبانی یہ منصوبہ سن کر اسے دلی خوشی ہوئی تھی۔

مزدوروں کو مخصوص جگہ پہنچانے کے کچھ عرصہ بعد اس نے دو اسرائیلی سائنس دانوں کو بھی اس جگہ پہنچا دیا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ اس مقام سے ان سائنس دانوں کو ریبونی مخلوق لیبارٹری میں لے جاتی ہے۔ وہ لیبارٹری کہاں تھی اس کا علم رابرٹ کو بھی نہیں تھا۔

اب اس کی تنظیم ایک اور کام بھی کر رہی تھی۔ وہ غیر مسلم اکثریتی آبادی والے ممالک میں یہ سروے کر رہی تھی کہ ان ممالک میں کتنے مسلمان آباد ہیں کیونکہ مسلم ممالک کی مکمل تباہی کے بعد انہوں نے ان مسلمانوں کا بھی خاتمہ کرنا تھا جو غیر مسلم ممالک میں رہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے اس کے ایجنٹ تقریباً تمام ممالک میں کام کر رہے تھے۔ آج کل وہ انہیں ہدایات دینے اور ان سے رپورٹس لینے میں مصروف تھا اور کوشیلا بھی اس کام میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ رابرٹ ابھی اپنی کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ سرخ رنگ کے

فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ اس نمبر پر اسرائیلی صدر اس سے بات کرتے تھے۔

”یس۔ رابرٹ بول رہا ہوں“...... رابرٹ نے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ دوسری طرف اسرائیلی صدر کا پی اے ہو گا۔

”سر۔ جناب صدر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں“...... دوسری طرف سے صدر صاحب کے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ بات کرائیں“...... رابرٹ نے بدستور نرم لہجے میں کہا تو لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو“...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے اسرائیلی صدر کی بھاری آواز سنائی دی۔

”ہیلو سر۔ رابرٹ بول رہا ہوں“...... رابرٹ نے نہایت ہی مؤدبانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”رابرٹ۔ کچھ دنوں سے آپ نے اپنے کام کی رپورٹ نہیں دی“...... صدر نے اس کے سلام کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

”سر۔ ہمارا کام چونکہ نارمل روٹین میں جاری ہے اور اس دوران کوئی بھی خاص بات نہیں ہوئی اس لئے میں نے رپورٹ نہیں دی“...... رابرٹ نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”آپ کے سروے ایجنٹس اپنا سروے کر رہے ہیں نا“۔ دوسری طرف سے صدر نے پوچھا۔

’’یس سر۔ ہر کام اوکے اور ہماری توقع کے مطابق ہو رہا ہے‘‘...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ہمارا خواب پورا ہونے میں اب بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ بہت جلد اس پوری دنیا میں صرف یہودی ہی نظر آئیں گے۔ یہودیت کے علاوہ اور کوئی مذہب اس زمین پر باقی نہیں رہے گا‘‘...... دوسری طرف سے صدر کی جوش میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی تو رابرٹ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

’’آپ کا خواب ضرور پورا ہو گا سر‘‘...... رابرٹ نے بھی جوشیلے لہجے میں کہا۔

’’اگر کوئی خاص بات ہو تو آپ نے مجھے فوری آگاہ کرنا ہے۔ اوکے۔ وش یو گڈ لک‘‘...... صدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو رابرٹ نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور کوشیلا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

’’ہیلو رابرٹ۔ کیا ہو رہا ہے‘‘...... کوشیلا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر قریب آ کر رابرٹ سے مصافحہ کیا۔

’’ابھی صدر صاحب سے بات کی ہے‘‘...... رابرٹ نے کوشیلا سے کہا جو اس دوران اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

’’کیا کہا ہے صدر صاحب نے‘‘...... کوشیلا نے رابرٹ سے پوچھا۔

’’وہ بہت ہی پرجوش ہیں کیونکہ اب یہودیوں کے دیرینہ خوا

کی تکمیل کا وقت بہت قریب آ چکا ہے‘‘...... رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ کوشیلا مزید کوئی بات کرتی سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو رابرٹ نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’یس۔ رابرٹ بول رہا ہوں‘‘...... رابرٹ نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

’’سر۔ میں ایکریمیا سے لکی بول رہا ہوں‘‘...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’ہاں بولو۔ کیوں فون کیا ہے‘‘...... رابرٹ نے سخت لہجے میں کہا کیونکہ وہ اپنے ماتحتوں سے ہمیشہ سخت لہجے میں بات کرتا تھا۔

’’سر۔ ڈیتھ کلر کے سپیشل ایجنٹ شمعون کو یہاں ایکریمیا میں قتل کر دیا گیا ہے‘‘...... دوسری طرف سے لکی نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

’’کیا۔ کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ کہیں تم نشے میں تو نہیں ہو‘‘۔ رابرٹ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ ڈیتھ کلر میں سپیشل ایجنٹوں کا ایک پورا گروپ موجود تھا اور ہر سپیشل ایجنٹ ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ آج تک اس گروپ کا کوئی ایجنٹ نہیں مارا گیا تھا اس لئے رابرٹ کو لکی کی بات سن کر غصہ آ گیا تھا۔ وہ شمعون کو جانتا تھا۔ شمعون بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا۔

’’سر۔ شمعون صاحب کی ڈیڈ باڈی سٹی پارک سے ملی ہے اور

اس وقت پولیس کی تحویل میں ہے''...... دوسری طرف سے لکی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا تو رابرٹ کو اور زیادہ غصہ آ گیا۔

''شٹ اپ۔ نانسنس۔ میں تمہارے ڈیتھ وارنٹ جاری کرتا ہوں''...... رابرٹ نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''رابرٹ۔ تمہیں غصہ کس بات پر آ رہا ہے''...... کوشیلا نے رابرٹ سے پوچھا۔

''تم نے سنا نہیں لکی کیا کہہ رہا تھا''...... رابرٹ نے بدستور غصیلے لہجے میں کہا۔

''اس نے شمعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی ہے نا''...... کوشیلا نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔ اس نے یہی بتایا ہے کہ شمعون کو قتل کر دیا گیا ہے''۔ رابرٹ نے کہا۔

''ہمارے ایجنٹ ہمیں غلط رپورٹ دینے سے تو رہے اور ہماری فیلڈ ایسی ہے کہ کسی کا بھی اچانک مارے جانا حیرت کی بات نہیں ہے''...... کوشیلا نے رابرٹ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''لیکن آج تک ہمارا کوئی سپیشل ایجنٹ نہیں مارا گیا''۔ رابرٹ نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

''جو کام پہلے کبھی نہیں ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اب بھی نہیں ہو سکتا''...... کوشیلا نے ایک بار پھر سوالیہ لہجے میں کہا تو رابرٹ

نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔

''پہلے تو شمعون کی موت کی تصدیق کرو پھر پتہ کراؤ کہ اسے کس نے اور کیوں قتل کیا ہے''...... کوشیلا نے کہا تو رابرٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ شمعون کی موت کی اچانک ملنے والی خبر کو اس کے دماغ نے فوری طور پر تسلیم نہیں کیا تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس کے ساتھ پہلے کبھی پیش نہیں آیا تھا لیکن اب اس نے سوچا تو یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ شمعون کسی قسم کے جھگڑے میں مارا جا سکتا تھا اور اب یہ معلوم کرنا تھا کہ اسے کس نے اور کیوں قتل کیا ہے۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ اس کے تمام فون سیٹ جدید قسم کے تھے جن میں کال ریکارڈر موجود تھا اس لئے رابرٹ کو اپنی سیکرٹری سے نہیں کہنا پڑا کہ وہ لکی کا نمبر ملائے۔ اس نے رسیور کال میں موجود لکی کا نمبر اوپن کر کے ڈائل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند سیکنڈ بعد دوسری طرف بیل جانے لگی۔

''یس۔ لکی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے لکی کی آواز سنائی دی۔

''لکی۔ تم نے پولیس اسٹیشن میں خود شمعون کی لاش دیکھی ہے''۔ رابرٹ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''یس سر۔ میں نے اپنی آنکھوں سے شمعون کی لاش دیکھی ہے''۔ لکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''شمعون کی لاش کی کیا پوزیشن تھی''...... رابرٹ نے پوچھا مگر

اس کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

''سر۔ شمعون پر وحشیانہ تشدد کیا گیا تھا۔ اس کا ایک کان اور ناک کٹا ہوا تھا اور ایک آنکھ کا ڈھیلا نکلا ہوا تھا اور اس کے دل میں خنجر مار کر اسے قتل کیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ بھی بتاتی ہے کہ اس کے زخموں پر نمک بھی چھڑکا گیا ہے''...... دوسری طرف سے لکی نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو رابرٹ کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔ فون کا لاؤڈر آن تھا اس لئے کوشیلا بھی لکی کی باتیں سن رہی تھی۔

''اوہ۔ میں اس کے قاتلوں کو اس سے بھی زیادہ اذیت ناک موت ماروں گا''...... رابرٹ نے غراتے ہوئے کہا۔ کوشیلا کو بھی شمعون کے قاتلوں پر غصہ آ رہا تھا۔

''یس سر۔ شمعون صاحب کے سفاک قاتلوں کو عبرتناک موت مرنا چاہئے''...... دوسری طرف سے لکی نے بھی جوش بھرے لہجے میں کہا۔

''تم نے معلوم کیا کہ شمعون کو کن لوگوں نے مارا ہے''۔ رابرٹ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''سر۔ میں ابھی پولیس اسٹیشن سے واپس آیا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے آپ کو رپورٹ دینا مناسب سمجھا۔ اب میں شمعون کے قاتلوں کو تلاش کرتا ہوں''...... لکی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم نے پولیس سے معلوم کیا ہے۔ شاید انہیں کوئی کلیو ملا

ہو''...... رابرٹ نے سخت لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ میں نے پولیس سے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پولیس کو کوئی کلیو نہیں ملا۔ ویسے پولیس نے انوسٹی گیشن شروع کر دی ہے۔ شاید وہ کوئی کلیو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے''...... دوسری طرف سے لکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم نے اب صرف پولیس کے سہارے پر نہیں رہنا۔ خود ہی اس سلسلے میں ورک کرنا ہے۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اس کام پر لگا دو۔ مجھے چند گھنٹوں میں شمعون کے قاتلوں کا سراغ ملنا چاہئے اور وجہ بھی معلوم ہونی چاہئے کہ شمعون کو کیوں مارا گیا ہے''۔ رابرٹ نے بدستور سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے سر۔ میں بہت جلد آپ کو رپورٹ پیش کرتا ہوں''۔ لکی نے کہا تو رابرٹ نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر کوشیلا کی طرف دیکھا جو کسی سوچ میں گم تھی۔

''رابرٹ۔ شمعون کے قتل ہونے کی وجہ ہمیں ضرور معلوم ہونی چاہئے''...... کوشیلا نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ ہم ان دنوں نہایت ہی خفیہ پراجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنا ہے۔ صدر صاحب نے احتیاط کی بہت زیادہ تاکید کی ہے''...... رابرٹ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور یہ بات تھی بھی حقیقت۔ صدر صاحب نے انہیں سوتے میں بھی محتاط رہنے کی ہدایت کی تھی اور

صدر صاحب کی ہدایت کے مطابق وہ بہت محتاط تھے۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لکی اور ہمارے دوسرے ایجنٹ شمعون کے قتل کا سراغ لگا لیں گے۔ تم ہاٹ کافی منگواؤ"...... کوشیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔ پریشان اور میں۔ مس کوشیلا یہ ممکن نہیں ہے"۔ رابرٹ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر سیکرٹری کو ہاٹ کافی بھجوانے کی ہدایت کی۔

"تمہیں یہ اندازہ ہے کہ ہمارا یہ پراجیکٹ کب تک مکمل ہو جائے گا"...... کوشیلا نے رابرٹ سے پوچھا۔

"نہیں۔ میں تو کچھ اندازہ نہیں لگا سکتا۔ البتہ صدر صاحب کا کہنا ہے کہ بہت جلد یہ پراجیکٹ مکمل ہو جائے گا"...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کاش۔ ہمارے اس خواب کو آج ہی تعبیر مل جائے"...... کوشیلا نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم فکر مت کرو۔ اب وہ دن زیادہ دور نہیں۔ بس تھوڑا سا انتظار کرنا ہے اور بس"...... رابرٹ نے کہا اور پھر وہ مسکرانے لگا اور اسی وقت ایک ملازم ان کے لئے ہاٹ کافی لے آیا۔ اس نے ہاٹ کافی کا ایک ایک کپ ان دونوں کے سامنے رکھا اور پھر خود باہر چلا گیا۔ کافی پینے کے بعد وہ دونوں مختلف فائلوں کا مطالعہ کرنے لگے۔ اس دوران چند فون کالیں بھی آئیں جو رابرٹ نے

رسیو کیں۔ ان کالوں کو رابرٹ نے بے دلی سے سنا کیونکہ اسے لکی کی کال کا انتظار تھا جو دو گھنٹے گزر جانے کے باوجود ابھی تک نہیں آئی تھی۔ پھر تقریباً اڑھائی گھنٹے کے بعد سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو رابرٹ نے رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"سر۔ لکی بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے لکی کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"...... رابرٹ نے سخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"سر۔ ابھی تک شمعون کے قاتلوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ پولیس کو ایک شخص نے بتایا ہے کہ وہ رات کو کار پر جا رہا تھا کہ اس نے شمعون کو نشے میں بہت زیادہ دھت دیکھا۔ شمعون سڑک پر گرا ہوا تھا اور ایک عورت اسے کھڑا ہونے میں مدد دے رہی تھی اور چونکہ اس عورت کے بال اس کے چہرے پر آگے کی طرف تھے اس لئے وہ شخص اس عورت کا چہرہ نہ دیکھ سکا"۔ لکی نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو رابرٹ یکدم شدید غصے میں آ گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اپنی ناکامی کا اعلان کر رہے ہو اور ناکامی کا مطلب تو تمہیں معلوم ہی ہو گا"...... رابرٹ نے غراتے ہوئے کہا۔

"یس۔ سر۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ بہت جلد ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ ناکامی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"...... دوسری طرف

سے لکی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اگر تم ناکام رہے تو تم سب کے ڈیتھ وارنٹ جاری ہو جائیں گے۔ سمجھے تم''...... رابرٹ نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''لگتا ہے ایکریمیا میں موجود ہمارے ایجنٹ نکمے ہو گئے ہیں اس لئے انہیں تبدیل کرنا پڑے گا''...... رابرٹ نے منہ بناتے ہوئے کہا تو کوشیلا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی جس پر رابرٹ کو مزید غصہ آ گیا۔

''میرا بی پی ہائی ہو رہا ہے اور تم ہنس رہی ہو''...... رابرٹ نے غراتے ہوئے کہا۔

''کام کی بہت زیادتی ہے اور تمہیں تفریح کا موقع نہیں مل رہا اس لئے تمہارا یہ حال ہو رہا ہے۔ تم ایک معمولی سی بات کو خود پر سوار کر رہے ہو''...... کوشیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ہم اس وقت بہت اہم اور خفیہ پراجیکٹ پر کام کر رہے ہیں''...... رابرٹ نے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ شمعون اس پراجیکٹ کی وجہ سے مارا گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کے قتل کی وجہ کوئی اور ہے۔ اس پراجیکٹ کے بارے میں تو ہمارے سینئر ایجنٹ کچھ نہیں جانتے جبکہ شمعون تو بالکل ہی لاتعلق تھا۔ ہمارا یہ پراجیکٹ اتنا خفیہ ہے کہ ہم دونوں بھی لیبارٹری کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لہٰذا تمہیں فکر

کرنے کی ضرورت نہیں۔ پراجیکٹ کو کچھ نہیں ہو گا''...... کوشیلا نے ایک مرتبہ پھر رابرٹ کو سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ مطمئن سا ہو گیا۔

''ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میرے ذہن پر کام کا بوجھ زیادہ ہو گیا ہے''...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اسی لئے تو میں چاہتی ہوں کہ آج رات ہم کچھ تفریح کر لیں اور پھر مکمل آرام بھی کریں تاکہ صبح ہم صحیح طریقے سے کام کر سکیں''...... کوشیلا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو رابرٹ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں آج رات کے لئے تمہاری پسندیدہ شراب منگوا لیتا ہوں۔ بہت عرصے سے ہم پرسکون نیند نہیں سوئے مگر آج رات ہم پرسکون نیند سوئیں گے''...... رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہیں شراب منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود مارکیٹ جاتی ہوں اور شراب لے آتی ہوں کیونکہ مجھے کچھ دوسری شاپنگ بھی کرنی ہے۔ اوکے۔ اب ہماری ملاقات رات کو ہو گی''...... کوشیلا نے کہا اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے رابرٹ سے ہاتھ ملایا اور پھر دفتر سے باہر چلی گئی۔ رابرٹ کو کچھ ضروری فون کالز کرنی تھیں اس لئے اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

''قاسم۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے''...... تنویر نے سنجیدہ لہجے میں قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت جہاز میں سوار تھے اور جہاز جنوبی افریقہ کی جانب پرواز کر رہا تھا۔ وہ سب اپنی اصل شکلوں میں تھے۔ قاسم تنویر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور تنویر کافی دیر سے شرارت کے موڈ میں تھا۔

''ہی۔ ہی۔ تانویر بھائی۔ آپ کوئی بچہ وچہ ہو جو آپ کو ڈر لاگتا ہے''...... قاسم نے ہنستے ہوئے کہا۔ قاسم کے ہنسنے کی وجہ سے اس کا بھاری بھرکم وجود بھی ہلنے لگا تھا۔

''ارے۔ ارے۔ اسی بات سے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ تمہارے اس طرح ہلنے سے جہاز بے قابو ہو کر نیچے گر سکتا ہے''...... تنویر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ تنویر کو خوفزدہ دیکھ کر قاسم بھی خوفزدہ ہو گیا اور اس کا تھرتھراتا ہوا جسم یکدم ساکت ہو گیا۔

''کائیسے۔ کائیسے۔ میرے ہلنے سے جہاز کائیسے نیچے گر سکتا ہے''...... قاسم نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''کیا تم نے خود محسوس نہیں کیا کہ جب تم ہلتے ہو تو جہاز کو جھٹکے لگنے لگتے ہیں''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ میں نے تو جرا بھی محسوس نہیں کیا''...... قاسم نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ پائلٹ بھی کہہ رہا تھا کہ ہمارے جہاز میں ہاتھی کی جسامت والا آدمی قاسم سوار ہے۔ اگر وہ جہاز میں پھسل کر گر گیا تو جہاز کو گرنے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اب تم بہت احتیاط کرنا۔ کہیں آتے جاتے جہاز میں گر نہ پڑنا''...... تنویر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے تانویر بھائی۔ میں جہاز میں نہیں گروں گا''۔ قاسم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''مبارک ہو جولیا۔ اب تنویر تانویر ہو گیا ہے اور ویر کا مطلب تو تمہیں معلوم ہی ہو گا''...... عمران نے قاسم کی بات سننے کے بعد اونچی آواز میں کہا کیونکہ قاسم اور تنویر سے آگے والی سیٹوں پر جولیا اور عمران بیٹھے ہوئے تھے اور وہ قاسم اور تنویر کی باتیں سن رہے تھے۔

''نہیں۔ مجھے ویر کا مطلب تو نہیں آتا''...... جولیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ویر ہماری ایک مقامی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بھائی۔ اب تم بھی تنویر کو اس کے اصل نام یعنی تان ویر سے ہی مخاطب کیا کرو۔ بے چارے کو بڑی حسرت ہے کہ جولیا اسے ویر کہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو تنویر کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمودار ہو گئے لیکن وہ خاموش رہا۔

"اچھا۔ پھر تو تم بھی تنویر کو ویر ہی کہا کرو"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تو نجانے کب سے اسے اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں تم سے بڑا ہوں۔ تم تو ابھی چوسنی چوستے ہو"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ تم بھی عمر کے ذکر پر عورتوں کی طرح چڑ جاتے ہو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں کیوں عورتوں کی طرح چڑنے لگا۔ تم خود ہی چڑو"...... تنویر نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ تنویر کے اس طرح شرمندہ ہونے پر قریب بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی مسکرانے لگے تھے۔ چونکہ رات کا وقت تھا اور اکثر مسافر اونگھ رہے تھے اس لئے عمران نے بھی خاموش رہنا بہتر سمجھا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر وہ سب بھی اونگھنے لگے۔

قاسم کو واش روم کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ ڈر رہا تھا

کہ کہیں جہاز میں گر نہ جائے اس لئے وہ اٹھ نہیں رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک تو بیٹھا رہا پھر مجبوراً وہ اٹھا اور سیٹ سے باہر نکل کر واش روم کی طرف بڑھا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنی سیٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ یکدم لڑکھڑایا اور نیچے گر گیا۔ دراصل جب وہ عمران کے قریب سے گزرنے لگا تو عمران کی ٹانگ اس کی ٹانگ سے الجھی تھی اور وہ لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ نیچے گرتے ہی اسے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ جہاز سمیت زمین پر جا رہا ہو۔

"ارے۔ روکو۔ روکو۔ سالو۔ جاز کو روکو۔ جاز نیچے گر رہا ہے"...... قاسم نے شور مچاتے ہوئے کہا تو اس کا شور سن کر سوئے ہوئے کئی مسافر گھبرا کر جاگ گئے۔ وہ بھی یہی سمجھے تھے کہ واقعی جہاز زمین پر گر رہا ہے۔ جہاز میں بیک وقت کئی چیخیں بلند ہوئیں۔ قاسم کا شور سن کر اور اسے گرتے ہوئے دیکھ کر دو سیکورٹی اہلکار اس کی طرف بڑھے جبکہ ایئر ہوسٹس نے فوراً ہی جہاز کے پائلٹ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا تو پائلٹ نے مائیک پر اعلان کر کے تمام مسافروں کو خاموش کرایا اور انہیں بتایا کہ یہ افراتفری محض ایک مسافر کے پھسل کر گرنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ نہ تو جہاز کو کوئی نقصان ہوا ہے اور نہ ہی جہاز میں کوئی دہشت گرد آیا ہے کیونکہ دور بیٹھے ہوئے مسافر یہ سمجھ کر شور مچانے لگے تھے کہ شاید جہاز میں کوئی دہشت گرد آ گیا ہے اس لئے جہاز میں افراتفری اور شور وغل ہو

رہا ہے۔

سیکورٹی والوں نے بمشکل قاسم کو اٹھایا اور اسے سیٹ پر بٹھایا۔ قاسم بہت شور مچا رہا تھا لیکن سیکورٹی والوں کو اس کی زبان ہی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ سیکورٹی والوں نے تنویر سے گزارش کی کہ وہ قاسم کو خاموش کرائے۔

''قاسم۔ خاموش ہو جاؤ۔ اگر تم خاموش نہ ہوئے تو جہاز والے تمہیں جہاز کی کھڑکی سے نیچے گرا دیں گے''...... تنویر نے قاسم کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تو اس کی دھمکی سن کر قاسم فوراً ہی خاموش ہو گیا۔ اس ہنگامے نے جہاز میں موجود تمام افراد کو متاثر کیا تھا مگر عمران کی آنکھیں بدستور بند تھیں اور وہ سیٹ سے سر ٹکائے اونگھ رہا تھا اور اس کے خراٹے نشر ہو رہے تھے۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ جہاز میں گرنا نہیں''...... تنویر نے قاسم کو گھورتے ہوئے کہا۔

''ابے سالے تانویر۔ مجھے گسہ وسہ نہ دکھانا''...... قاسم نے بھی غصیلے لہجے میں کہا کیونکہ وہ سر عاصم کے علاوہ کسی کا غصہ برداشت نہیں کرتا تھا۔ تنویر چونکہ اس کی طبیعت سے واقف تھا اس لئے تنویر نے فوراً ہی اپنے غصے پر قابو پا لیا۔

''قاسم بھائی۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ جہاز میں گرنا نہیں مگر پھر بھی تم گر گئے''...... تنویر نے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''ابے۔ میں کھد نہیں گرا بلکہ مجھے کسی نے گرایا ہے''...... قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ میں سمجھ گیا۔ یہ ساری شرارت عمران کی ہے''...... تنویر نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابے نہیں۔ میرے کھالہ جاد پر الجام نہ لگا۔ میرے گرنے سے جہاز گر سکتا ہے جس سے میری سادی کا پروگرام کینسل ہو سکتا ہے اور میرا کھالہ جاد میری شادی کے واسطے مجھے اپھریقہ لے کر جا رہا ہے''...... قاسم نے کہا کیونکہ وہ عمران کے خلاف بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں تھا اس لئے اس نے تنویر کی بات کو رو کر دیا۔

''وہ تمہیں شادی کے لئے افریقہ نہیں لے جا رہا بلکہ اس لئے اپنے ساتھ لے جا رہا ہے کہ افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آدمخور وحشیوں کے سامنے تمہیں ڈال دے اور وہ تمہیں بھون کر کھا جائیں''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''مجھے بچہ وچہ سمجھ لیا ہے کیا تم نے۔ میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ مجھے مالوم ہے تم میرے کھالہ جاد کے کھلاپ بولتے رہتے ہو''...... قاسم نے اب بھی تنویر کی بات کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

''اچھا نہ مانو۔ میری بلا سے۔ جب وحشی تمہارا گوشت کھا رہے ہوں گے تو پھر میں تم سے پوچھوں گا''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تانویر بھائی۔ بلا کو یاد واد نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں اللہ میاں

محفوظ رکھے ہر بلا سے''...... اس مرتبہ قاسم نے تنویر کو سمجھانے والے انداز میں کہا تو تنویر نے منہ بنا لیا اور پھر اس نے بھی آنکھیں بند کر لیں کیونکہ وہ اس سے مزید بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے آنکھیں بند کرتے دیکھ کر قاسم نے جہاز کے دیگر مسافروں پر نظر ڈالی تو تمام مسافر اونگھ رہے تھے۔ صرف جوزف ہی واحد آدمی تھا جو اپنی سیٹ پر چوکنا بیٹھا ہوا تھا۔ جوزف اور چوہان اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ چوہان بھی اس وقت اونگھ رہا تھا۔ سب مسافروں کا جائزہ لینے کے بعد قاسم نے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''سلیمان صاحب۔ آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی''...... جگدیش نے سلیمان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کرنل فریدی اپنے ساتھیوں طارق، کیپٹن حمید، سلیمان، جگدیش، انور، روزا اور انسپکٹر ریکھا کے ساتھ جنوبی افریقہ کے کیپٹل سٹی پہنچ چکا تھا۔ اس نے ایک ہوٹل میں تین کمرے بک کرائے تھے۔ ایک روزا اور ریکھا کے لئے جبکہ باقی دو کمرے اپنے اور ساتھیوں کے لئے تھے۔ ہوٹل پہنچتے ہی کرنل فریدی اور طارق تو غائب ہو گئے جبکہ باقی ساتھی ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ویٹر نے انہیں کافی سرو کر دی تھی۔ وہ کافی پینے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہے تھے۔

''بہت سی لڑکیوں نے مجھے پرپوز کیا ہے مگر دل نے کسی کے لئے ہاں نہیں کی''...... سلیمان نے جگدیش کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا تو ان سب نے سلیمان کو حیرت سے دیکھا۔

''کسی بھی لڑکی کے لئے آپ کا دل کیوں نہیں مانا سلیمان صاحب''...... روزا نے سلیمان سے پوچھا۔

''سچ سچ بتا دوں''...... سلیمان نے محبت پاش نظروں سے روزا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ ہم سچ ہی تو جاننا چاہتے ہیں''...... انسپکٹر ریکھا نے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کہتے ہیں کہ سچ کو مرچیں ہوتی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ آپ ناراض نہ ہو جائیں''...... سلیمان نے ڈرے ہوئے انداز میں ریکھا اور روزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں انکل۔ ڈرو نہیں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ دو''۔ روزا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''دھت تیرے کی۔ سارا خوشگوار موڈ چوپٹ کر دیا۔ کیا میں تمہیں انکل نظر آتا ہوں''...... سلیمان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو روزا اور ریکھا بے اختیار ہنسنے لگیں۔

''ارے سلیمان صاحب۔ میں نے تو مذاق میں انکل کہا ہے۔ آپ ہمارے انکل کہاں ہیں۔ آپ کی عمر میں اور ہماری عمر میں بہت تھوڑا سا فرق ہوگا''...... روزا نے کہا۔

''جی ہاں۔ بہت معمولی سا فرق۔ یہی کوئی چالیس سال کا''۔ اس مرتبہ ریکھا نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر روزا ایک بار پھر مسکرانے لگی اور سلیمان نے منہ بنا لیا۔ ریکھا ویسے

سنجیدہ طبیعت کی مالک تھی لیکن اس وقت وہ مذاق کے موڈ میں تھی۔ ویسے ریکھا کو مزاح کے موڈ میں دیکھ کر اس کے ساتھیوں کو حیرت ہو رہی تھی کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے ریکھا کو اس موڈ میں نہیں دیکھا تھا۔ البتہ روزا تھی ہی مزاحیہ طبیعت کی مالک۔ مذاق کرنا اور مذاق برداشت کرنا اس کی عادت میں شامل تھا۔

''جی ہاں۔ آپ ابھی ایک ایک ماہ کی ہیں جبکہ میں چالیس سال کا ہو چکا ہوں''...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو روزا اور ریکھا ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑیں اور پھر وہ کافی دیر تک ہنستی رہیں۔

''سلیمان صاحب۔ آپ ناراض ہوتے ہیں تو بہت ہی اچھے لگتے ہیں''...... روزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ مجھے ہر وقت ناراض ہی رہنا چاہئے''۔ سلیمان نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ آپ کی سچ والی بات تو درمیان میں ہی رہ گئی''...... روزا نے سلیمان کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہاں۔ کیا بات ہو رہی تھی''...... سلیمان نے ایک بار پھر روزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ بتا رہے تھے کہ کوئی لڑکی آپ کے دل کو اچھی نہیں لگی''...... روزا نے کہا۔

''ہاں۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو واقعی مجھے کوئی لڑکی اچھی نہیں لگی

تھی لیکن اب کچھ دنوں سے دو لڑکیاں مجھے اچھی لگنے لگی ہیں''۔ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ دو لڑکیاں''...... روزا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ لڑکیاں تو میں غلط کہہ گیا۔ وہ دونوں تو تمہاری عمروں کی ہیں''...... سلیمان نے کہا تو اس کی بات سن کر کیپٹن حمید، جگدیش اور انور ہنسنے لگے کیونکہ سلیمان نے فوراً ہی بدلہ لے لیا تھا۔ سلیمان کے اس مذاق پر روزا اور ریکھا بھی محظوظ ہوئیں۔ ان کے درمیان مذاق کی وجہ سے بے تکلفی پیدا ہو گئی تھی اور کچھ دیر پہلے تک انہیں سلیمان سے جو اجنبیت محسوس ہو رہی تھی اب وہ اجنبیت دور ہو چکی تھی۔

''ویسے سلیمان صاحب۔ آپ بتائیں تو سہی کہ آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی''...... روزا نے پوچھا۔

''ابھی تک آپ کے کرنل صاحب اور عمران صاحب بھی تو کنوارے ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''ان کا پروفیشن ہی ایسا ہے۔ شاید اس لئے وہ کنوارے ہیں لیکن تمہاری مصروفیات تو ایسی نہیں کہ تمہیں شادی کا وقت ہی نہ ملے''...... کیپٹن حمید نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''لوگ دل کے ہاتھوں بھی مجبور ہو کر شادی نہیں کرتے''۔ سلیمان نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ آپ کے دل کے ساتھ کیا مسئلہ پیش آ گیا''۔

انسپکٹر ریکھا نے پوچھا۔

''دو لڑکیاں ایسی ہیں جن سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ ان دونوں نے ہی انکار کر دینا ہے۔ بس اسی وجہ سے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی''...... سلیمان نے غمگین لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ بیک وقت دو لڑکیوں سے شادی کرنا چاہتے ہیں''...... انور نے حیرت بھرے لہجے میں سلیمان سے پوچھا۔

''کاش۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک لڑکی ہاں کر دے''۔ سلیمان نے ریکھا اور روزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سلیمان صاحب۔ آپ کو کون لڑکی انکار کر سکتی ہے۔ آپ صاحب فن ہیں۔ ہینڈسم اور جوان آدمی ہیں۔ آپ کے ساتھ جس لڑکی کی شادی ہو گی وہ تو خوش قسمت لڑکی ہو گی''...... روزا نے کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ مجھے انکار ہی سننا پڑے گا''...... سلیمان نے ایک بار پھر غمگین سے لہجے میں کہا۔

''آپ مجھے ان لڑکیوں کے بارے میں بتائیں۔ میں انہیں سمجھاؤں گی اور ایک لڑکی کو تو میں لازماً قائل کر لوں گی''...... روزا نے کہا تو سلیمان کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم وعدہ کرتی ہو کہ تم ان لڑکیوں کو سمجھاؤ گی''...... سلیمان نے

اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ بالکل سمجھاؤں گی۔ آپ بتائیں تو سہی"...... روزا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"آہ مس روزا۔ تم حسنائیں بھی کتنی انجان ہوتی ہو۔ بالکل شمع کی طرح کہ پروانے شمع پر جل مرتے ہیں اور شمع کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا"...... سلیمان نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ سلیمان کی اس بات پر ایک لمحے لئے تو خاموشی طاری رہی پھر ریکھا اور روزا قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں اور وہ دونوں کافی دیر تک ہنستی رہیں جبکہ کیپٹن حمید نے برا سا منہ بنا لیا تھا۔ روزا اور ریکھا سے سلیمان کا یہ مذاق اسے اچھا نہیں لگا تھا لیکن ریکھا اور روزا چونکہ محظوظ ہو رہی تھیں اس لئے کیپٹن حمید کچھ نہ بولا۔ پھر اچانک ہی روزا چونکی اور اس نے فوراً ہی اپنا سانس روکنے کی کوشش کی لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔ کمرے میں انتہائی تیز بو یکدم ہی پھیلی تھی اور وہ سب بے ہوش ہو کر گر گئے۔

وہ سب اس وقت جنوبی افریقہ کے دارالحکومت پریٹوریا کے کیپٹل ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ انہیں اس ہوٹل میں پہنچے صرف دس منٹ ہی ہوئے تھے۔ عمران نے ہوٹل میں چار کمرے بک کرائے تھے۔ ایک کمرہ جولیا اور روشی کے لئے، ایک قاسم کے لئے اور باقی دو کمرے دیگر افراد کے لئے۔ قاسم کے لئے الگ کمرہ اس لئے بک کرایا گیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی بھی کمرہ شیئر کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کے خراٹوں کی آواز اتنی زور دار اور خوفناک تھی کہ اس کی موجودگی میں کسی کو بھی نیند نہیں آ سکتی تھی۔ اپنا سامان مختلف کمروں میں رکھنے کے بعد وہ ایک ہی کمرے میں جمع ہو گئے تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں ہاٹ کافی پی کر تازہ دم ہو جانا چاہئے"۔ صفدر نے کہا تو سبھی نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر اس نے

ہاٹ کافی کا آرڈر دے دیا۔

''جوزف۔ تم اپنے وطن پہنچ گئے ہو۔ تمہیں تو بہت خوشی محسوس ہو رہی ہو گی''...... روشی نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کسی زمانے میں افریقہ میرا وطن ضرور تھا لیکن اب نہیں۔ اب میرے باس کا وطن ہی میرا وطن ہے اور دوسری بات یہ کہ میں پہلے بھی افریقہ کی مہذب دنیا کا باسی نہیں تھا بلکہ میں تو افریقہ کے جنگلوں کا شہزادہ کہلاتا تھا اور اب بھی مجھے اسی وقت خوشی ہو گی جب ہم افریقہ کے خوفناک و خطرناک جنگلوں میں جائیں گے''۔ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کھوپ ناک اور کھطر ناک جنگلات۔ یہ کیا کہہ رہے ہو جوجف بھائی''...... قاسم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا تو جوزف نے پہلے قاسم اور پھر عمران کی طرف دیکھا۔

''خطرناک اور خوفناک تو دوسروں کے لئے ہیں۔ میں تو ان جنگلوں کا شہزادہ ہوں اور جنگل کے جس قبیلے کی شہزادی سے آپ کی شادی ہونی ہے وہ سارا قبیلہ تو مجھے سردار مانتا ہے''......جوزف نے قاسم کا خوف دور کرنے کے لئے کہا تو جوزف کی بات سن کر قاسم خوش ہو گیا۔

''اچھا۔ میری سادی سہزادی سے ہو رہی ہے''...... قاسم نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ شہزادی بھی انسانوں کا گوشت کھانے والی ہو گی اور قاسم کا

گوشت تو اسے سال بھر کے لئے کافی رہے گا۔ اگر وہ روزانہ کباب اور کوفتے بنا کر کھائے گی تب بھی ختم نہیں ہو گا''......تنویر نے کہا تو قاسم کے چہرے پر ایک بار پھر خوف کے تاثرات پھیل گئے۔

''تنویر۔ کیا تم قاسم کو بزدل انسان سمجھتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ قاسم ایک دلیر اور بہادر نوجوان ہے۔ تم دیکھ لینا جنگلات میں یہ تم سے زیادہ بہادری دکھائے گا''...... عمران نے کہا تو قاسم کا سینہ یکدم پھول گیا اور اس کے چہرے سے ڈر و خوف کا نام و نشان مٹ گیا۔

''ہاں۔کوئی جانگلی میرے سامنے آئے تو سہی۔ سالے کو ایسا پٹخا دوں گا کہ اس کا دم نکل جائے گا''...... عمران کی توقع کے عین مطابق قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تنویر۔ قاسم کئی بار کرنل فریدی کے ساتھ خطرناک مشن پر جا چکا ہے اور ان مشنز میں قاسم نے بہادری کے ایسے کارنامے دکھائے کہ کرنل صاحب بھی حیران رہ گئے۔ تم نے قاسم کو معمولی انسان سمجھ کر بہت بڑی غلطی کی ہے''...... عمران نے ایک بار پھر قاسم کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''تانویر بھائی نے گلطی کی ہے تو انہیں ماپھی مانگنی چاہئے''۔ قاسم نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''قاسم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ عمران تمہیں یہاں شادی کے

لئے نہیں لایا''...... تنویر نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تاکہ اسے عمران پر غصہ آئے اور وہ عمران کو تنگ کرے لیکن عمران بھلا تنویر اور قاسم کی باتوں میں کہاں آنے والا تھا۔ وہ تو ان جیسوں کو ہینڈل کرنا اچھی طرح جانتا تھا۔

''تنویر۔ تم اپنی طرح قاسم کو بھی ندیدہ سمجھتے ہو۔ قاسم کوئی لالچی ہے کہ وہ شادی کے لالچ میں افریقہ آتا۔ قاسم میرا خالہ زاد ہے اور میری محبت میں میرے ساتھ آیا ہے۔ اب اگر تم نے قاسم کے بارے میں کوئی غلط بات سوچی تو قاسم تمہاری گردن دبا دے گا اور میں اسے منع بھی نہیں کروں گا''...... عمران نے تنویر کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ یہ مجھے لالچی سمجھتا ہے۔ یعنی نواب قاسم لالچی ہو گیا۔ کروڑوں کا بجنس، اربوں کی جائیداد ہوتے ہوئے بھی میں لالچ کروں گا''...... قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا اور تنویر کو گھورنے لگا۔

''قاسم بھائی۔ عمران تمہیں بہکا رہا ہے۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا''...... تنویر نے نرم لہجے میں کہا۔ روانگی سے کچھ دیر پہلے ایکسٹو نے تنویر کو سختی سے ہدایت کی تھی کہ وہ اس مشن کے دوران غصہ ہرگز نہ کرے اس لئے وہ غصہ نہیں کر رہا تھا۔

''ارے۔ کھبر دار۔ میرے کھالہ جاد کو سیطان مت کہنا''۔ قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں نے کب عمران کو شیطان کہا ہے''...... تنویر نے حیرت

بھرے لہجے میں کہا۔

''ابھی تم نے میرے کھالہ جاد کو بہکانے والا کہا ہے اور بہکانے والا سیطان ہی ہوتا ہے''...... قاسم نے تنویر کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا تو تنویر نے ایک طویل سانس لیا۔ قاسم کو عمران کے خلاف کرنا اسے ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے قاسم کو مکمل طور پر ہی قابو کر لیا تھا۔

''اچھا بابا ٹھیک ہے۔ تم اور تمہارا کھالہ جاد سچے ہیں باقی سب جھوٹے ہیں''...... تنویر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''باقی لوگ موگ کچھ بولیں گے تو سچ جھوٹ کا پتہ لگے گا نا''...... قاسم نے کہا تو اس کی بات سن کر سب مسکرانے لگے۔ واقعی باقی ساتھی اس دوران خاموش بیٹھے رہے تھے۔ ان دونوں کی باتوں کے دوران ہی انہیں ہاٹ کافی سرو کر دی گئی تھی اور وہ ہاٹ کافی پی چکے تھے۔ جیسے ہی عمران کا کپ خالی ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم حسب عادت ہمیں یہاں بٹھا کر خود غائب ہونا چاہتے ہو''...... جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''میں کچھ ہی دیر میں واپس آ جاؤں گا''...... عمران نے جولیا کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ کی یہ عادت اچھی نہیں ہے''...... چوہان

نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب ہم سب اکٹھے ہوتے ہیں تو ہمیں ہر کام اکٹھے ہی کرنا چاہئے"...... خاور نے چوہان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"بعض کام ایک یا دو آدمیوں کے ہوتے ہیں اور ایسے کاموں کو ایک یا دو آدمی ہی کریں تو اچھا ہے ورنہ وہ کام بگڑ بھی سکتے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جوزف کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو جوزف فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دونوں ہی کمرے سے باہر نکل گئے۔

"یہ ہمیشہ ہی ہمیں ذلیل کرتا ہے"...... عمران اور جوزف کے جانے کے بعد تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تنویر۔ اس مرتبہ چیف نے ہمیں عمران کے ساتھ نہیں بھیجا اور نہ ہی عمران ہمیں زبردستی لایا ہے بلکہ عمران کے ساتھ آنے کی ضد ہم لوگوں کی تھی۔ سو اب تمہیں عمران کے خلاف باتیں زیب نہیں دیتیں"...... صفدر نے تنویر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جہاں ہماری ضرورت ہوتی ہے وہاں عمران صاحب ہم سے کام لیتے ہیں اور جہاں ہمارا کوئی کام نہ ہو وہاں ہم عمران کے ساتھ جا کر کیا کریں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"اب یقیناً عمران جنگلات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا ہے اور جوزف کو اسی لئے اپنے ساتھ لے گیا ہے کہ جوزف اس سلسلے میں اس کے کام آ سکتا ہے"...... روشی نے بات

کرتے ہوئے کہا۔ وہ سبھی چونکہ عمران کے حق میں بول رہے تھے اس لئے تنویر خاموش ہو گیا۔

"او کے۔ عمران کی واپسی تو اب کافی دیر بعد ہو گی اس لئے ہمیں کچھ آرام کر لینا چاہئے"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد تنویر نے کہا اور پھر وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"جو آرام کرنا چاہتا ہے کر لے۔ ہم بازار سے ہو آتی ہیں۔ کیوں روشی تمہارا کیا خیال ہے"...... جولیا نے پہلے صفدر اور پھر روشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور روشی خود بھی یہی چاہتی تھی۔

"بہت نیک خیال ہے۔ کچھ شاپنگ بھی ہو جائے گی"...... روشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاف در بھائی۔ اس مولک کی فل فلوٹیاں کیسی ہوتی ہیں"۔ قاسم نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"قاسم بھائی۔ یہاں کی لڑکیاں بہت ہی ظالم ہوتی ہیں۔ خاص طور پر شادی شدہ مرد انہیں گھور کر دیکھ لے تو وہ فوراً ہی سینڈل اتار لیتی ہیں"...... جولیا نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایک بات تو یہ ہے کہ آپ مجھے بھائی نہ کہا کریں"...... قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ میں آپ کو بھائی کیوں نہیں کہہ سکتی"...... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مالوم کسی دن آپ کے دل میں میرے لئے رحم پیدا ہو

جائے اور آپ میرے ساتھ سادی کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر بھائی کہنا تو اچھا نہیں لگے گا نا''...... قاسم نے کہا تو روشی بے اختیار مسکرانے لگی جبکہ جولیا کا منہ بن گیا۔ قاسم کی بات سن کر تنویر کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر قاسم کی طرف دیکھا لیکن قاسم اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ تو بڑی میٹھی نظروں سے جولیا کو دیکھ رہا تھا۔ چونکہ وہ سب قاسم کی نیچر سے واقف تھے اور قاسم ایک بے ضرر اور معصوم سا نوجوان تھا اور ایکسٹو نے خاص طور پر انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ قاسم کی ہر بات برداشت کریں کیونکہ قاسم مہمان کی حیثیت سے ان کے ساتھ جا رہا ہے اور انہوں نے ایکسٹو سے وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ عمران اور قاسم کی ہر بات برداشت کریں گے اس لئے جولیا نے قاسم کی اس بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے روشی کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے گئی۔

روشی نے شمعون کے کوٹ اور شرٹ کی تلاشی بھی لی تھی۔ کوٹ میں ایک خفیہ جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ برآمد ہوا تھا۔ اس کارڈ پر کوئی لفظ پرنٹ نہیں تھا۔ البتہ سنہری رنگ کے دو سانپوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ روشی نے وہ کارڈ بھی عمران کو دے دیا تھا۔ کارڈ کے متعلق معلومات حاصل کرنے پر عمران کو معلوم ہوا تھا کہ یہ نشان ڈیتھ کلر کا مخصوص نشان ہے جو کہ نہایت ہی خطرناک تنظیم ہے۔ اس تنظیم کا چیف رابرٹ ہے اور رابرٹ انتہائی سفاک ترین انسان ہے۔

ڈیتھ کلر کا ہیڈکوارٹر وائٹ پیلس بتایا گیا تھا جو کہ گرین روڈ پر ایک بہت بڑی کوٹھی تھی۔ یہ کوٹھی بظاہر ایک انٹرنیشنل فرم کے دفتر کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ عمران، جوزف کے ساتھ ایک ٹیکسی پر وائٹ پیلس پہنچا تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو

کرایہ ادا کیا اور پھر وہ وائٹ پیلس کے بڑے سے گیٹ کی طرف بڑھا جو اس وقت کھلا ہوا تھا۔ گیٹ کے قریب چار مسلح افراد کھڑے تھے۔ عمران نے کھلے گیٹ سے اندر کا جائزہ لیا۔ گیٹ کے قریب ہی ایک کیبن بنا ہوا تھا جس پر استقبالیہ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف کار پارکنگ کے لئے جگہ بنی ہوئی تھی۔

گیٹ سے تقریباً پانچ سو گز کے فاصلے پر چند کمرے بنے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ عمران نے ایک ہی نظر میں جائزہ لے لیا اور پھر وہ استقبالیہ کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ مسلح افراد نے اسے گھور کر دیکھا لیکن زبان سے وہ کچھ نہ بولے۔ انہوں نے عمران کو کیبن میں جانے سے منع بھی نہیں کیا تھا۔ عمران، جوزف کے ساتھ استقبالیہ کیبن میں داخل ہوا تو وہاں موجود لڑکی نے چونک کر عمران اور جوزف کی طرف دیکھا۔

”یس سر“...... لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

”ہم نے رابرٹ سے ملنا ہے مس“...... عمران نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

”مس لیزی۔ میرا نام لیزی ہے۔ فرمائیے آپ کس سلسلے میں باس سے ملنا چاہتے ہیں“...... لیزی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم نے ایک بہت بڑی ڈیل کرنی ہے۔ کروڑوں ڈالرز کا معاملہ ہے۔ ایکریمیا کے مسٹر ڈارک کا حوالہ کافی رہے گا“۔ عمران

نے کہا۔

”آپ تشریف رکھیں میں باس سے پوچھتی ہوں“...... لیزی نے ایک کونے میں رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ جوزف اس کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔

”آپ بھی تشریف رکھیں“...... لیزی نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا مگر جوزف نے انکار میں سر ہلا دیا۔

”آپ اس کی بات چھوڑیں۔ آپ اپنے باس سے بات کریں“...... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو لیزی نے فوراً ہی انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

”سر۔ میں لیزی بول رہی ہوں کاؤنٹر سے۔ یہاں دو آدمی آئے ہیں جو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس ایکریمیا کے سر ڈارک کی ٹپ موجود ہے“...... لیزی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے سر۔ رائٹ سر“...... دوسری طرف سے بات سننے کے بعد لیزی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے میز کے کونے میں لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا تو بیل بج اٹھی۔ گیٹ پر موجود چار مسلح افراد میں سے ایک تیزی سے چلتا ہوا کیبن میں آ گیا۔

”یس مس“...... مسلح آدمی نے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ باس کے مہمان ہیں۔ انہیں باس کے کمرے تک پہنچا دو“۔

لیزی نے کہا۔

''اوکے مس۔ آیئے سر''...... مسلح آدمی نے پہلے لیزی اور پھر عمران اور جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سر۔ اگر آپ کے پاس کوئی اسلحہ ہے تو آپ یہاں دے جائیں۔ واپسی پر آپ کو مل جائے گا''...... جیسے ہی عمران اور جوزف کیبن سے باہر جانے کے لئے مڑے تو لیزی نے کہا۔

''ارے نہیں۔ بھلا ہمارا اسلحہ سے کیا تعلق''......عمران نے رک کر مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں مسلح آدمی کے ساتھ کیبن سے باہر نکل آئے۔ کیبن سے باہر آ کر وہ کمروں کی طرف بڑھے۔ وہ برآمدے میں پہنچے تو عمران نے برآمدے میں لگے ہوئے نیلے رنگ کے بلب دیکھے جو ان کے برآمدے میں پہنچتے ہی جل کر بجھ گئے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ ان کے پاس اسلحہ کی موجودگی چیک کی گئی ہے اور اسلحہ ان کے پاس تھا ہی نہیں اس لئے عمران مطمئن تھا کہ رابرٹ ان سے روٹین کے مطابق ملے گا۔

''یہ باس کا آفس ہے آپ اندر تشریف لے جائیں''...... مسلح آدمی نے ایک دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔ وہ مسلح آدمی باہر ہی کھڑا رہ گیا جبکہ عمران اور جوزف دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ آفس کو نہایت ہی خوبصورت انداز سے سجایا گیا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک خوبرو نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر ایک کمپیوٹر بھی رکھا ہوا تھا۔

''تشریف رکھیئے''...... جیسے ہی وہ دونوں اندر داخل ہوئے اس نوجوان نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ جوزف اس کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔

''آپ بھی بیٹھیں''...... اس خوبرو نوجوان نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے بااخلاق لہجے میں کہا۔

''یہ میرا باڈی گارڈ ہے۔ میری موجودگی میں یہ بیٹھ نہیں سکتا''......عمران نے کہا۔

''اوکے۔ آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا''...... نوجوان نے کہا جس کا نام رابرٹ تھا۔

''میرا نام بلیک مین ہے''...... عمران نے رابرٹ کو اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

''عجیب نام ہے آپ کا۔ آپ ہیں تو گورے چٹے''۔ رابرٹ نے عمران کے نام پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہمارے ہاں نام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آپ نام کو چھوڑیں۔ یہ بتائیں میرا ایک کام کریں گے''......عمران نے رابرٹ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں۔ ہم تو بیٹھے ہی آپ لوگوں کی خدمت کے لئے ہیں''...... رابرٹ نے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

''ڈارک کی ٹپ بہت ہے یا ایک دو حوالے اور بھی دوں''۔ عمران

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ نہیں۔ کوئی اور حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کام بتائیں''...... رابرٹ نے جلدی سے کہا۔

''سنا ہے آپ شمعون کے قتل پر بہت پریشان ہیں''...... عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری اور پھر وہ نارمل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ میز کے کونے کی طرف بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ کال بیل کے بٹن تک پہنچتا عمران بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے سر پر پہنچ گیا۔ رابرٹ کو کسی انسان سے اس قدر پھرتی کی توقع نہیں تھی اس لئے اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت نظر آنے لگی تھی لیکن اسے حیرت زدہ رہنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ملا۔ اس کے کان کے نیچے عمران کا ایک پنچ لگا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنے حواس کو برقرار رکھنے کی کوشش کی لیکن اس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ عمران کے دوسرے پنچ نے اس کے ذہن کو تاریکیوں میں ڈبو دیا تھا۔

''جوزف۔ دروازہ بند کر دو''...... رابرٹ کے بے ہوش ہونے کے بعد عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا تو جوزف فوراً ہی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا جبکہ عمران خود ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس الماری کی تلاشی لینے

لگا۔ الماری سے اسے دو مشین پسٹل اور ایک خنجر مل گیا تھا۔ رسی کا ایک بنڈل بھی الماری میں موجود تھا جو عمران نے اٹھا لیا اور اس رسی سے عمران نے رابرٹ کو اچھی طرح باندھ دیا۔ اسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران جلدی سے انٹرکام کے قریب پہنچا اور اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

''لیس''......عمران نے رابرٹ کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''سر۔ آج آپ نے ایک لنچ میں شرکت کرنی ہے اور لنچ کا وقت ہونے والا ہے''...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی جو یقیناً رابرٹ کی پرسنل سیکرٹری تھی۔

''میرے آج خاص مہمان آ گئے ہیں اس لئے میری آج کی تمام مصروفیات کینسل کر دو اور اب جب تک میں خود کسی کو نہ بلاؤں کوئی میرے آفس میں نہ آئے۔ البتہ کوئی کال آ جائے تو وہ ملا دینا''...... عمران نے رابرٹ کی آواز میں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔

''جوزف۔ اسے ہوش میں لا کر اس کی زبان کھلواؤ''...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے باس۔ یہ ابھی طوطے کی طرح بولے گا''...... جوزف

نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور کمرہ چٹاخ کی آواز سے گونج اٹھا۔ جوزف کا تھپڑ اس قدر زور دار تھا کہ رابرٹ کا گال پھٹ گیا اور اس کے گال سے خون رسنے لگا جبکہ اس کے ساتھ ہی اس کے بندھے ہوئے جسم کو بھی ایک جھٹکا لگا تھا اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ لیکن آنکھیں کھلنے کے باوجود اس کا شعور بیدار نہیں ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک آنے میں چند سیکنڈ لگے۔ شعور بیدار ہوتے ہی اس نے تڑپ کر اٹھنا چاہا لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔

''کک۔ کیا۔ کیا مطلب۔ تم نے میرے آفس میں مجھے باندھ رکھا ہے''...... رابرٹ نے حیرت کی زیادتی سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

ابھی اس کا فقرہ بمشکل ہی مکمل ہوا تھا کہ جوزف کی ایک انگلی اس کی آنکھ میں گھس گئی اور اس کی ایک آنکھ کا ڈھیلا باہر آ گرا۔ رابرٹ کے حلق سے نکلنے والی چیخ بہت ہی کربناک تھی۔ جوزف نے اس پر بس نہیں کی بلکہ اس نے عمران سے خنجر لیا اور خنجر رابرٹ کے کان سے لگا کر خنجر پیچ کس کی طرح گھمانے لگا۔ رابرٹ کی چیخوں سے آفس گونجنے لگا تھا لیکن عمران کو اس کی چیخوں کی پرواہ نہیں تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس بلڈنگ کا ہر کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ کان پر گھومنے والے خنجر نے رابرٹ کو اذیت میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ یہ اذیت زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا اور جلد ہی بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بے ہوش ہونے پر جوزف نے اس کے منہ

پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ چوتھے یا پانچویں تھپڑ پر وہ چیخ مار کر ہوش میں آ گیا۔ اب اس کی گردن اور ماتھے پر اس کی بہت سی رگیں ابھر آئی تھیں۔ ماتھے پر ابھرنے والی رگوں میں سے ایک رگ پر جوزف نے خنجر کی مدد سے خراش ڈال دی جس کے بعد رابرٹ کا جسم بندھا ہونے کے باوجود تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے شعوری کیفیت ختم ہو چکی تھی۔

''تم مسلمانوں کے خلاف ایک منصوبے پر کام کر رہے ہو''۔ عمران نے سرد لہجے میں رابرٹ سے کہا۔

''ہاں۔ ریبون نامی سیارے کی مخلوق کے ساتھ مل کر ریئیم بم بنایا جا رہا ہے جسے ریبون سیارے کے سپریم سونک طیارے ایک گھنٹے کے اندر اندر تمام مسلم ممالک پر برسائیں گے اور یہ ممالک مکمل طور پر تباہ ہو جائیں گے جبکہ اس سے کچھ دیر پہلے مسلم ممالک میں سی ریز پھیلا دی جائیں گی جو ان مسلم ممالک کی تمام مشینری کو جام کر دیں گی''...... رابرٹ نے لاشعوری طور پر بولتے ہوئے کہا۔

''ریئیم بم تیار کرنے والی لیبارٹری کہاں ہے۔ جلدی بولو''۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ کسی کو بھی نہیں معلوم''...... رابرٹ نے بدستور لاشعوری انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے اس سلسلے میں بہت کام کیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے''۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں نے صرف کوتک کے جنگلات تک کام کیا ہے۔ ان جنگلات تک میں نے لیبر، اپنے دو سائنس دان اور کچھ مشینری پہنچائی ہے۔ کوتک کے جنگلات سے آگے خلائی مخلوق ریبونی اپنے ذرائع سے ان لوگوں کو اور مشینری کو لے گئی تھی"...... رابرٹ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ عمران نے جوزف کی طرف دیکھا اور اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ جوزف نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں رابرٹ کے آفس سے باہر آ گئے۔ پھر انہیں اس بلڈنگ سے باہر آنے میں صرف دو منٹ لگے تھے۔ چونکہ عمران نے رابرٹ کی آواز میں اس کی سیکرٹری کو مداخلت نہ کرنے کی ہدایت کر دی تھی اس لئے اس دوران کوئی مداخلت نہ ہوئی تھی اور ان کی واپسی پر بھی انہیں کسی نے نہیں روکا تھا۔

وولف جنوبی افریقہ کی زیر زمین دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا۔ زیر زمین دنیا کے لوگ اس کا نام سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے تھے کیونکہ وہ انتہائی ظالم اور سنگدل مشہور تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر وہ درجنوں افراد کو قتل کر دیتا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا تھا۔ اگر کوئی اس کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ دیتا تو کچھ ہی دیر کے بعد اس شخص کا گھر شعلوں کی لپیٹ میں آ جاتا تھا اور اس کا پورا گھرانہ ان شعلوں میں جل مرتا تھا جبکہ بولنے والا معذور کر دیا جاتا تھا۔ اسے ہلاک نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اسے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا تھا اور وہ اپنی بقیہ زندگی سسکتے ہوئے گزارتا تھا۔

وولف بظاہر ایک نائٹ کلب کا مالک تھا لیکن درحقیقت وہ اسرائیلی ایجنٹ تھا لیکن اس بات کا علم سوائے اس کے کسی اور کو نہیں تھا۔ وہ تیس سال سے جنوبی افریقہ میں رہ رہا تھا لیکن کبھی کسی کو

شک بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ اسرائیلی ایجنٹ ہے۔ بہت سے کاروبار کے علاوہ وہ جنوبی افریقہ سے سونا بھی اسرائیل اسمگل کرتا تھا۔ جنوبی افریقہ میں سونے کی بے شمار کانیں تھیں اور وہ جنوبی افریقہ کا سونا چرا کر اسرائیل کو بھجواتا تھا۔

سونے کی چوری کا اس نے ایسا طریقہ اپنایا ہوا تھا کہ آج تک جنوبی افریقہ کے حکام ان چوریوں سے واقف ہی نہیں ہو سکے تھے۔ اس نے اب تک اپنے ملک اسرائیل کو کھربوں ڈالرز کا سونا اسمگل کیا تھا جس سے اس کے ملک کی معیشت مستحکم ہو گئی تھی۔

نائٹ کلب میں اس نے اپنا شاندار آفس بنایا ہوا تھا اور نائٹ کلب میں اس کے تربیت یافتہ گروپ کے درجنوں افراد ہر وقت موجود رہتے تھے۔ وولف اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا شراب پی رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی جو اسے جام بنا بنا کر پیش کر رہی تھی۔ لڑکیوں کے ہاتھوں سے شراب پینا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ شراب اور شباب وہ ان دونوں کا ہی دلدادہ تھا۔

اس کی جہازی سائز میز پر تین رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ سفید، سبز اور سرخ۔ اس نے شراب کا تیسرا جام ابھی ہونٹوں سے لگایا ہی تھا کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''تم باہر جاؤ میں بعد میں تمہیں بلاتا ہوں''...... وولف نے

رسیور اٹھا کر اپنے قریب بیٹھی ہوئی لڑکی سے کہا۔

''اوکے باس''...... لڑکی نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر آفس سے باہر چلی گئی۔ دراصل سرخ رنگ کے فون پر اسے کبھی کبھار ہی کال آتی تھی اور یہ کال بہت اہم ہوتی تھی۔ اس فون پر اسرائیل کا سیکرٹری دفاع اس سے بات کیا کرتا تھا اور اس کا رابطہ بھی اسرائیل کے سیکرٹری دفاع سے تھا۔

''یس۔ وولف بول رہا ہوں''...... وولف نے اپنے مخصوص لہجے میں غراتے ہوئے کہا۔ وولف سیکرٹری دفاع سے اسی انداز میں بات کرتا تھا البتہ سیکرٹری دفاع اس سے نرم اور مؤدبانہ لہجے میں بات کرتا تھا کیونکہ وولف اسرائیل کو کھربوں ڈالرز کا فائدہ پہنچا چکا تھا۔ سونے کی اسمگلنگ کے علاوہ بھی وہ اسرائیل کو بے پناہ مفادات پہنچاتا تھا اس لئے اسرائیل کے صدر تک اس کا احترام کرتے تھے۔

''وولف صاحب۔ میں رک بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے اسرائیل کے سیکرٹری دفاع کی آواز سنائی دی۔

''آج کیسے یاد کیا ہے آپ نے''...... وولف نے پوچھا۔ گو کہ الفاظ بہت نرم اور دوستانہ تھے لیکن اس کا انداز بہت ہی سرد اور تحکمانہ تھا۔

''وولف صاحب۔ اسرائیل کے کچھ دشمن اس وقت جنوبی افریقہ میں موجود ہیں اور ان کا فوری خاتمہ بہت ضروری ہے ورنہ وہ

اسرائیل کو بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں''...... دوسری طرف سے سیکرٹری دفاع نے کہا تو وولف کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

''کس میں اتنی جرأت ہے کہ وہ اسرائیل کو نقصان پہنچائے''...... وولف نے غراتے ہوئے کہا۔

''کافرستان کا ایک سیکرٹ ایجنٹ کرنل فریدی اپنی ٹیم لے کر جنوبی افریقہ پہنچا ہوا ہے۔ اس نے اور اس کی ٹیم نے اسرائیلی مفادات کے خلاف کام کرنا ہے''...... دوسری طرف سے اسرائیلی سیکرٹری دفاع کی آواز سنائی دی۔

''کافرستانی ایجنٹ اسرائیل کے مفادات کے خلاف کام کر رہے ہیں جبکہ اسرائیل کے تو کافرستان سے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں''...... وولف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جہاں اپنے اپنے مفادات سامنے ہوں تو پھر دوستانہ تعلقات کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ صرف اور صرف اپنے مفاد کو عزیز رکھا جاتا ہے''...... رِک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ یہ بات تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے آپ ان کے حلیئے بتا دیں میں انہیں ختم کرا دیتا ہوں''...... وولف نے کہا۔

''میں نے ان سب کے نام اور تصویریں آپ کے ای میل ایڈریس پر بھیج دی ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ دیگر تفصیلات بھی ساتھ ہیں اور ہماری اطلاع کے مطابق یہ گروپ اس وقت جنوبی افریقہ کے دارالحکومت پریٹوریا کے کنگ ہوٹل میں موجود ہے''۔

رِک نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ کنگ ہوٹل۔ آپ فکر نہ کریں۔ کنگ ہوٹل میرا ذاتی ہوٹل ہے۔ میں ابھی اس گروپ کو اغوا کراتا ہوں اور اپنے ہاتھوں سے ان سب کو گولیاں مار دیتا ہوں''...... وولف نے چونکتے ہوئے کہا۔

''جناب۔ یہ کام بہت احتیاط سے ہونا چاہئے کیونکہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں''...... رِک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اگر آپ اس وقت میرے سامنے ہوتے تو میں فوراً ہی آپ کو گولی مار دیتا۔ یہ بات کہہ کر آپ نے میری توہین کی ہے اور میں صدر صاحب سے کہہ کر باقاعدہ آپ کو سزا دلواؤں گا''۔ وولف نے غراتے ہوئے کہا کیونکہ رِک کی بات سن کر اسے شدید غصہ آ گیا تھا۔

''سوری وولف صاحب۔ میرا مقصد آپ کو محتاط کرنا تھا۔ آپ کی توہین میرا مقصد ہرگز نہیں تھا۔ ہم تو آپ کی توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آپ تو اسرائیل کا ایک عظیم سرمایہ ہیں''۔ دوسری طرف سے رِک نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''اب معذرت سے کام نہیں چلے گا۔ آپ کا ذمے لگایا گیا کام میں کر لوں گا۔ اس کے بعد میں آپ سے نمٹوں گا''...... وولف نے بدستور غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''نانسنس۔ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہ خطرناک لوگ ہیں۔ بھلا مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی خطرناک ہو سکتا ہے''...... وولف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنا ای میل بکس اوپن کیا۔ اسرائیلی سیکرٹری دفاع کی بھیجی گئی ای میل موجود تھی۔ اس ای میل میں چند مردوں اور دو خواتین کی تصاویر تھیں اور تصویروں کے ساتھ ساتھ کوائف بھی لکھے ہوئے تھے۔ وولف چند منٹوں تک ان تصاویر کو دیکھتا رہا اور پھر کوائف پڑھنے لگا۔ کوائف پڑھنے کے بعد اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کر دیئے۔

''انتھونی۔ فوراً میرے آفس آؤ''...... رابطہ ملنے پر اس نے سخت لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے جواب سنے بغیر اس نے رسیور رکھ دیا۔ تقریباً دو منٹ گزرے تھے کہ اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور ایک گینڈے جیسی جسامت کا آدمی اندر داخل ہوا۔ آفس میں داخل ہو کر اس نے مؤدبانہ انداز میں وولف کو سلام کیا۔

''ادھر میرے پاس آؤ''...... وولف نے اس کے سلام کو نظرانداز کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو انتھونی میز کی دوسری طرف وولف کے قریب پہنچ گیا جو کمپیوٹر سکرین کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''ان تصویروں کو غور سے دیکھ لو۔ یہ لوگ کنگ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مینجر، بکنگ کلرک اور ویٹر سے مل کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور ان افراد کو اغوا کر کے میری کوٹھی

کے تہہ خانے میں پہنچا کر مجھے اطلاع دو''...... وولف نے سخت لہجے میں کہا اور پھر انتھونی کو کمپیوٹر سکرین پر تصویریں دکھانے لگا۔

''او کے باس۔ ان افراد کو ابھی آپ کی کوٹھی میں پہنچا دیا جائے گا''...... انتھونی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''انہیں نہایت ہی رازداری سے اغوا کرنا ہے۔ ہوٹل کے دوسرے مسافروں کو اس کارروائی کا علم نہیں ہونا چاہئے۔ میں ہوٹل کی بدنامی برداشت نہیں کروں گا''...... وولف نے غراتے ہوئے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں باس۔ سارا کام آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا''...... انتھونی نے کہا۔

''او کے۔ اب تم جاؤ اور جلد مجھے رپورٹ دینا''...... وولف نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو انتھونی نے اسے پھر مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور آفس سے باہر نکل آیا۔

''میں ان افراد کا خاتمہ کر لوں پھر اسرائیل جا کر صدر صاحب کو رپورٹ بھی دوں گا اور اس رک کے بچے کو اپنے ہاتھوں سے گولی بھی ماروں گا۔ نانسنس۔ مجھے کہتا ہے کہ ان سے محتاط رہنا یہ خطرناک لوگ ہیں''...... وولف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کا غصہ پھر تیز ہونے لگا۔ اس نے اپنے غصے کو کم کرنے کے لئے شراب کا سہارا لیا۔

کوشیلا جیسے ہی رابرٹ کے آفس میں داخل ہوئی تو وہ بری طرح اچھل پڑی۔ رابرٹ رسی سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ تشدد کے نشان تھے۔ رابرٹ کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کی ایک آنکھ تو ڈھیلے سے خالی نظر آ رہی تھی اور نجانے رابرٹ زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔

اگلے ہی لمحے کوشیلا آفس سے باہر نکلی اور اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں وہاں موجود ان کے ایجنٹ اس کے قریب پہنچ گئے۔ پھر اگلے چند لمحوں میں رابرٹ ایک گاڑی میں تھا اور گاڑی تیز رفتاری سے ایک ہسپتال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ دو تین منٹوں کے بعد ہی گاڑی ایک ہسپتال میں پہنچ گئی۔ رابرٹ کو اسٹریچر پر ڈال کر اندر لے جایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا۔

"ان کا جسم تو ابھی گرم ہے نبض البتہ رک چکی ہے اور دل کی دھڑکن بھی محسوس نہیں ہو رہی۔ ہم مشین لگا کر اس کے دل کو حرکت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ اس دوران گاڈ سے دعا کریں"...... ایک ڈاکٹر نے کوشیلا سے کہا۔ کوشیلا زبان سے تو کچھ نہ بولی البتہ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں چلا گیا اور کوشیلا وہیں کھڑی رہ گئی۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر باہر آیا۔

"مبارک ہو۔ زخمی زندہ ہے۔ اس کے دل کی دھڑکن نارمل ہو گئی ہے۔ اب اس کے زخموں کی بینڈیج کی جا رہی ہے۔ وہ خطرے سے باہر ہے۔ میں پولیس کو رپورٹ کرنے لگا ہوں کیونکہ یہ پولیس کیس ہے"...... ڈاکٹر نے کہا۔ رابرٹ کے زندہ بچ جانے پر کوشیلا نے گہرے اطمینان کا سانس لیا۔ اس نے رابرٹ کو جس حالت میں دیکھا تھا اسے رابرٹ کی زندگی کی ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔

"ڈاکٹر۔ یہ زخمی وولف کا آدمی ہے۔ اگر تم ہسپتال کی اور ہسپتال کے عملے کی خیریت چاہتے ہو تو سب کو منع کر دو کہ وہ اس زخمی کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہیں گے اور اس زخمی کو جلد از جلد ٹھیک کرنے کی کوشش کرو۔ یہ جتنی دیر ہسپتال میں رہے گا ہسپتال خطرے میں رہے گا"...... کوشیلا نے ڈاکٹر کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر یکدم ہی خوفزدہ ہو گیا اور اس نے سہمی ہوئی

نظروں سے کوشیلا کو دیکھا۔

''او۔ اوکے۔ کوئی اس زخمی کا ذکر نہیں کرے گا۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ یہ زخمی جلد ٹھیک ہو جائے''...... ڈاکٹر نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور واپس آپریشن تھیٹر کی طرف مڑ گیا۔

''سنو''...... جیسے ہی ڈاکٹر آپریشن تھیٹر کی طرف مڑا کوشیلا نے سرد آواز میں اسے پکارتے ہوئے کہا۔

''یس۔ یس''...... ڈاکٹر نے فوراً ہی رکتے ہوئے کہا۔

''اب اگر یہ زخمی مر گیا تو سمجھا جائے گا کہ تم نے اسے جان بوجھ کر مارا ہے''...... کوشیلا نے کہا۔

''نن۔ نن۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر کا کام زندگی بچانا ہے اور ڈاکٹر کبھی اپنے فرض سے غداری نہیں کرتا''...... ڈاکٹر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ اوکے۔ اب تم جاؤ اور اپنا فرض پورا کرو''...... کوشیلا نے کہا تو ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں چلا گیا جبکہ کوشیلا ایک بار پھر وہیں کھڑی رہ گئی۔ اب بھی اسے مزید آدھ گھنٹہ انتظار کرنا پڑا تھا۔ آدھ گھنٹے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور پہلے والا ڈاکٹر باہر آ گیا۔

''اب آپ کا زخمی مکمل طور پر خطرے سے باہر ہے''...... ڈاکٹر نے کوشیلا کے قریب پہنچ کر کہا۔

''تھینک یو ڈاکٹر۔ زخمی کو ہوش کس وقت تک آئے گا''۔ کوشیلا

نے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہم نے اسے بے ہوشی کے انجکشن لگائے ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ آرام کر سکے۔ تقریباً چھ سات گھنٹوں کے بعد ہی اسے ہوش آ سکے گا''...... ڈاکٹر نے کہا۔

''اگر میں مریض کو اپنے ساتھ لے جانا چاہوں تو''...... کوشیلا نے پوچھا۔

''مس۔ ہم آپ کو روکنے کی جرأت تو نہیں کر سکتے''...... ڈاکٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مریض کے لئے کوئی خطرے والی بات تو نہیں ہو گی''۔ کوشیلا نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''اگر مریض کے لئے گھر پر ڈاکٹر کا انتظام کر دیا جائے تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا''...... ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تھینک یو۔ ہمارے آدمی باہر موجود ہیں۔ میں انہیں بھیجتی ہوں۔ آپ مریض کو ان کے حوالے کر دیں''...... کوشیلا نے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلی آئی۔ پارکنگ کے قریب گراسی پلاٹ میں اس کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے جو اس کے ساتھ آئے تھے۔ کوشیلا ان کے پاس آئی تو انہوں نے بے چینی سے رابرٹ کے بارے میں پوچھا۔ کوشیلا نے انہیں بتایا کہ رابرٹ کی نہ صرف جان بچ گئی ہے بلکہ اب وہ خطرے سے باہر بھی ہے۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ رابرٹ کو اسٹریچر پر ڈال کر لے آئیں۔

اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کر وہ اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد اس کے آدمی رابرٹ کو اسٹریچر پر اٹھا کر لے آئے۔ ڈاکٹر ان کے ساتھ آیا تھا۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے رابرٹ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور خود گاڑی کے پچھلے اوپن حصے میں آ کر بیٹھ گئے۔

"مس۔ میں آپ سے یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ ہم سے کوئی غلطی یا کوتاہی تو سرزد نہیں ہوئی"...... ڈاکٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کوشیلا سے پوچھا۔

"نہیں۔ آپ نے تو ہم سے بہت تعاون کیا ہے۔ میں آپ کے تعاون پر آپ کی شکر گزار ہوں"...... کوشیلا نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب سے ڈالرز کی دو گڈیاں نکال کر ڈاکٹر کی طرف اچھال دیں۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہی ہیں مس"...... ڈاکٹر نے قدرے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"اس میں سے آپ اپنا بل کاٹ لیں گے اور باقی رقم ہسپتال کے ڈونیشن فنڈ میں جمع کر لیں گے"...... کوشیلا نے کہا۔ اس کے بعد اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور پھر اس کی گاڑی ہسپتال کی عمارت سے باہر آ گئی۔

اس نے رابرٹ کو اس کی رہائش گاہ پر پہنچایا۔ جب اس کے

آدمی رابرٹ کو بیڈ پر لٹا چکے تو اس نے رابرٹ کو غور سے دیکھا۔ رابرٹ کا پورا چہرہ پٹیوں کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ کوشیلا نے رابرٹ کو بیڈ روم میں چھوڑا اور خود آفس آ گئی۔ رابرٹ کی غیر موجودگی میں اسی نے آفس سنبھالنا تھا۔ یہ آفس بظاہر تو ایک انٹرنیشنل فرم کا تھا اس حوالے سے انہیں بزنس بھی کرنا پڑتا تھا لیکن اس سے زیادہ اہم ڈیتھ کلرز کا سیٹ اپ تھا اور آج کل تو ڈیتھ کلرز خاص مشن پر کام کر رہی تھی اس لئے رابرٹ کے آفس کو زیادہ دیر تک خالی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ آفس میں رابرٹ کی کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے رابرٹ کی سیکرٹری کو طلب کیا۔

"اتنا بڑا واقعہ ہو گیا اور یہاں کسی کو خبر تک نہیں ہوئی"۔ کوشیلا نے سرد لہجے میں کہا۔

"مس۔ باس نے منع کیا تھا کہ کوئی بھی انہیں ڈسٹرب نہ کرے کیونکہ وہ ایک بہت بڑی ڈیل میں مصروف تھے لہذا کوئی بھی ان کے کمرے کی طرف نہیں آیا"...... رابرٹ کی سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کتنے لوگ آئے تھے رابرٹ کے اس کمرے میں"...... کوشیلا نے بدستور سرد لہجے میں پوچھا۔

"مس۔ یہ تو لیزی اور سیکورٹی انچارج ہی بتا سکتا ہے"۔ سیکرٹری نے کانپتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تم جاؤ۔ لیزی اور سیکورٹی انچارج کو بھیج دو"...... کوشیلا

نے غراتے ہوئے کہا تو رابرٹ کی سیکرٹری واپس چلی گئی اور کچھ دیر بعد استقبالیہ کلرک لیزی اور سیکورٹی انچارج راشیل اندر آ گئے۔ ان دونوں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

''تمہارے کہنے کے مطابق تو یہ بلڈنگ ناقابل تسخیر ہے۔ اس کی سیکورٹی کے انتظامات فول پروف ہیں۔ اب وہ فول پروف انتظامات کہاں گئے''...... کوشیلا نے سیکورٹی انچارج سے غصیلے لہجے میں کہا تو وہ باقاعدہ تھرتھر کانپنے لگا۔

''مس۔ سیکورٹی کے انتظامات میں تو کوئی کمی نہیں۔ گیٹ سے لے کر اور باس کے آفس کے دروازے تک ہر آنے والے کی چیکنگ ہوتی رہتی ہے۔ برآمدے میں تو خصوصی ریز بھی ان پر ڈالی جاتی ہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی معمولی سا اسلحہ بھی ہو تو فوراً چیک ہو جاتا ہے۔ آٹومیٹک سسٹم فوراً حرکت میں آ کر مسلح آدمی کو بے ہوش کر دیتا ہے اس لئے اسلحے سمیت باس کے کمرے میں یا کسی دوسرے کمرے میں جانا ممکن نہیں ہے''...... سیکورٹی انچارج راشیل نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''رابرٹ سے ملنے کے لئے جو لوگ آئے تھے تمہارے سسٹم نے انہیں چیک نہیں کیا''...... کوشیلا نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''مس۔ باس کے کمرے کے دروازے تک وہ باقاعدہ چیکنگ میں رہے۔ ان کے پاس کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا۔ ریوالور، خنجر، چاقو تو دور کی بات ان کے پاس تو معمولی سی سوئی بھی نہیں تھی''۔ راشیل

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کتنے افراد تھے وہ اور ان سب کو ایک ساتھ رابرٹ کے آفس میں کیوں جانے دیا گیا''...... کوشیلا نے راشیل سے پوچھا۔

''دو افراد تھے۔ ایک تو افریقی حبشی تھا اور دوسرا کوئی ایشیائی لگتا تھا''...... راشیل نے سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ صرف دو افراد۔ تم جانتے ہو تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ رابرٹ تو بیک وقت دس تربیت یافتہ افراد سے لڑ سکتا ہے۔ دو افراد تو اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے''...... کوشیلا نے چلاتے ہوئے کہا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ رابرٹ صرف دو آدمیوں سے مار کھا جاتا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کام کم از کم پندرہ بیس آدمیوں کا ہے۔

''راشیل ٹھیک کہہ رہا ہے مس۔ باس سے ملنے صرف دو ہی افراد آئے تھے''...... اس مرتبہ استقبالیہ کلرک مس لیزی نے کوشیلا سے کہا تو کوشیلا نے گھور کر اسے دیکھا۔

''تم ہر کمرے کی ویڈیو بناتے ہو۔ اس کمرے کی ویڈیو مجھے لا کر دکھاؤ''...... کوشیلا نے سیکورٹی انچارج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''باس نے اس کمرے کی ویڈیو بنانے سے منع کر دیا تھا اس لئے کچھ عرصہ سے اس کمرے کی ویڈیو نہیں بن رہی''...... راشیل نے کہا تو اس کی بات سن کر کوشیلا نے گہرا سانس لیا۔ جب سے

انہوں نے موجودہ پراجیکٹ پر کام شروع کیا تھا رابرٹ نے اپنے آفس سے آڈیو، ویڈیو کا انتظام ختم کر دیا تھا کیونکہ اسے بعض ایسی کالیں آ جاتی تھیں جن کے لئے وہ چاہتا تھا کہ کسی کو بھی پتہ نہ چل سکے۔ اس انکوائری سے اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ واقعہ ان کے کسی آدمی کی غفلت کی وجہ سے نہیں ہوا۔ اگر ایسا کسی کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہوتا تو اسے فوراً ہی گولی مار دی جاتی۔

''راشیل۔ تم نے یہاں آنے والے دونوں افراد کو دیکھا ہے۔ انہوں نے رابرٹ پر انسانیت سوز ظلم کیا ہے۔ ہمیں اس کا بدلہ لینا ہے لہٰذا تم اور تمہارے ساتھی پورے شہر میں پھیل جاؤ اور ان دونوں افراد کو تلاش کرو۔ جس نے بھی ان دونوں افراد کو تلاش کر لیا میں اسے ایک لاکھ ڈالر انعام بھی دوں گی''...... کوشیلا نے راشیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''بہت بہتر مس۔ میں ابھی سب کو ان دونوں افراد کی تلاش میں لگا دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد ہمیں مل جائیں گے''...... راشیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ اب تم جاؤ اور مجھے جلد رپورٹ دینا''...... کوشیلا نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو راشیل نے مؤدبانہ انداز میں کوشیلا کو سلام کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

''تم بھی جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھو''...... راشیل کے جانے کے بعد کوشیلا نے لیزی سے کہا۔

''اوکے مس''...... لیزی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور وہ بھی اس کمرے سے باہر چلی گئی۔

''سیکورٹی سسٹم کو مزید جدید بنانا پڑے گا''...... ان دونوں کے جانے کے بعد کوشیلا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کوشیلا نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ اس کے چونکنے کی وجہ یہ تھی کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج رہی تھی اور کوشیلا یہ بات جانتی تھی کہ اس فون پر صرف اسرائیل کے صدر صاحب ہی بات کیا کرتے تھے۔

''لیس۔ کوشیلا سپیکنگ''...... دوسری گھنٹی بجنے پر کوشیلا نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''مس کوشیلا۔ رابرٹ کہاں ہیں۔ صدر صاحب ان سے بات کرنا چاہتے ہیں''...... دوسری طرف سے اسرائیلی صدر کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''مسٹر رابرٹ اس وقت شدید زخمی ہیں اور وہ بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اس لئے فی الحال آفس کے معاملات کو میں ڈیل کر رہی ہوں''...... کوشیلا نے کہا۔

''اوہ۔ مسٹر رابرٹ زخمی ہیں۔ اوکے۔ ہولڈ کریں میں صدر صاحب سے بات کرتا ہوں''...... دوسری طرف سے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی اور پھر یہ خاموشی ایک منٹ تک جاری رہی۔

’’ہیلو مس کوشیلا۔ کیا آپ لائن پر ہیں‘‘...... ایک منٹ بعد صدر صاحب کے پی اے نے پوچھا۔

’’جی ہاں۔ میں لائن پر موجود ہوں‘‘...... کوشیلا نے کہا۔

’’صدر صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں‘‘...... دوسری طرف سے اسرائیلی صدر کے پی اے نے کہا۔

’’اوکے۔ آپ بات کرائیں‘‘...... کوشیلا نے کہا اور پھر لائن پر چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

’’ہیلو۔ پریذیڈنٹ آف اسرائیل سپیکنگ‘‘...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے اسرائیلی صدر کی بھاری آواز سنائی دی۔

’’یس سر۔ کوشیلا ڈپٹی چیف آف ڈیتھ کلرز سپیکنگ‘‘...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’مس کوشیلا۔ رابرٹ کو کیا ہوا ہے۔ وہ زخمی کیوں ہیں‘‘۔ صدر نے پوچھا۔

’’سر۔ رابرٹ کو دو نامعلوم افراد نے شدید زخمی کر دیا ہے اور رابرٹ اس وقت بے ہوشی کی حالت میں اپنی رہائش گاہ پر موجود ہے‘‘...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے راشیل سے سنی ہوئی تفصیل بھی صدر صاحب کو بتا دی۔

’’اوہ۔ افریقی حبشی تو پاکیشائی سیکرٹ ایجنٹ علی عمران کا ساتھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نہ صرف کافرستان کا کرنل فریدی جنوبی افریقہ پہنچ چکا ہے بلکہ پاکیشیا کا علی عمران بھی اپنے ساتھیوں سمیت

جنوبی افریقہ پہنچ گیا ہے۔ یہ تو بہت برا ہوا مس کوشیلا۔ اس علی عمران نے رابرٹ سے معلومات بھی حاصل کر لی ہوں گی‘‘۔ دوسری طرف سے صدر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

’’رابرٹ سے معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں ہے سر۔ اس سلسلے میں ہماری خصوصی ٹریننگ ہوئی ہے۔ ہم مر تو سکتے ہیں لیکن اپنی مرضی کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نہیں نکال سکتے‘‘...... کوشیلا نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

’’میں علی عمران کو اچھی طرح جانتا ہوں مس کوشیلا۔ آپ اسے نہیں جانتیں۔ علی عمران ناممکن کام کو بہت جلد ممکن بنا دیتا ہے‘‘۔ صدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

’’سر۔ میں نے اپنے تمام آدمی شہر میں پھیلا دیئے ہیں اور بہت جلد علی عمران اور اس کے ساتھیوں کا پتہ چل جائے گا اور پھر ان کو عبرتناک موت دی جائے گی‘‘...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’اوکے۔ رابرٹ جب تک مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو جاتا اس وقت تک آپ ڈیتھ کلرز کی چیف ہیں۔ آپ نے علی عمران اور اس کے ساتھیوں سے دور رہنا ہے کیونکہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں اور آپ کی تنظیم اس وقت ایک اہم پراجیکٹ پر کام کر رہی ہے۔ میں علی عمران اور اس کے ساتھیوں کا کچھ اور بندوبست کرتا ہوں‘‘۔ دوسری طرف سے اسرائیلی صدر نے کہا۔

"اوکے سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ کوشیلا نے صدر صاحب سے کہہ تو دیا تھا لیکن اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے خلاف لازماً کام کرے گی اور انہیں عبرتناک سزا دے گی۔ انہوں نے رابرٹ کی ایک آنکھ نکال دی تھی اور اس کے چہرے پر زخم لگائے تھے۔ اب رابرٹ پہلے جیسا خوبصورت نہیں رہا تھا بلکہ اس کا چہرہ بھیانک ہو گیا تھا۔ ایک آنکھ کی کمی نے اس کے چہرے کو بہت ہی خوفناک بنا دیا تھا اور اب اسے رابرٹ کا انتقام لینا تھا۔ رابرٹ اس کا ساتھی اور اس کے دل کا مالک تھا اور اس کا انتقام لینا اس کا فرض تھا۔ صدر صاحب اسے منع کر رہے تھے لیکن اس نے عمران سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ علی عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر کے اس نے صدر صاحب کو بتانا تھا کہ آپ جن افراد سے ڈر رہے تھے ان کا خاتمہ کتنی آسانی سے ہو گیا ہے۔

"اوکے۔ اگر پراجیکٹ کے بارے میں کوئی اہم بات ہو جائے تو آپ نے مجھے فوری طور پر آگاہ کرنا ہے اور ہر قدم پر محتاط رہنا ہے"...... صدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو کوشیلا نے بھی رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ رسیور رکھنے کے بعد وہ پاکیشیا کے علی عمران کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے پہلے کبھی عمران کا نام نہیں سنا تھا۔ نجانے عمران کیا چیز تھی کہ صدر صاحب بھی اس سے خوفزدہ لگتے تھے۔ اسے انہی سوچوں میں گم نجانے کتنی

دیر گزری تھی کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی ایک بار پھر بجنے لگی تو وہ گھنٹی کی آواز سن کر چونک پڑی۔

"ہیلو۔ کوشیلا سپیکنگ"...... کوشیلا نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"مس کوشیلا میں رک بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے اسرائیلی وزیر دفاع کی آواز سنائی دی۔

"یس سر"...... کوشیلا نے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ رک اسرائیل کا وزیر دفاع ہے اور وہ اس کی کال پر حیران بھی ہو رہی تھی کیونکہ اس سے قبل وزیر دفاع نے کبھی بھی انہیں فون نہیں کیا تھا۔ رابرٹ سے ہمیشہ صدر صاحب ہی بات کرتے تھے۔

"مس کوشیلا۔ آپ کی تنظیم کے معاملات کو اب میں نے ہینڈل کرنا ہے۔ صدر صاحب نے فون کر کے آپ کو بتا دیا ہے کہ اب ڈیتھ کلرز کی چیف آپ ہیں"...... دوسری طرف سے رک کی آواز سنائی دی تو کوشیلا کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔

"سر۔ میں تو عارضی چیف ہوں۔ رابرٹ ٹھیک ہونے کے بعد اپنی ذمہ داریاں دوبارہ سنبھال لے گا"...... کوشیلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈیتھ کلرز اب باقاعدہ طور پر میرے انڈر آ گئی ہے اس لئے میں آپ کو مستقل چیف مقرر کر رہا ہوں۔ میں آپ کی صلاحیتوں سے واقف ہوں اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ رابرٹ سے بہتر

یہ تنظیم چلا سکتی ہیں''...... دوسری طرف سے رک نے کہا۔

''لیکن سر۔ رابرٹ کی موجودگی میں، میں کیسے تنظیم کی سربراہ بن سکتی ہوں''...... کوشیلا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ڈیتھ کلرز کی چیف ہونا بہت بڑی بات تھی لیکن رابرٹ کی موجودگی میں وہ یہ عہدہ قبول نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ دل سے رابرٹ کو چاہتی تھی۔

''مس کوشیلا۔ آپ جانتی ہیں کہ آپ کی فیلڈ میں جذبات آپ کے سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں''...... دوسری طرف سے اسرائیلی وزیر دفاع نے سخت لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ ہم لوگ کبھی جذباتی انداز میں نہیں سوچتے''۔ کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''سو۔ اب آپ جذبات سے باہر نکل آئیں۔ آپ نے گریٹ اسرائیل کے لئے کام کرنا ہے۔ اسرائیل کے مفادات آپ سے وابستہ ہیں۔ اگر آپ نے جذباتی انداز میں سوچا تو اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے صرف اور صرف قوم کے مفاد کے لئے کام کرنا ہے۔ باقی ہر بات کو پس پشت ڈال دینا ہے''...... رک نے پرجوش لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے سر۔ میری نظروں میں سب سے زیادہ اہم اسرائیلی مفادات ہیں جن پر کبھی اور کسی صورت سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا''۔ کوشیلا نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''گڈ۔ اسرائیل کو آپ جیسے لوگوں کی ہی ضرورت ہے۔ اب

آپ نے خود کو ڈیتھ کلرز کی مستقل چیف تصور کر لیا ہے''۔ دوسری طرف سے رک نے کہا۔

''یس سر''...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ڈیتھ کلرز چونکہ اسرائیل کے پیپرز میں نہیں ہے اس لئے اس کی چیف بننے کی باقاعدہ تحریری اطلاع آپ کو نہیں ملے گی۔ آپ جانتی ہیں کہ اس کے متعلق تمام احکامات زبانی ہی ہوتے ہیں''۔ رک نے کہا۔

''یس سر۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں''...... کوشیلا نے کہا۔

''آپ فوری طور پر موجودہ بلڈنگ کو چھوڑ دیں۔ ایگل روڈ کی کوٹھی نمبر پچپن اب ڈیتھ کلرز کا ہیڈ کوارٹر ہو گی۔ اس کوٹھی میں تمام ضروری انتظامات موجود ہیں۔ اب ڈیتھ کلرز کا بزنس والا سیٹ اپ ختم کیا جا رہا ہے۔ ڈیتھ کلرز اب ڈیتھ کلرز ہی ہونی چاہئے۔ اس کی دہشت کو دنیا کے کونے کونے میں پھیل جانا چاہئے''...... دوسری طرف سے رک کی آواز سنائی دی۔

''ایسا ہی ہو گا سر۔ آپ بے فکر رہیں''...... کوشیلا نے اس مرتبہ پرعزم لہجے میں کہا۔

''ڈیتھ کلرز اور اسرائیل کا مفاد اس میں ہے کہ رابرٹ کا خاتمہ کر دیا جائے''...... دوسری طرف سے رک کی آواز سنائی دی تو کوشیلا یکدم اچھل پڑی۔ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ رک

رابرٹ کے لئے اس قسم کی بات کرسکتا ہے۔

''کک۔ کک۔ کیا کہا سر آپ نے''...... کوشیلا نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے سننے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ شاید رِک نے رابرٹ کے متعلق ایسی ہدایت نہیں دی۔

''میں نے یہ کہا ہے کہ تم فوری طور پر رابرٹ کا خاتمہ کر دو۔ چاہے وہ ہوش میں ہے یا بے ہوشی کی حالت میں''...... دوسری طرف سے رِک نے کہا تو کوشیلا نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''اوکے سر۔ آپ کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا''...... کوشیلا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''رابرٹ کے خاتمے کے بعد آپ نے اس بلڈنگ میں طاقتور ٹائم بم نصب کر دینے ہیں۔ اس بلڈنگ کا نام و نشان تک مٹ جانا چاہئے''...... رِک نے سخت لہجے میں کہا۔

''ایسا ہی ہو گا سر۔ آپ فکر نہ کریں''...... کوشیلا نے رِک کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے آپ کے اگلے فون کا انتظار رہے گا۔ وش یو گڈ لک''۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو کوشیلا نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور رابرٹ کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ رابرٹ کو پسند کرتی تھی اس لئے وہ کیسے اپنے ہاتھوں سے اسے ختم کرسکتی تھی۔ پھر اچانک ہی ایک خیال اس کے

ذہن میں آیا اور اس نے سرخ ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور پریذیڈنٹ آفس کے نمبر پریس کرنے لگی۔ چند ہی لمحوں بعد فون اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ پی اے ٹو پریذیڈنٹ''...... دوسری طرف سے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''میں کوشیلا بول رہی ہوں۔ کیا اس وقت صدر صاحب سے میری بات ہوسکتی ہے''...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مس کوشیلا میں صدر صاحب کو بتاتا ہوں۔ اگر صدر صاحب نے آپ سے بات کرنا ہو گی تو وہ آپ کو فون کر لیا جائے گا''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ تھینک یو''...... کوشیلا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر وہ صدر صاحب کے فون کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً دس منٹ بعد سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بجنے لگی تو اس نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ کوشیلا سپیکنگ''...... کوشیلا نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''مس کوشیلا۔ صدر صاحب سے بات کریں''...... دوسری طرف سے اسرائیلی صدر کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''پریذیڈنٹ آف اسرائیل سپیکنگ''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسرائیلی صدر کی بھاری آواز سنائی دی۔

’’سر۔ میں کوشیلا بول رہی ہوں‘‘...... صدر کی آواز سن کر کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’مس کوشیلا۔ آپ نے کس لئے فون کیا ہے‘‘...... صدر نے اپنی مخصوص بھاری آواز میں پوچھا۔

’’سر۔ مجھے کچھ دیر پہلے رِک صاحب کا فون آیا تھا اور انہوں نے کہا ہے کہ اب ڈیتھ کلرز کی وہ سرپرستی کریں گے‘‘...... کوشیلا نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’جی ہاں۔ حالات اب کچھ تبدیل ہو گئے ہیں۔ پاکیشیا کا سیکرٹ ایجنٹ علی عمران اور کافرستان کا سیکرٹ ایجنٹ کرنل فریدی جنوبی افریقہ پہنچ چکے ہیں۔ یہ دونوں دنیا کے خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ اسرائیلی مفاد کے خلاف کام کرنے کے لئے جنوبی افریقہ پہنچے ہیں اس لئے اب ہر وقت ڈیتھ کلرز نے حرکت میں رہنا ہے اور چوبیس گھنٹے ڈیتھ کلرز کی مانیٹرنگ کی ضرورت بھی ہے جبکہ میری مصروفیات ایسی ہیں کہ میں ہر وقت ڈیتھ کلرز کی مانیٹرنگ نہیں کر سکتا اس لئے میں نے یہ تنظیم رِک کے حوالے کر دی ہے۔ وہ علی عمران اور کرنل فریدی کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ان معاملات میں ان کا تجربہ بھی بہت وسیع ہے۔ ضرورت پڑنے پر وہ مجھ سے ہدایات لے لیا کریں گے اور مجھے بھی دن میں جتنی بار بھی وقت ملے گا میں ان سے رپورٹ لے لیا کروں گا‘‘...... صدر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’اوکے سر۔ میں سمجھ گئی ہوں سر‘‘...... کوشیلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’اب آپ نے مسٹر رِک سے ہی رابطہ میں رہنا ہے۔ مجھے فون نہیں کرنا‘‘...... دوسری طرف سے صدر نے کہا۔

’’جی بہتر سر۔ مگر سر۔ انہوں نے ایک عجیب سا حکم بھی دیا ہے‘‘...... کوشیلا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

’’کیا حکم دیا ہے انہوں نے‘‘...... صدر نے کوشیلا سے پوچھا۔

’’سر۔ انہوں نے رابرٹ کے خاتمے کا حکم دیا ہے‘‘...... کوشیلا نے دھیمے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

’’مس کوشیلا۔ پروفیشنل لائف میں باس کا آرڈر اس لئے ہوتا ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ اسے عجیب و غریب سمجھ لینا یا رَد کر دینا حکم عدولی ہوتی ہے اور آپ جس فیلڈ میں ہیں اس فیلڈ میں باس کی حکم عدولی کی سزا موت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اب آپ ڈیتھ کلرز کی چیف ہیں۔ آپ کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ میں یہ آپ کی پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہا ہوں۔ آئندہ معافی کی گنجائش نہیں ہو گی‘‘...... دوسری طرف سے صدر نے سخت لہجے میں کہا۔

’’یس سر۔ اوکے سر‘‘...... کوشیلا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ کوشیلا نے رسیور کریڈل پر رکھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل کسی

کی مٹھی میں ہو اور وہ اس کے دل کو دبا رہا ہو۔ صدر اور رِک کا حکم پورا کرنے سے اس کی دنیا ویران ہو جاتی تھی اور حکم عدولی سے اس کے فرائض پورے نہیں ہوتے تھے اور رِک کا کہنا تھا کہ اب رابرٹ کی موت اسرائیل کے مفاد میں تھی۔ فرض کو بچانا ہے یا محبت کو۔ اس کے اندر کشمکش ہو رہی تھی۔ پھر وہ ایک نتیجے پر پہنچ گئی۔ اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگی۔

''ٹمرے۔ تم فوراً میرے آفس میں آ جاؤ''...... رابطہ ملنے پر کوشیلا نے تحکمانہ لہجے میں رابرٹ کے ایک بہت ہی قریبی ساتھی سے کہا۔ ویسے تو ڈیتھ کلرز کے تمام ایجنٹ رابرٹ اور کوشیلا کے وفادار تھے لیکن ٹمرے سب سے زیادہ بااعتماد آدمی تھا۔

''اوکے مس۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو کوشیلا نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ٹمرے اندر آ گیا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں کوشیلا کو سلام کیا تو کوشیلا نے سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیا۔

''ٹمرے۔ تم نے ڈیوڈ کالونی میں میری کوٹھی دیکھی ہوئی ہے''۔ کوشیلا نے ٹمرے سے پوچھا۔

''یس مس۔ میں کئی بار وہاں گیا ہوں''...... ٹمرے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ٹمرے۔ ہم نے رابرٹ کو اس طرح وہاں پہنچانا ہے کہ

میرے اور تمہارے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ رابرٹ کہاں ہے''...... کوشیلا نے کہا۔

''میں رابرٹ کو آپ کی کوٹھی پر پہنچا دیتا ہوں مس۔ کسی کو بھی پتہ نہیں چلے گا''...... ٹمرے نے کہا۔

''کوٹھی اس وقت خالی ہے اور وہاں تالے لگے ہوئے ہیں۔ میں تمہیں کوٹھی کی چابیاں دیتی ہوں''...... کوشیلا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی۔ ڈیوڈ کالونی میں اس کی ذاتی کوٹھی تھی اور وہ زیادہ تر بند رہتی تھی۔ کوشیلا، رابرٹ کے ساتھ کبھی کبھار وہاں جاتی تھی۔ دو چار مرتبہ ٹمرے بھی ان کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ اس کوٹھی کی چابیاں آفس میں رہتی تھیں۔ اس نے الماری سے چابیاں نکالیں اور ٹمرے کو دے دیں۔

''تم رابرٹ کو کیسے باہر لاؤ گے''...... چابیاں دینے کے بعد کوشیلا نے پوچھا۔

''میں جانتا ہوں کہ رابرٹ صاحب جس کمرے میں موجود ہیں اس کمرے سے ایک خفیہ راستہ باہر گلی میں بھی جاتا ہے اور یہ راستہ رابرٹ صاحب کے کمرے میں موجود کمپیوٹر سے اوپن کیا جا سکتا ہے۔ میں اس راستے سے رابرٹ صاحب کو لے جاؤں گا''۔ ٹمرے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ اب تم جاؤ اور جلد از جلد واپس آنا۔ ابھی ہم نے کچھ اور کام بھی کرنے ہیں''...... کوشیلا نے مطمئن لہجے میں کہا تو

ٹمرے اسے سلام کر کے باہر چلا گیا جبکہ کوشیلا کرسی پر بیٹھ کر سوچوں میں گم ہو گئی۔ وہ کچھ دیر تک سوچوں میں ڈوبی رہی اور پھر اس نے رک کی ہدایات کے مطابق بلڈنگ تبدیل کرنے کے لئے اپنے مختلف آدمیوں کو فون کر کے ہدایات دیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتایا کہ اب وہ ڈیتھ کلرز کی چیف ہے۔ چونکہ سبھی کو اس بات کی پہلے سے ہی توقع تھی اس لئے اس کے چیف بننے پر کسی کو بھی حیرت نہ ہوئی۔ ٹمرے کی واپسی تقریباً ایک گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اس دوران کوشیلا تمام اہم امور نمٹا چکی تھی۔

''کوئی دقت تو نہیں ہوئی''...... کوشیلا نے ٹمرے سے پوچھا۔

''نو مس۔ میں بہت آرام سے رابرٹ صاحب کو آپ کی کوٹھی پر پہنچا آیا ہوں''...... ٹمرے نے کہا۔

''ٹمرے۔ ڈیتھ کلرز کا آفس تبدیل ہو رہا ہے اس لئے بہت سے لوگ یہاں سے جا چکے ہیں۔ ایک دو باقی بچ گئے ہیں اور وہ بھی بہت جلد یہ عمارت چھوڑ دیں گے لیکن ابھی فی الحال ایک دو روز تک رابرٹ کو یہاں رہنا چاہئے تھا۔ اب میں تم پر رابرٹ کا میک اپ کروں گی۔ تم رابرٹ کے میک اپ میں اس کمرے میں رہو گے اور ایک دو روز بعد میں تمہیں ڈاکٹرز کے ہمراہ اپنے نئے ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گی''...... کوشیلا نے کہا تو ٹمرے نے سر جھکا لیا۔ رابرٹ اور کوشیلا کا ہر حکم ماننا اس کے فرائض میں شامل تھا۔

''او کے مس۔ میں رابرٹ کے میک اپ میں ان کے کمرے

میں رہ جاؤں گا''...... ٹمرے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم رابرٹ کے کمرے میں چلو میں ابھی آتی ہوں''...... کوشیلا نے ٹمرے کو حکم دیتے ہوئے کہا تو ٹمرے آفس سے باہر چلا گیا۔ کوشیلا ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری سے ایک مشین پسٹل اور ایک خنجر نکال کر جیب میں رکھ لیا۔ پھر وہ آفس سے نکل کر رابرٹ کے کمرے میں آ گئی جہاں ٹمرے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

''ٹمرے۔ ہماری یہ تمام کارروائی رابرٹ اور ڈیتھ کلرز کے مفاد میں ہے اور اس کارروائی کا اپنے آدمیوں سے بھی خفیہ رہنا بہت ضروری ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا''...... کوشیلا نے کہا۔

''یس مس۔ میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں''...... ٹمرے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کوشیلا اس کمرے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھی اور اس نے الماری کھول کر میک اپ باکس نکال لیا اور واپس آ کر ٹمرے پر رابرٹ کا میک اپ کرنے لگی۔ کوشیلا نے اتنے ماہرانہ انداز میں میک اپ کیا تھا کہ ٹمرے بھی حیران رہ گیا تھا۔

''اب میں تمہاری فرضی بینڈیج بھی کرتی ہوں تاکہ تم مکمل رابرٹ نظر آؤ''...... کوشیلا نے کہا اور پھر اس نے الماری سے میڈیکل باکس بھی نکال لیا اور جس طرح رابرٹ پٹیوں میں نظر آ رہا تھا اسی طرح ٹمرے کو بھی پٹیاں باندھ دیں۔

''ہاں۔ اب تم مکمل طور پر رابرٹ نظر آ رہے ہو۔ اب تم

رابرٹ کے بیڈ پر لیٹ جاؤ''...... کوشیلا نے مطمئن لہجے میں کہا تو ٹمرے رابرٹ کے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔ جیسے ہی ٹمرے بیڈ پر لیٹا کوشیلا نے اپنی جیب سے مشین پسٹل نکال لیا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہو گئی تھی۔

''سوری ٹمرے۔ رابرٹ کی زندگی بچانے کے لئے تمہاری جان لینا بہت ضروری ہے''...... کوشیلا نے معذرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹمرے نے فوراً ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن کوشیلا نے اسے اٹھنے نہ دیا۔ اس کے مشین پسٹل سے گولیوں کی بوچھاڑ نکلی اور ٹمرے کے سینے سے خون کی ندی بہنے لگی۔ اس نے دو تین جھٹکے کھائے اور پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ ٹمرے کے ساکت ہوتے ہی کوشیلا نے جیب سے اپنا موبائل فون نکالا اور نمبر پریس کر دیئے۔

''البرٹ۔ برقی بھٹی آن کر کے رابرٹ کے کمرے میں آ جاؤ۔ میں اس وقت رابرٹ کے کمرے میں ہوں''...... کوشیلا نے ٹارچنگ روم کے انچارج البرٹ کو فون کیا تھا۔ اس وقت اس بلڈنگ میں البرٹ اور رابرٹ کی سیکرٹری ہی موجود تھے۔ باقی سب کو اس نے نئے ہیڈکوارٹر ایگل روڈ کی کوٹھی نمبر پچپن پر پہنچنے کی ہدایت کر دی تھی اور وہ سب لوگ جا چکے تھے۔

''اوکے مس''...... دوسری طرف سے البرٹ کی آواز سنائی دی تو کوشیلا نے موبائل فون آف کر کے واپس جیب میں رکھا اور البرٹ کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً تین منٹ بعد البرٹ کمرے

میں داخل ہوا۔ اس نے ٹمرے کو مردہ حالت میں دیکھا تو وہ بری طرح چونک پڑا۔

''صدر صاحب کا حکم تھا کہ رابرٹ کو ختم کر دیا جائے اس لئے میں نے رابرٹ کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ اب تم اسے اٹھاؤ اور برقی بھٹی میں ڈال دو''...... کوشیلا نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنا لہجہ غمزدہ کر لیا کیونکہ تنظیم کے تمام افراد ہی رابرٹ اور کوشیلا کے تعلقات اور دلی وابستگی کے بارے میں جانتے تھے اس لئے اپنے لہجے کو غمگین بنانا بھی اس نے ضروری سمجھا تھا۔

''اوکے مس''...... البرٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر ٹمرے کی لاش کو اٹھا لیا جسے وہ رابرٹ کی لاش سمجھ رہا تھا۔ کوشیلا برقی بھٹی تک اس کے ساتھ ہی گئی تھی اور اس نے اپنے سامنے ہی ٹمرے کی لاش برقی بھٹی میں ڈلوائی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ رک اپنے ذرائع سے معلوم کر لے گا کہ کوشیلا نے اس کے حکم پر عمل کیا ہے یا نہیں۔ تنظیم کے ممبران ہی اسے رپورٹ دے سکتے تھے۔ یہ کارروائی کر کے وہ مطمئن تھی۔ وہ جانتی تھی کہ البرٹ اس کارروائی کے بارے میں ہیڈکوارٹر میں موجود تمام افراد کو آگاہ کرے گا اور رک نے ان میں سے کسی سے معلومات حاصل کیں تو وہ مطمئن ہو جائے گا کہ اس کے حکم پر عمل ہو چکا ہے۔ بعد میں کیا ہوتا ہے یہ اس نے آئندہ کے حالات پر چھوڑ دیا تھا۔

کرنل فریدی طارق صاحب کے ساتھ ضروری سامان کی خریداری کے لئے گیا ہوا تھا۔ انہوں نے خطرناک ترین جنگلات میں سفر کرنا تھا اور اس سفر کے لئے جس سامان کی ضرورت تھی کرنل فریدی نے طارق صاحب کے مشورے سے لسٹ بنائی اور انہوں نے وہ لسٹ ایک دکاندار کے حوالے کر دی۔ دکاندار طارق صاحب کا کوئی واقف کار ہی تھا۔

''سر۔ اس سامان کی پیکنگ میں ایک دو گھنٹے صرف ہو جائیں گے۔ اگر آپ ایک دو گھنٹے انتظار کرنا چاہیں تو انتظار کر لیں ورنہ بعد میں چکر لگا لیں''...... دکاندار نے طارق سے کہا۔

''ہم دو گھنٹے انتظار تو نہیں کر سکتے اس لئے ہم بعد میں آ جائیں گے۔ آپ قیمت بتائیں۔ ہم آپ کو قیمت ادا کر دیتے ہیں''۔ طارق صاحب نے دکاندار سے کہا۔ وہ جانتے تھے کہ دو گھنٹے فارغ

بیٹھنا کرنل فریدی کے لئے ممکن نہیں ہے۔

''سر۔ جیسے جیسے سامان پیک ہوتا جائے گا بل بھی بنتا جائے گا۔ جب آپ سامان لینے آئیں گے تو ہم آپ سے پیمنٹ بھی لے لیں گے''...... دکاندار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تھینک یو''...... کرنل فریدی نے دکاندار کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ دکان سے باہر آ گئے۔

''کرنل صاحب۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ ہوٹل واپس چلنا ہے یا کہیں اور جانا ہے''...... طارق نے پوچھا۔

''ہوٹل واپس چلتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہاں کیپٹن حمید اور سلیمان کے درمیان گرما گرم بحث ہو رہی ہو گی''...... کرنل فریدی نے طارق سے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھنے لگے جو قریب ہی تھا۔ ٹیکسی اسٹینڈ سے انہوں نے ٹیکسی لی اور ٹیکسی ڈرائیور کو کنگ ہوٹل چلنے کے لئے کہا۔ ٹیکسی نے پندرہ منٹ میں انہیں کنگ ہوٹل پہنچا دیا۔ ہوٹل پہنچ کر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے ان کی ناک سے تیز بو ٹکرائی۔ کرنل فریدی نے سانس روکنے کی کوشش کی لیکن یہ بو اتنی تیز تھی کہ ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں وہ اپنا اثر کر گئی۔ کرنل فریدی اور طارق صاحب لہرا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

پھر کسی کے بولنے کی آواز سن کر کرنل فریدی کا شعور بیدار ہوا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ ایک بڑے کمرے میں کرسی پر

رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں کیپٹن حمید، طارق، سلیمان، روزا، ریکھا، انور اور جگدیش بھی کرسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کمرے میں چار افراد اور بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک کرسی پر ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ دو افراد مشین گنیں سنبھالے کھڑے تھے اور ایک آدمی اس کے ساتھیوں کو انجکشن لگا رہا تھا۔

کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے انجکشن لگانے والے کو ہدایت کی تھی کہ وہ جلدی انجکشن لگائے اور کرنل فریدی نے آنکھیں کھلنے سے پہلے اس کی آواز سنی تھی۔ انجکشن لگانے والا بہت جلد فارغ ہو گیا۔ فارغ ہونے کے بعد وہ بھی مسلح افراد کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک ایک کر کے کرنل فریدی کے تمام ساتھیوں کو ہوش آ گیا۔ اس دوران کرسی پر بیٹھا ہوا شخص انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کی آنکھوں اور چہرے پر تکبر کے تاثرات ثبت ہو کر رہ گئے تھے جبکہ کرنل فریدی نے اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ بہت ہی اذیت پسند انسان ہے۔

''تم میں سے کرنل فریدی کون ہے''...... جب سب کو ہوش آ گیا تو کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا۔

''میرا نام کرنل فریدی ہے۔ تم اپنا تعارف کراؤ''...... کرنل فریدی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''صرف پریٹوریا ہی نہیں پورے جنوبی افریقہ کا بچہ بچہ میرے

نام سے واقف ہے۔ نہ صرف واقف ہے بلکہ میرا نام سنتے ہی وہ تھر تھر کانپنے لگتا ہے۔ وولف دہشت، خوف اور موت کا دوسرا نام ہے اور یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم وولف کی قید میں ہو''...... کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے متکبرانہ لہجے میں کہا۔ اس دوران کرنل فریدی گانٹھ کا اندازہ لگا چکا تھا۔ باندھنے والوں نے اپنی طرف سے انہیں خاص تکنیک سے باندھا تھا لیکن کرنل فریدی کے لئے یہ تکنیک نئی نہیں تھی اس لئے تھوڑی سی کوشش کے بعد اس نے اپنے ہاتھ کی رسیاں کھول لی تھیں۔

''اچھا۔ تم صرف نام ہی کے نہیں بلکہ نیچر کے بھی وولف ہو''۔ کرنل فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''وولف نہیں۔ بلکہ میں بائی نیچر وولف سے بھی زیادہ سفاک ہوں۔ افریقہ کے جنگلی درندے بھی میرا نام سن کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں''...... وولف نے ایک بار پھر غراتے ہوئے کہا تو کرنل فریدی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اگر تم اتنے ہی دلیر ہوتے تو ہمیں اس طرح نہ باندھتے''۔ کرنل فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں کھولوں گا لیکن اس وقت جب تمہارے جسم بے جان ہو چکے ہوں گے''...... جواب میں وولف نے بھی طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا مگر کرنل فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔

''ویسے مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی''...... وولف نے کرنل

فریدی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کون سی بات''...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

''اسرائیلی حکام کو تم میں کیا خاص بات نظر آئی ہے کہ وہ تمہیں خطرناک کہہ رہے تھے''...... وولف نے کہا۔

''تم اسرائیلی ایجنٹ ہو اور تم نے ہمیں اسرائیل کے کہنے پر اغوا کیا ہے''...... کرنل فریدی نے اس سے پوچھا۔

''ایجنٹ تو میں کسی کا بھی نہیں ہوں۔ اسرائیلی حکام تو میری جوتی کے برابر ہیں اور اسرائیلی صدر تو اٹھ کر مجھ سے ملتے ہیں''۔ وولف نے کہا۔ اس کے لہجے میں ایک بار پھر تکبر آ گیا تھا۔

''اسرائیلی حکام مجھ سے خوفزدہ ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسرائیلی صدر مجھ سے خوفزدہ رہتے ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا تو وولف کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔

''اسرائیلی صدر بھی تم سے خوفزدہ ہیں۔ لیکن کیوں''...... وولف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں نے بلند آواز میں بتا دیا تو وجہ تمہارے ان آدمیوں کو بھی معلوم ہو جائے گی اور یہ تمہارے صدر کے لئے مناسب نہیں ہو گا لہٰذا تم میرے قریب آؤ۔ میں تمہارے کان میں بتا دیتا ہوں''...... کرنل فریدی نے کہا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ وولف اس کے قریب آ جائے۔ وولف چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ اسے تجسس ہو رہا تھا کہ اسرائیل کی دہشت پوری دنیا پر پھیلی ہوئی تھی اور اسرائیلی

حکام اس عام سے نظر آنے والے کافرستانی سیکرٹ ایجنٹ سے ڈر رہے تھے۔ وہ کچھ دیر تک تو سوچتا رہا پھر اس نے وجہ جاننے کا فیصلہ کر لیا۔

کرنل فریدی اس کے سامنے بندھا ہوا تھا اور وولف نے خود بھی اچھی طرح رسی کو چیک کیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے خاص تکنیک سے گرہیں لگائی تھیں۔ کرنل فریدی کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا اور ویسے بھی کسی سے خوفزدہ ہونا اس کی فطرت میں ہی نہیں تھا لہٰذا وہ اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا کرنل فریدی کے قریب آ گیا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا بات ہے''...... وولف نے اپنا ایک کان کرنل فریدی کے منہ کے قریب کرتے ہوئے کہا اور یہی وہ وقت تھا جب کرنل فریدی کے ہاتھ حرکت میں آئے اور وولف اڑتا ہوا اپنے تینوں ساتھیوں پر جا گرا جو ساتھ ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے تینوں ساتھی اس سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑے۔ پاؤں کی رسیاں کھولنے کے لئے اسے چند سیکنڈ کی مہلت ہی بہت تھی۔ وولف اور اس کے ساتھی فرش پر گرنے کے بعد اٹھنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ کرنل فریدی اڑتا ہوا ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ پھر اس کے دونوں پیر حرکت میں آئے اور ان چاروں کے سروں پر ایک ایک ٹھوکر لگی۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ایک بار پھر فرش پر گر پڑے۔

اسی دوران کرنل فریدی نے ایک مشین گن اٹھا لی اور اگلے ہی

لمحے مشین گن سے شعلے نکلے اور وولف کے تینوں ساتھی تڑپنے لگے جبکہ وولف حیرت بھری نظروں سے کرنل فریدی اور اپنے تڑپتے ہوئے آدمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ساری کارروائی محض چند سیکنڈ میں مکمل ہو گئی تھی۔ وولف کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کوئی انسان بجلی سے بھی زیادہ تیز ہو سکتا ہے۔ پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے تینوں ساتھیوں نے باری باری آخری ہچکیاں لیں اور ان کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

حیرت نے وولف کو ساکت کر دیا تھا۔ اس کے منہ سے تو اس وقت چیخ نکلی جب کرنل فریدی کے بوٹ کی ٹوہ اس کی کنپٹی پر پڑی تھی۔ اس کی صرف ایک ہی چیخ بلند ہوئی تھی اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کرسی پر بندھے ہوئے پایا جبکہ کرنل فریدی کے تمام ساتھی اس وقت آزاد حالت میں اس کے سامنے کھڑے تھے۔

''تت۔ تم۔ تم انسان ہو یا بجلی''...... وولف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اب تمہیں وجہ معلوم ہو گئی کہ اسرائیلی صدر اور اعلیٰ حکام مجھ سے خوفزدہ کیوں رہتے ہیں''...... کرنل فریدی نے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کرنل فریدی وولف کے بالکل قریب آ گیا۔ اس نے وولف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

''میں اپنی نیچر کے خلاف خواہ مخواہ تم سے پوچھ گچھ کے چکر میں

پڑ گیا ورنہ اس وقت یہاں میں نہیں بلکہ تمہاری لاش پڑی ہوتی۔ لیکن اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تم جلدی سے مجھے کھول کر مجھ سے معافی مانگ لو۔ میں نے آج تک کسی کو معاف نہیں کیا لیکن میں تمہیں معاف کر دوں گا''...... وولف نے بندھے ہونے کے باوجود بھی غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی کیونکہ کرنل فریدی کا پاؤں ایک بار پھر حرکت میں آیا تھا اور اس کے بوٹ کی ٹھوکر وولف کے منہ پر پڑی تھی جس سے وولف کے کئی دانت ہل گئے تھے اور اس کے منہ سے خون بھی بہنے لگا تھا۔

''اب اگر مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی تو دوسرا سانس نہیں لے سکو گے۔ نانسنس۔ تیرے ملک کا صدر اور اعلیٰ حکام مجھ سے خوفزدہ ہیں اور تو مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے''...... کرنل فریدی نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وولف کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور اس کے باقی ماندہ دانت بھی اس تھپڑ نے ہلا دیئے۔

''کس سیارے کی مخلوق نے یہاں لیبارٹری قائم کی ہے''۔ کرنل فریدی نے غراتے ہوئے پوچھا۔

''لیبارٹری۔ سیارے کی مخلوق۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو''...... وولف نے انجان لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے اور آنکھوں کے تاثرات سے کرنل فریدی جان گیا تھا کہ وولف سچ کہہ رہا ہے۔ اسے لیبارٹری اور سیارے کی مخلوق کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔

"اچھا۔ تم یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے والا اسلحہ کہاں تیار ہو رہا ہے"...... کرنل فریدی نے پوچھا تو وولف نے چند لمحوں کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کرنل فریدی سمجھ گیا کہ وہ اس کے سوال کا جواب دینے کے لئے سوچ رہا ہے لیکن اس نے اپنی آنکھیں سوچنے کے لئے بند نہیں کی تھیں۔

کرنل فریدی چند لمحوں تک تو انتظار کرتا رہا کہ وہ آنکھیں کھول کر جواب دے لیکن وولف نے کوئی جواب نہ دیا تو کرنل فریدی نے ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر مار دیا اور یہ تھپڑ وولف کے چہرے کے اوپر والے حصے میں لگا جس نے وولف کی ایک آنکھ کو بھی متاثر کیا۔ کرنل فریدی کی وو انگلیاں وولف کی آنکھ میں لگی تھیں جس سے اس کی آنکھ میں درد ہونے لگا تھا۔

"بولو۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف اسلحہ کہاں تیار ہو رہا ہے"...... کرنل فریدی نے غراتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا"...... وولف نے کہا۔ یہ بات بھی اس نے ایسے انداز میں کہی تھی کہ کرنل فریدی کو سچ محسوس ہوئی۔ اس نے طارق صاحب کی طرف دیکھا جیسے طارق صاحب سے مشورہ طلب کر رہا ہو۔

"لگتا تو ایسے ہی ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے"...... طارق صاحب نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ ہمارے لئے بے کار ہے اور بے کار چیزوں کو ضائع کر دینا چاہئے"...... کرنل فریدی نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے مشین گن اٹھا کر اس کا رخ وولف کی طرف کر دیا۔ وولف نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے اور اس کے ماتھے پر پسینہ نظر آنے لگا۔

"اسرائیل کا کوئی ایسا ایجنٹ جو اس منصوبے سے آگاہ ہو"۔ کرنل فریدی نے وولف سے پوچھا۔

"میرے علم میں آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں آیا"...... وولف نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم ہمارے لئے واقعی بے کار ہو"۔ کرنل فریدی نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی مشین گن سے شعلے نکلے اور وولف کا بندھا ہوا جسم تڑپنے لگا۔

کوتک کا شہری علاقہ ختم ہوتے ہی جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی اس وقت کوتک شہر کے ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ جوزف جنگل میں گیا ہوا تھا۔ جوزف کے مطابق اس جنگل کے شروع ہونے کے تقریباً بیس پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک وحشی قبیلہ آباد تھا اور جوزف اس قبیلے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ عمران نے اسے اچھی طرح سمجھا کر بھیجا تھا کہ اس نے کیا پوچھنا ہے۔

آج کوتک شہر میں ان کا دوسرا دن تھا۔ جوزف کے جانے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو گھومنے پھرنے کی اجازت دے دی تھی کیونکہ عمران کو اندازہ تھا کہ جوزف کی واپسی دو تین دن بعد ہی ہو گی کیونکہ جوزف نے جنگل میں پیدل سفر کرنا تھا اور پھر عمران کی توقع کے مطابق جوزف کی واپسی دوسرے دن شام کے وقت

ہوئی۔

"باس۔ یہاں سے دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شہر ہے ٹمپو۔ ٹمپو کی شہری آبادی کے بعد دنیا کے خطرناک ترین جنگل شروع ہوتے ہیں اور یہ جنگلات کہاں ختم ہوتے ہیں اس کا اندازہ کسی کو نہیں۔ یوں کہا جاتا ہے کہ سمندر کے دوسرے کنارے کی طرح ان جنگلات کا دوسرا سرا نہیں ہے۔ ٹمپو شہر سے ان جنگلات کے آغاز پر مغرب کی طرف کہیں ان جنگلات میں اڑنے والی عجیب و غریب چیز دیکھی گئی ہے"...... جوزف نے عمران کو رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہونہہ۔ کوتک کے جنگلات تک رابرٹ نے مزدور اور سائنس دان پہنچائے اور یہاں سے آگے ریبوٹی مخلوق انہیں ٹمپو کے جنگلات میں اپنی فضائی گاڑی میں لے گئی"...... عمران نے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"فضائی گاڑی"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں۔ ریبوٹی مخلوق کی ٹرانسپورٹ کو میں نے فضائی گاڑی کا نام دیا ہے۔ اگر یہ سیارہ مریخ کی مخلوق ہوتی تو ان کی ٹرانسپورٹ کو تو زمین والے اڑن طشتریوں کا نام دے ہی چکے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جبکہ مریخ والے انہیں ٹرانسمٹ کہتے ہیں"...... جولیا نے بھی

مسکراتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ تو تنویر اور جولیا کے ساتھ اڑن طشتریوں کی سیر بھی کر چکے ہیں''...... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اگر تنویر مریخ کی شہزادی سے شادی کر لیتا تو تنویر کے بھی دو چار سنپولیئے ہو جاتے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ تم تنویر کے بچوں کو سنپولیئے کہہ رہے ہو۔ کیا تنویر سانپ ہے''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ تنویر کو چھیڑ کر غصہ دلانا چاہ رہی تھی اور جولیا کی بات سن کر تنویر کو واقعی غصہ آ گیا اور اس نے غصیلی نظروں سے عمران کو گھورا۔

''ارے۔ تم نے لڑانے بھڑانے کا کام کب سے شروع کر دیا ہے''...... عمران نے بھی مصنوعی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''عمران۔ تم نے واقعی تنویر کو سانپ کہا ہے''...... روشی نے بھی جولیا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''تم تو یہ بات کہہ سکتی ہو لیکن جولیا کو یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی اور تنویر کو بھی اس بات پر غصہ نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ ان دونوں نے مریخی مخلوق کو دیکھا ہوا ہے۔ اس مخلوق کی جلد سانپ کی جلد جیسی ہے۔ میں نے تو اس حوالے سے بات کی تھی''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو جولیا زیر لب مسکرانے لگی۔

''اچھا۔ ان باتوں کو چھوڑیں اور آگے کی سوچیں''...... صفدر نے

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''جوزف۔ کوتک سے ٹمبو جانے کے کیا ذرائع ہیں۔ تم نے معلوم کیا ہے''...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''یس باس۔ یہاں سے بسیں ٹمبو تک جاتی ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''یہاں جیپیں اور ٹیکسیاں بھی تو مل جاتی ہیں لہٰذا ہم دو جیپیں حاصل کریں گے جو جنگل میں بھی ہمارے کام آئیں گی''...... عمران نے ان سب سے مخاطب ہو کر کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

پھر واقعی عمران نے دو جیپیں حاصل کر لیں۔ ان کے پاس سامان بھی تھا جو انہوں نے جیپوں میں رکھ لیا۔ پہلی جیپ میں عمران، جوزف، جولیا، روشی، قاسم اور خاور بیٹھ گئے جبکہ دوسری جیپ میں صفدر، تنویر، چوہان اور نعمانی بیٹھ گئے۔ پہلی جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر جوزف اور دوسری جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر تنویر تھا۔

''جوزف۔ دو سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور دو گھنٹوں سے زیادہ وقت نہیں لگنا چاہئے''...... عمران نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تنویر نے بھی اس کی بات سن لی تھی۔

''تم بے فکر رہو باس۔ دو گھنٹوں سے بھی کم وقت لگے گا''۔ جوزف نے کہا۔ جیپیں طاقتور انجن کی تھیں۔ ان دونوں نے ہی

طوفانی رفتار سے جیپیں چلائیں جس کے نتیجے میں وہ واقعی دو گھنٹے سے بھی پہلے ٹمپو کے علاقے میں پہنچ گئے۔ جب وہ ٹمپو پہنچے تو رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔

''باس۔ رات کا وقت ہے۔ کسی ہوٹل میں ٹھہرنا ہے یا آگے بڑھنا ہے''...... جوزف نے عمران سے پوچھا۔

''کیا تم رات کے وقت صحیح سمت کا تعین کر کے آگے بڑھ سکتے ہو''......عمران نے پوچھا۔

''باس۔ جوزف دی گریٹ انہی جنگلات کا پرنس ہے اور ان جنگلات میں آنکھیں بند کر کے سفر کر سکتا ہے''...... جوزف نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

''پھر رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آگے بڑھتے ہو''......عمران نے جوزف کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے باس''...... جوزف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان صاف تھا اس لئے ستارے بہت روشن اور چمکدار دکھائی دے رہے تھے۔

جوزف مناسب رفتار سے جیپ کو آگے بڑھانے لگا۔ دوسری جیپ ان کی جیپ کے پیچھے آ رہی تھی۔ تقریباً نصف گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد جنگل شروع ہو گیا اور جوزف کی جیپ جنگل میں داخل ہو گئی۔ جنگل ابھی گھنا نہیں تھا اس لئے جیپ آگے بڑھنے لگی اور پھر آہستہ آہستہ جنگل گھنا ہونے لگا۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد جنگل

اتنا گھنا ہو گیا تھا کہ جیپ کا آگے بڑھنا دشوار ہو گیا۔ عمران کے کہنے پر جوزف نے جیپ روک لی۔ جیسے ہی جوزف نے جیپ روکی اس کے پیچھے تنویر نے بھی جیپ روک دی۔

''ہمیں جیپوں کو یہاں چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اس سے آگے جیپوں کا جانا بہت دشوار ہے''......عمران نے جیپ سے نیچے اتر کر کہا تو وہ سب بھی جیپوں سے نیچے اتر آئے۔ جیپوں کی ہیڈ لائٹس کی وجہ سے ٹارچ جلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے ضرورت کے مطابق زمین صاف کی اور دو خیمے لگا دیئے۔ ایک خیمہ روشی اور جولیا کے لئے تھا جبکہ دوسرا خیمہ مردوں کے لئے تھا۔

''عمران صاحب۔ سنا ہے قاسم زور دار خراٹے لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے ساتھ سونے والوں کو نیند آ ہی نہیں سکتی''...... خاور نے پاکیشیا کی ایک مقامی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ قاسم یہ زبان نہیں جانتا۔ مقامی زبان اس نے اس لئے استعمال کی تھی کہ قاسم کی دل شکنی نہ ہو کیونکہ وہ کسی کی بھی دل آزاری نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''خاور صاحب۔ تم فکر نہ کرو۔ ان جنگلات میں ایک ایسی بوٹی پائی جاتی ہے جس کا عرق پینے سے پانچ چھ گھنٹوں کے لئے انسان کے خراٹے بند ہو جاتے ہیں۔ میں روزانہ رات کو وہ عرق قاسم صاحب کو پلا دیا کروں گا''...... جوزف نے بھی مقامی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔ یہ زبان دارالحکومت کے قریبی پہاڑی

علاقوں کی زبان تھی اور دارالحکومت میں رہنے والے کئی لوگ یہ زبان بولتے تھے اس لئے جوزف بھی یہ زبان جانتا تھا۔ خاور کی بات سن کر سب لوگ پریشان ہو گئے تھے جبکہ جوزف کی بات سن کر انہوں نے اطمینان کے سانس لئے تھے۔

''کیا یہاں قریب وہ بوٹی موجود ہے''...... عمران نے جوزف سے پوچھا۔

''یس باس۔ مجھے اس کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں اور کافی مقدار میں وہ بوٹی توڑ لاتا ہوں''...... جوزف نے کہا اور پھر عمران کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ ایک طرف بڑھ گیا۔

''یہ تم لوگ کس جبان میں باتیں کر رہے ہو''...... قاسم نے انہیں اجنبی زبان میں باتیں کرتے دیکھ کر ناراض سے لہجے میں کہا۔

''خالہ زاد۔ ہم تمہاری شادی کی باتیں کر رہے ہیں اور چونکہ تمہیں شادی کی باتوں پر شرم آتی ہے اس لئے ایسی زبان میں باتیں کر رہے ہیں جو تمہیں نہیں آتی''...... عمران نے کہا۔

''مجھے کیوں سرم آئے گی۔ میں کوئی چھوکری تو نہیں۔ مجھے مالوم ہے تم میری سادی میں نہیں بلکہ اپنے کسی مسن پر آئے ہو۔ اب تم مجھے اور احمق نہ بناؤ''...... قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''کس میں جرأت ہے کہ تمہیں بے وقوف بنائے۔ تم تو بنے بنائے ہو''...... تنویر نے جلدی سے کہا۔

''ہاں۔ کس میں جرأت ہے۔ ہائیں سالے۔ یہ تم نے کیا بولا ہے''...... قاسم نے پہلے تو روانی میں کہا لیکن پھر شاید اسے تنویر کی بات سمجھ آ گئی تھی۔

''یہ تم نے بہت غلط بات کی ہے تنویر۔ قاسم صاحب انتہائی ہینڈسم اور ذہین انسان ہیں''...... روشی نے تنویر کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو قاسم اسے ممنون نظروں سے دیکھنے لگا۔

''سکریہ۔ سکریہ۔ مس روسی۔ آپ میری ہمدرد ہیں''...... قاسم نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی قاسم آبدیدہ ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

''ارے۔ ارے۔ کیا ہوا قاسم صاحب۔ کیا امی یاد آ گئی ہیں''...... روشی نے ہمدردانہ لہجے میں قاسم سے پوچھا۔

''آپ بہت اچھی لڑکی ہیں۔ آپ ہی چھپکلی بیگم سے میری جان چھڑا سکتی ہیں''...... قاسم نے بدستور آبدیدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ میں آپ کی جان آپ کی بیگم سے چھڑا دوں گی مگر آپ اس وقت تو نہ روئیں''...... روشی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ وہ بھی اب قاسم کی طبیعت سے واقف ہو گئی تھی۔

''تو آپ وعدہ کرتی ہیں کہ آپ مجھ سے سادی کریں گی''۔ قاسم نے کہا تو اس کی بات سن کر روشی یکدم چونک پڑی لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا۔ وہ اس پر غصہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے خیال کے مطابق قاسم ایسا تھا ہی نہیں کہ اس کی بات پر غصہ کیا

جاتا۔ قاسم صاف گو اور معصوم سا انسان تھا۔ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہی تھا اس لئے اس نے قاسم کی بات کا غصہ نہیں کیا تھا۔

''شادی کے لئے تو مجھے سوچنا پڑے گا''...... روشی نے شرماتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ سوچ لو۔ سادی کی جلدی تھوڑی ہے۔ کل کر لیں گے۔ میرا کھالہ جاد مولوی بن کر نکاح پڑھا دے گا''۔ قاسم نے کہا تو روشی نے مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ قاسم نے یہ بات اتنی سادگی سے کہی تھی کہ وہ سب مسکرانے لگے اور پھر اسی لمحے جوزف واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بہت سے پتے تھے۔

''شادی کے بارے میں کل سوچوں گی۔ ابھی تو میں آپ کو اور سب کو چائے پلوا دوں''...... روشی نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ ہم نے چائے نہیں پی اس لئے سر میں درد ہو رہا ہے''...... قاسم نے کہا۔

''قاسم بھائی۔ آپ چائے میں لیموں کا رس ملا کر پیا کریں''۔ جولیا نے کہا۔

''وہ کس لئے''...... قاسم نے جولیا سے پوچھا۔

''چائے میں لیموں کا رس ملا کر پینے سے موٹاپا کم ہوتا ہے نا''...... جولیا نے کہا تو قاسم کا منہ بن گیا۔ اسے جولیا کی بات اچھی نہیں لگی تھی لیکن وہ بولا کچھ نہیں۔

''آؤ جولیا۔ ہم چائے بنائیں''...... روشی نے جولیا سے کہا اور

پھر وہ دونوں اپنے خیمے میں چلی گئیں۔ کھانے پینے کے سامان کی تیاری کے لئے ان کے خیمے کا ہی سوچا گیا تھا۔ انہوں نے سب کے لئے چائے تیار کی اور سب کو پہنچا دی۔ قاسم کی چائے میں انہوں نے پتوں کا عرق نکال کر شامل کر دیا تھا۔

''سب لوگ آرام کریں۔ جوزف دونوں خیموں پر پہرہ دے گا''...... عمران نے کہا اور پھر واقعی وہ سب سو گئے۔ وہ گہری نیند سوئے ہوئے تھے کہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے کیونکہ جنگل کے گہرے سناٹے میں ایک چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔

وولف کے خاتمے کے بعد کرنل فریدی نے اپنے ساتھیوں کو رسیوں سے آزاد کرایا۔ کرنل فریدی کے علاوہ اور کوئی بھی رسی کی گرہیں نہیں کھول سکا تھا۔ کوشش سب نے کی تھی۔ پھر وہ اس کمرے سے باہر نکلے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ کمرہ تہہ خانے میں تھا۔ وہ تہہ خانے سے نکل کر اوپر آ گئے۔ یہ ایک کوٹھی تھی اور اس کوٹھی میں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ کوٹھی میں موجود افراد کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"آپ جانتے ہیں کہ کامیابی اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ ہم ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے سیدھے ٹارگٹ پر جائیں۔ ریبون نامی سیارے کی مخلوق کی قائم کردہ سائنس لیبارٹری ہمارا ٹارگٹ ہے اور طارق صاحب کو معمولی سا اندازہ ہے کہ وہ سائنس لیبارٹری جنگلات میں کس طرف ہو سکتی ہے اس لئے ہم نے طارق صاحب

کی قیادت میں آگے بڑھنا ہے۔ ہمارا مقصد چونکہ نیک ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ اللہ ہماری مدد کرے گا"...... اس کوٹھی سے باہر نکلنے کے بعد کرنل فریدی نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں کرنل صاحب۔ انسان کو ادھر ادھر نہیں بھٹکنا چاہئے بلکہ سیدھا اپنے ٹارگٹ کی طرف بڑھنا چاہئے اور مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ میں اپنے ٹارگٹ کے بہت قریب پہنچ گیا ہوں"...... سلیمان نے روزا اور ریکھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سلیمان بھائی۔ آپ کا ٹارگٹ کیا ہے"...... روزا نے نہایت ہی معصومیت سے پوچھا تو سلیمان کا منہ بن گیا۔

"یہ بات تو طے ہے کہ میں آپ کا بھائی نہیں ہوں"۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سلیمان بھائی۔ ہم مشرقی لڑکیوں کی ایک مجبوری ہوتی ہے۔ ہمیں تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا میں موجود سب لڑکوں کو بھائی سمجھا جائے"...... روزا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مشرقی لڑکیاں سب کو اپنا بھائی سمجھتی ہیں لیکن کوئی ایک ایسا بھی ہوتا ہے جسے وہ اپنے دل کے کسی خفیہ کونے میں چھپا کر رکھتی ہیں اور جس کے ذکر پر ان کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ جاگتے ہوئے وہ اس کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہیں اور سوئے ہوئے اس کے سپنے دیکھتی ہیں"...... سلیمان نے رومانٹک

لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو ریکھا اور روزا نے بیک وقت چور نظروں سے کرنل فریدی کی طرف دیکھا۔ روزا شوخ اور چنچل تھی جبکہ ریکھا سنجیدہ اور متین۔ ان دونوں کے دل کی دھڑکن کرنل فریدی ہی تھا۔

کرنل فریدی بھی ان دونوں کے جذبات کو سمجھتا تھا۔ سنجیدہ مزاج ریکھا اسے اچھی لگتی تھی لیکن اس کا اظہار اس نے کبھی نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ اظہار کرسکتا تھا کیونکہ اس کی ذمہ داریاں اسے ان باتوں سے دور رکھتی تھیں۔ یہی حال ریکھا کا بھی تھا۔ اس نے بھی کرنل فریدی سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کرنل فریدی جب تک ریٹائر نہیں ہو جاتا اس نے شادی نہیں کرنی۔ وہ بھی کرنل فریدی کو اپنے دل کا دیوتا مان کر من ہی من میں اس کی پوجا کیے جا رہی تھی۔

روزا چونکہ شوخ طبیعت کی مالک تھی اس لئے اس نے مذاق کے انداز میں کئی بار اپنے دل کا حال کرنل فریدی سے کہا جس کا اسے کوئی مثبت جواب نہیں ملا تھا اور یہ بات تو وہ بھی جانتی تھی کہ کرنل فریدی سے اس کی شادی ممکن نہیں ہے۔ اسے بھی اندازہ تھا کہ کرنل فریدی ریکھا کو پسند کرتا ہے اور اسے کرنل فریدی کا خیال دل سے نکال دینا چاہئے لیکن وہ اپنے پاگل دل کو کیا سمجھاتی۔ وہ کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ سو وہ بھی دل میں کرنل فریدی کی محبت کے دیپ جلائے جیئے جا رہی تھی۔

''سلیمان بھائی۔ کہتے تو آپ ٹھیک ہیں''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد روزا نے کہا۔

''تم نے مجھے بھائی کہا۔ اچھا شادی سے پہلے ہر لڑکا بھائی ہی ہوتا ہے''...... سلیمان نے کہا تو اس کی بات سن کر کیپٹن حمید کو غصہ آ گیا۔

''لڑکا۔ کبھی آئینہ دیکھا ہے۔ دس بچوں کے باپ لگتے ہو''۔ کیپٹن حمید نے سلیمان کو گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میری مس روزا سے شادی ہو گئی تو میں دس سال میں دس بچوں کا باپ بن ہی جاؤں گا''...... سلیمان نے کیپٹن حمید کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ سلیمان کی بات نے کیپٹن حمید کو اور زیادہ غصہ دلا دیا۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''پاکیشیائی لڑکیاں تمہیں گھاس نہیں ڈالتیں اور کافرستانی لڑکیوں سے عشق لڑانے چلے ہو''...... کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں کہا تو سلیمان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پاکیشیائی لڑکیوں نے ساری گھاس تمہارے لئے رکھی ہوئی ہے''...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر کیپٹن حمید کا پارہ مزید ہائی ہو گیا لیکن اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

''سن رہے ہیں آپ۔ اسی لئے اسے اپنے ساتھ لائے ہیں کہ یہ ہماری بے عزتی کرے''...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا جو کہ ان کی نوک جھونک سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''تم نے روزا اور سلیمان کے معاملات میں ٹانگ اڑائی ہے تو اب باتیں بھی برداشت کرو''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید کا منہ لٹک گیا۔ اس کا خیال تھا کہ سلیمان کو ڈانٹ پڑے گی لیکن یہاں بات الٹ ہو گئی تھی اور کرنل فریدی نے اسے ہی جھاڑ دیا تھا۔

''طارق صاحب۔ آپ کے اندازے کے مطابق یہ سائنس لیبارٹری کہاں ہے اور ہم وہاں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں''...... کیپٹن حمید نے طارق صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ کرنل فریدی سے جھاڑ کھانے کے بعد وہ کچھ ناراض ہو گیا تھا۔

''پریٹوریا سے سینکڑوں کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شہر ہے ٹمبو۔ ٹمبو شہر سے آگے ہزاروں میل یا ہزاروں میل سے بھی زیادہ رقبہ ہو گا جس پر گھنے اور خطرناک جنگلات ہیں اور انہی جنگلات میں، میں نے اڑن طشتریاں دیکھی ہیں۔ سو ہم اندازے سے اس کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ ہم نیک مقصد کے لئے نکلے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کرنی ہے۔ میں کرنل فریدی کو ان جنگلات کے بارے میں تفصیل سے بتا چکا ہوں''...... طارق صاحب نے کہا۔

''سر۔ پھر دیر کس بات کی ہے۔ روانگی اختیار کی جائے''۔ ریکھا نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں۔ میں نے ایک اسٹیشن ویگن منگوائی ہے۔ اس میں ہمارا

سامان بھی موجود ہے۔ ٹمبو تک ہم اس اسٹیشن ویگن میں ہی سفر کریں گے''...... کرنل فریدی نے لیڈی انسپکٹر ریکھا کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اسٹیشن ویگن کے آنے تک کرنل فریدی انہیں جنگلات کے بارے میں بتاتا رہا۔

اسٹیشن ویگن آئی تو وہ روانگی کے لئے تیار تھے۔ تقریباً چھ گھنٹے کے مسلسل اور تیز رفتار سفر کے بعد وہ ٹمبو پہنچ گئے۔ آبادی کے بعد جنگلات شروع ہو گئے تھے۔ آغاز میں یہ جنگل کم گھنا تھا۔ کچھ سفر کے بعد جنگل اتنا گھنا ہو گیا کہ اسٹیشن ویگن کا آگے بڑھنا ممکن نہ رہا۔ کرنل فریدی نے اسٹیشن ویگن کو وہیں چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور وہ سب نیچے اتر آئے۔ انہوں نے اپنا سامان بھی اتار لیا تھا۔

''اب شام ہونے والی ہے۔ اگر تم لوگ ریسٹ کرنا چاہو تو خیمے یہیں لگا لیتے ہیں ورنہ آگے بڑھتے ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''سر۔ جب تک اندھیرا نہیں چھا جاتا ہمیں سفر جاری رکھنا چاہئے۔ آرام کے لئے رات کافی ہے''...... روزا نے کرنل فریدی سے کہا تو باقی ساتھیوں نے بھی اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''میں سلیمان کو اس لئے ساتھ لایا ہوں کہ اس پر عمران کا میک اپ کروں گا۔ اس لئے پہلے میں سلیمان کو عمران بنا دوں پھر آگے بڑھتے ہیں''...... کرنل فریدی نے کہا اور پھر اس نے اپنا بیگ کھولا اور بیگ میں سے میک اپ باکس نکال لیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد سلیمان بالکل عمران کے روپ میں تھا۔ کرنل فریدی نے اس کا

تنقیدی جائزہ لیا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔ اس کی ٹیم کے باقی ممبران بھی اس میک اپ سے مطمئن تھے۔

''اب شام ہو چکی ہے اور بھوک سے بھی برا حال ہو رہا ہے۔ سو یہیں ڈیرے لگائے جائیں اور کھانے پینے کا انتظام کیا جائے''...... کیپٹن حمید نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیپٹن صاحب کا حکم ہے۔ اس پر عمل کیا جائے''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر دو خیمے لگا دیئے گئے۔ خشک خوراک کا ان کے پاس کافی ذخیرہ تھا۔ انہیں صرف چائے تیار کرنی تھی اور ان کے پاس گیس والے سلنڈر موجود تھے۔ انہوں نے سوچا تھا کہ جب تک ان سے گزارہ ہو سکے گا وہ استعمال کریں گے اور پھر سلنڈر پھینک دیں گے اور جنگلات کی لکڑیاں استعمال کریں گے۔

''جنگل میں منگل تیرے ہی دم سے۔ سب نے یہ شور مچایا ہے سالگرہ کا دن آیا ہے۔ او۔ سالگرہ کا دن آیا ہے''...... سلیمان نے گنگناتے ہوئے کہا۔

''سلیمان بھائی''...... روزا نے سلیمان سے کچھ کہنا چاہا لیکن سلیمان نے اس کی بات کاٹ دی۔

''پھر بھائی۔ میں نے تم سے کہا ہے نا کہ مجھے بھائی نہ کہا کرو۔ میرا دل ڈوبنے لگتا ہے''...... سلیمان نے باقاعدہ اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو روزا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''اچھا۔ آپ کو بھائی نہ کہوں تو پھر کیا کہوں''...... روزا نے ہنستے

ہوئے کہا۔

''اپنی میٹھی میٹھی آواز میں صرف میرا نام لیا کرو۔ یوں۔ سلیمان۔ سلیمان جی''...... سلیمان نے باقاعدہ ایک ادا کے ساتھ اپنا نام لیتے ہوئے کہا تو روزا ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی جبکہ ریکھا اور کرنل فریدی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ البتہ کیپٹن حمید نے منہ بنا لیا تھا۔

''اچھا۔ جب ہنسنا بند کرو تو وہ بات بھی کہہ دینا جو بات تم مجھ سے کہنا چاہتی ہو''...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے روزا سے کہا۔

''کیوں۔ میری ہنسی آپ کو اچھی نہیں لگ رہی''...... روزا نے یکدم مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''تم ہنستی ہو تو یوں لگتا ہے جیسے کہیں دور مندر میں گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ گلاب کی کلیاں چٹک رہی ہوں۔ کوئل گیت گا رہی ہو۔ باد صبا گنگنا رہی ہو''...... سلیمان نے باقاعدہ شاعری کرتے ہوئے کہا تو روزا ایک بار پھر ہنسنے لگی جبکہ کیپٹن حمید کے چہرے پر بارہ بج گئے لیکن وہ کچھ نہیں بولا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کرنل فریدی چونکہ سلیمان کو مہمان بنا کر لایا ہے اس لئے کرنل فریدی سلیمان کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں بلکہ کرنل فریدی جیسا سنجیدہ آدمی بھی سلیمان کی باتوں سے محظوظ ہو رہا تھا اس لئے کیپٹن حمید نے سوچا کہ وہ سلیمان کی باتوں پر کوئی اعتراض نہ کرے گا۔ ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ جس طرح عمران کی مذاق کرنے کی عادت ہے اس

طرح سلیمان بھی مذاق کرتا ہے اور اسے ان باتوں پر غصہ نہیں ہونا چاہئے لیکن پھر بھی نجانے کیوں اسے غصہ آ جاتا تھا۔

''سلیمان بھمبھ۔ اوہ۔ سلیمان جی۔ آپ تو شاعری بھی خوب کر لیتے ہیں''...... روزا اسے بھائی کہتے کہتے رک گئی تھی اور اس نے بہت ہی میٹھے لہجے میں سلیمان کی تعریف کی تھی۔

''میں شاعر تو نہیں۔ مگر اے حسین، جب سے دیکھا میں نے تجھ کو مجھ کو شاعری آ گئی''...... سلیمان نے بلند آواز میں کہا تو روزا ایک بار پھر ہنسنے لگی اور پھر وہ کافی دیر تک ہنستی رہی۔

''اچھا۔ یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا بات کہنے والی تھیں''...... جب روزا کی ہنسی بند ہوئی تو سلیمان نے اس سے پوچھا۔

''کیا بات تھی۔ ہاں آپ سالگرہ کا گانا گا رہے تھے نا۔ میں یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کس کے دم سے اس جنگل میں منگل محسوس ہو رہا ہے''...... روزا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اے حسینہ۔ تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے''...... سلیمان نے روزا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو روزا شرمانے لگی۔ اس نے اپنی چھوٹی انگلی دانتوں تلے دبا لی اور نظریں جھکا لیں۔ کرنل فریدی اور ریکھا بھی اس کی اس ادا پر مسکرانے لگے۔

''روزا پتری۔ تم نے ہمیں بھوکا مارنے کا ارادہ کر لیا ہے''۔ طارق صاحب نے شکایتی لہجے میں روزا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوہ سوری انکل۔ بس ابھی کھانے کا انتظام ہو جاتا ہے''۔ روزا

نے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور پھر روزا اور ریکھا اپنے خیمے میں چلی گئیں۔ انہوں نے جلدی سے کھانا تیار کیا اور پھر سب نے مل کر کھانا کھایا۔ سلیمان اور روزا کی باتوں کے دوران کافی وقت گزر گیا تھا جس کا انہیں احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہیں محسوس ہوا کہ رات کا اندھیرا پورے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ انہوں نے اسٹیشن ویگن کی ہیڈ لائٹس بجھا دیں۔ اب اندھیرے میں درختوں کو دیکھ کر یہ احساس ہو رہا تھا جیسے بہت سے دیو اپنے سینکڑوں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوں اور انہیں غور سے دیکھ رہے ہوں۔

''پہلے دو گھنٹے میں پہرہ دوں گا پھر انور، جگدیش اور کیپٹن حمید باری باری خیموں سے باہر پہرہ دیں گے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''سر۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہم ایک ایک گھنٹہ زیادہ ڈیوٹی دے دیں گے''...... جگدیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اس وقت ہم سرکاری ڈیوٹی پر نہیں ہیں لہذا سب برابر ہیں۔ سب کو برابر ڈیوٹی دینی چاہئے''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''پھر آپ نے ہمیں تو چھوڑ دیا ہے''...... ریکھا نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''طارق صاحب کو بزرگی کے احترام میں، سلیمان کو مہمان کی حیثیت سے اور تم دونوں کو لیڈیز ہونے کی وجہ سے اس ڈیوٹی سے مستثنٰی قرار دیا جاتا ہے''...... کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

کرنل فریدی کی بات کے بعد کسی میں جرأت نہیں تھی کہ وہ اس پر اعتراض کرتا اس لئے سب خاموش رہے۔ یہ رات بغیر کسی ہنگامے کے گزر گئی۔ صبح ہوئی تو ان کا سفر شروع ہو گیا۔ صبح سے رات تک وہ بغیر رکے سفر کرتے رہے۔

دوپہر کو پندرہ منٹ کے لئے انہوں نے ایک جگہ قیام کر کے کھانا کھایا تھا اور ان کا سفر دوبارہ شروع ہو گیا تھا۔ دن میں انہیں کئی چھوٹے چھوٹے جنگلی جانور بھی نظر آئے۔ انہوں نے کئی جگہ سانپوں کو بھی دیکھا۔ تین چار سانپ تو انہوں نے مار بھی دیئے تھے۔ رات تک کوئی خطرناک درندہ یا کوئی جنگلی انہیں نظر نہ آیا۔ رات کو ایک بہتر جگہ دیکھ کر انہوں نے وہیں خیمے لگانے کا فیصلہ کیا۔ روزا اور ریکھا کا خیمہ چھوٹا تھا۔ اس میں چار افراد کے سونے کی گنجائش تھی جبکہ دوسرا خیمہ کافی کشادہ تھا اور اس میں بیک وقت دس افراد کے سونے کی گنجائش تھی۔

"طارق صاحب۔ کیا خیال ہے۔ ہم کب تک منزل پر پہنچ جائیں گے"...... کیپٹن حمید نے طارق سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میں تو بس ایک اندازے سے چل رہا ہوں۔ میرا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور منزل میں نے بھی نہیں دیکھی۔ ہو سکتا ہے کہ یونہی جنگلات میں بھٹکتے رہیں اور کبھی بھی اپنی منزل پر نہ پہنچ سکیں"...... طارق صاحب نے کیپٹن حمید سے کہا۔

"ہمیں کم از کم منزل کے بارے میں معلومات تو حاصل کر لینی چاہئیں تھیں"...... کیپٹن حمید نے کہا۔

"کس ذرائع سے"...... کرنل فریدی نے کیپٹن حمید سے پوچھا۔

"وولف سے ہمیں کوئی نہ کوئی ٹپ مل سکتی تھی۔ بے شک وہ خود نہیں جانتا تھا لیکن وہ ہمیں کسی ایسے آدمی کا ایڈریس بتا سکتا تھا جس سے ہم معلومات حاصل کر سکتے تھے"...... کیپٹن حمید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ سائنس لیبارٹری کا محل وقوع اس دنیا کا کوئی آدمی نہیں جانتا۔ چند اسرائیلی شخصیات، ریبونی مخلوق کی مدد کر تو رہی ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ وہ بھی اس لیبارٹری کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ سیارہ ریبون کی مخلوق نے اس لیبارٹری کو سب سے خفیہ رکھا ہوا ہے"...... کرنل فریدی نے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"سر۔ اگر سیارہ ریبون کی مخلوق نے اسرائیلی شخصیات پر بھی اعتماد نہیں کیا تو وہ ان کا ساتھ کیوں دے رہے ہیں"...... جگدیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"محض مسلم دشمنی کی وجہ سے۔ دنیا میں موجود اربوں مسلمان ختم ہو جائیں ان کے لئے یہی خوشی کی بات ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"حیرت ہے۔ یہ اسرائیلی مسلم دشمنی میں اس حد تک جا سکتے ہیں"...... لیڈی انسپکٹر ریکھا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ دوستی اور دشمنی بھی عجیب چیز ہوتی ہے جو انسان کو بالکل اندھا کر دیتی ہے"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"کرنل صاحب۔ دوستی اور دشمنی تو انسان کو اندھا کر دیتی ہے مگر عشق انسان کو کیا بنا دیتا ہے"...... سلیمان نے کرنل فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بظاہر سنجیدہ تھا لیکن اس کے اس سنجیدہ لہجے نے بھی ماحول پر چھا جانے والی سنجیدگی کو دور کر دیا تھا اور اس کا سوال سن کر سب ہی مسکرانے لگے تھے۔

"عشق انسان کو دیوانہ بنا دیتا ہے، پاگل کر دیتا ہے۔ انسان چناب جیسے دریا میں گھڑے پر سفر کرنے لگ جاتا ہے۔ محبوب کی بھینسیں چرانے لگتا ہے۔ پہاڑوں سے نہریں کھودتا ہے اور صحراؤں میں دفن ہو جاتا ہے"...... کرنل فریدی کی بجائے طارق صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور انسان افریقہ کے خطرناک جنگلات میں بھی تو پہنچ جاتا ہے"...... سلیمان نے روزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سب ہی اس کی بات کا مطلب سمجھ گئے اس لئے سب ہی مسکرانے لگے اور پھر وہ کچھ دیر بعد وہ سونے کے لئے خیموں کی طرف بڑھ گئے۔ آج پہرے کے لئے پہلی ڈیوٹی کیپٹن حمید نے دینی تھی لہٰذا وہ مشین گن سنبھالے باہر ہی رہ گیا۔

"یہ سلیمان تم پر کچھ زیادہ ہی عشق جھاڑنے لگ گیا ہے"۔ خیمے میں پہنچ کر ریکھا نے روزا سے کہا۔

"کرنل صاحب سلیمان کو صرف اس لئے ساتھ نہیں لائے کہ وہ اس پر عمران کا میک اپ کر کے اسے ساتھ ساتھ لئے پھریں بلکہ اسے ساتھ لانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سنجیدہ سفر میں سلیمان ہمیں ہنساتا رہے اور ہم بوریت محسوس نہ کریں اور تم دیکھ رہی ہو کہ سلیمان ہمارے ماحول کو کس طرح خوشگوار بنا دیتا ہے"۔ روزا نے کہا۔

"کیا تمہیں یہ باتیں کرنل صاحب نے بتائی ہیں"...... ریکھا نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ میرا اندازہ ہے اور مجھے یقین بھی ہے کہ میرا یہ اندازہ سو فیصد درست ہے"...... روزا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ ہاں۔ تم مشرقی لڑکی نہیں ہو لیکن سلیمان کی موجودگی میں مشرقی بن جاتی ہو"...... ریکھا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اسے اچانک کچھ یاد آیا تو اس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"جس طرح سلیمان اداکاری کر رہا ہے اسی طرح مجھے بھی اداکاری کرنی چاہئے"...... روزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب چونکہ انہیں نیند آ رہی تھی اس لئے انہوں نے سو جانا بہتر سمجھا اور پھر وہ سو گئیں۔

اگلی صبح ان کا سفر پھر شروع ہو گیا۔ تین دن کے سفر کے بعد وہ شام کے وقت ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں درخت ختم ہو گئے تھے

اور سامنے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان پہاڑیوں میں انہوں نے غاروں کی موجودگی کو بھی محسوس کر لیا تھا۔ ان پہاڑیوں کے دوسری طرف تقریباً نصف کلومیٹر کے فاصلے پر درختوں کا سلسلہ پھر شروع ہو رہا تھا۔

''کیا خیال ہے۔ آج کی رات ان پہاڑیوں میں بسر نہ کی جائے''...... کرنل فریدی نے ان سے رائے لیتے ہوئے کہا۔

''بہت ہی نیک خیال ہے''...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ دوسرے افراد نے بھی باری باری کرنل فریدی کے اس خیال کی تائید کی اور پھر ایک بہت کشادہ اور وسیع غار تلاش کر کے اس کی صفائی کی گئی اور انہوں نے اپنا سامان غار میں رکھ دیا۔ انہوں نے پہاڑوں کے اردگرد گھوم پھر کر دیکھا تو ایک جگہ انہیں ایک چھوٹی سی جھیل بھی نظر آ گئی۔ جھیل کو دیکھ کر انہیں بہت خوشی ہوئی۔ وہ سب اس جھیل میں نہانے لگے۔ جب مرد حضرات نہا کر واپس غار میں پہنچ گئے تو ریکھا اور روزا بھی نہانے لگیں۔

رات کو سونے کے لئے لیٹے تو جلد ہی انہیں نیند آ گئی اور یہ نیند بہت ہی گہری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ وہاں دس جنگلی نمودار ہو گئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں بانس تھے اور بانس کے دوسرے سرے پر کچھ پتے بندھے ہوئے تھے جن سے گہرا اور تیز دھواں نکل رہا تھا۔ انہوں نے وہ بانس غار کے منہ پر رکھ دیئے۔

ں بانسوں سے نکلنے والا وہ دھواں بہت تیزی سے غار میں پھیل رہا ھا۔ دھویں کو محسوس کرتے ہوئے کرنل فریدی کی آنکھ کھل گئی اور وہ کھانستا ہوا اٹھ بیٹھا۔ لیکن اٹھتے ہی وہ چکرا کر غار کے فرش پر گر ڑا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا جبکہ اس کے دیگر ساتھی تو نیند کی حالت یں ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔

اسرائیلی صدر کے آفس کے میٹنگ روم میں اس وقت اسرائیلی صدر، اسرائیلی سیکرٹری دفاع رِک اور سیارہ ریبون کا نمائندہ لانگ ون موجود تھے۔

''سر۔ پاکیشیائی سیکرٹ ایجنٹ علی عمران اور اس کے ساتھی، کافرستانی سیکرٹ ایجنٹ کرنل فریدی اور اس کے ساتھی جنوبی افریقہ پہنچ کر غائب ہو چکے ہیں''...... سیکرٹری دفاع رِک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''انہیں اس خفیہ پراجیکٹ کی اطلاع کیسے ملی سر جبکہ یہ بات آپ اور آپ کے دو تین خاص آدمیوں کو معلوم تھی''...... لانگ ون نے مؤدبانہ لہجے میں صدر سے کہا لیکن اس کے انداز میں شکایت تھی۔ لانگ ونگ کی بات سن کر رک کو بہت غصہ آیا اور غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''مسٹر لانگ ون۔ آج تک کسی کو جناب صدر سے اس انداز میں بات کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہمارے صدر صاحب آپ کے جواب دہ تو نہیں ہیں''...... رِک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''سوری۔ اگر میرے الفاظ سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ میں چونکہ ابھی آپ کی دنیا کے طور طریقے اچھی طرح نہیں سیکھ سکا اس لئے شاید میں غلط الفاظ بول گیا ہوں''...... لانگ ون نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔ چونکہ ابھی ان کا پراجیکٹ مکمل نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے معذرت کر لی تھی۔

''اوکے۔ صدر صاحب سے اس انداز میں بات نہیں کیا کرتے''...... رکِ نے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''لانگ ون صاحب۔ یہ دونوں سیکرٹ ایجنٹ اس دنیا کے خطرناک ترین اور ہوشیار ترین ایجنٹس ہیں۔ انہیں اس فیلڈ کا جادوگر سمجھا جاتا ہے اور کسی نہ کسی طرح انہیں خود سے متعلقہ باتوں کی خبر ہو جاتی ہے لہٰذا ہم تو اب کسی بات پر حیرت کا اظہار نہیں کرتے''...... اسرائیلی صدر نے لانگ ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر۔ آپ درست کہہ رہے ہوں گے۔ یہ آپ کی دنیا ہے اور آپ اس دنیا کے باسیوں کو بہتر سمجھتے اور جانتے ہیں''۔ لانگ ون نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''جناب۔ یہ لوگ بہت ہی خطرناک ہیں۔ یہ لوگ جنوبی افریقہ

سے غائب ہو گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آپ کی لیبارٹری کی طرف گئے ہیں۔ آپ کی لیبارٹری کو ان سے خطرہ ہو سکتا ہے''...... رک نے لانگ ون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ ہمارے دوست ہیں۔ اور اس دنیا میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم اور صرف آپ اس دنیا میں رہ رہے ہوں گے کیونکہ ہم بھی یہودی ہیں اور آپ بھی۔ اس کے باوجود لیبارٹری کے بارے میں تو آپ بھی نہیں جانتے۔ وہ لوگ کیا جانیں گے۔ وہ لوگ جنگلات میں درختوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر واپس آ جائیں گے یا پھر جنگلی درندوں کی خوراک بن جائیں گے''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن رکت اور اسرائیلی صدر مطمئن نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے لانگ ون کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''میں نے کہا نا کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ لوگ لیبارٹری کے قریب پہنچ ہی نہیں سکتے۔ لیبارٹری کے چاروں طرف پانچ کلومیٹر کے ایریئے تک ہم نے اپنی مخصوص ریز پھیلائی ہوئی ہیں اور ان ریز کو کوئی جاندار کراس نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کی دنیا کی مکھی بھی ان ریز سے ٹکرائے گی تو جل جائے گی۔ لہٰذا آپ لیبارٹری کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں''...... لانگ ونگ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو پھر ہم بالکل مطمئن ہیں''...... اسرائیلی صدر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''لانگ ون صاحب۔ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ کم از کم ہمارے صدر صاحب کو تو لیبارٹری کا وزٹ کرا دیں''...... رک نے کہا تو لانگ ون کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

''جناب صدر ضرور وزٹ کریں گے۔ ریز اور ریئم بم تیاری کے آخری مراحل میں ہیں۔ جیسے ہی یہ دونوں چیزیں فائنل ہو جائیں گی ہم سب سے پہلے صدر صاحب کو لیبارٹری کا وزٹ کرائیں گے''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدر صاحب اور رک مطمئن نظر آنے لگے۔

''یہ دونوں چیزیں کب تک تیار ہو جائیں گی''...... رک نے لانگ ون سے پوچھا۔

''آپ کے پاس ایک قیمتی دھات ہے جسے آپ نے بی سی ون کا نام دیا ہوا ہے''...... لانگ ون نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ یہ نایاب ترین دھات ہے۔ اور ہمارے سٹور میں موجود ہے''...... رک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ پانچ سو گرام یہ دھات ہمیں دے دیں۔ اس کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر ہم سے رزلٹ لے لیں''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا تو رک نے صدر صاحب کی طرف دیکھا۔

''ہمارے پاس اس دھات کا کتنا ذخیرہ موجود ہے''...... اسرائیلی صدر نے رک سے پوچھا۔

''سر۔ تقریباً دو ہزار گرام یہ دھات ہمارے پاس موجود ہے''۔

رک نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ آپ پانچ سوگرام دھات لانگ ون کو دے دیں اور اس کی رسید بنا کر مجھ سے دستخط لے لیں"...... صدر نے کہا تو لانگ ون اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو سر۔ بس اب ہمارے خواب کی تعبیر ملنے ہی والی ہے"...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر رک بھی اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر لانگ ون نے صدر صاحب سے مصافحہ کیا اور وہ دونوں میٹنگ روم سے باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد صدر صاحب بھی میٹنگ روم سے اٹھ کر اپنے آفس میں آ گئے۔ آفس میں انہوں نے کچھ فائلوں پر دستخط کرنے تھے۔ دستخط کرنے والی فائلوں کو وہ پڑھنے لگے۔ ابھی انہوں نے دو ہی فائلیں پڑھی تھیں کہ انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔ انہوں نے فائل پر دستخط کئے اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... صدر نے بھاری آواز میں کہا۔

"سر۔ رک صاحب تشریف لائے ہیں"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اوکے۔ بھیج دو انہیں"...... صدر نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر انہوں نے تیسری فائل اٹھا لی۔ چند لمحوں بعد ان کے آفس کا دروازہ کھلا اور رک اندر آ گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے صدر صاحب کو سلام کیا تو صدر نے سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب

دیا اور اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رک مؤدبانہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ صدر صاحب فائل کا مطالعہ کرتے رہے۔ فائل کے مطالعے کے بعد انہوں نے فائل پر دستخط کئے اور فائل میز پر رکھ دی۔

"آپ نے بی سی ون لانگ ون کے حوالے کر دی ہے"۔ صدر نے فائل رکھنے کے بعد رک سے پوچھا۔

"یس سر"...... رک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو صدر نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

"ڈیتھ کلرز کے معاملات کس طرح چل رہے ہیں"...... صدر نے رک سے پوچھا۔

"سر۔ مس کوشیلا بہت اچھے انداز میں ڈیتھ کلرز کو چلا رہی ہیں"...... رک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اطمینان کر لیا ہے کہ مس کوشیلا نے آپ کے حکم کے مطابق رابرٹ کا خاتمہ کر دیا ہے"...... صدر نے پوچھا۔

"یس سر۔ میں نے تنظیم کے دیگر افراد سے پوچھا ہے۔ ٹارچر سیل کے انچارج نے بتایا ہے کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے رابرٹ کی لاش برقی بھٹی میں ڈالی ہے اور رابرٹ کے خاتمے کے بعد مس کوشیلا دو دنوں تک ڈسٹرب رہی ہے"...... رک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رابرٹ بہت ہی باصلاحیت نوجوان تھا۔ مجھے خود بھی اس کی

موت کا بہت افسوس ہے“...... صدر نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

”سر۔ اس کی موت کا مجھے بھی افسوس ہے لیکن رابرٹ اب ہمارے لئے بے کار ہو گیا تھا۔ علی عمران نے اس سے بہت سی معلومات حاصل کی تھیں اور اب اس کا وجود ڈیتھ کلرز کے لئے خطرہ بن سکتا تھا اسی لئے اس کی موت کے آرڈر کرنے پڑے“۔ رِک نے دھیمے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صدر صاحب رابرٹ کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس نے بڑی مشکل سے صدر صاحب کو رابرٹ کے خاتمے کے لئے راضی کیا تھا اور صدر صاحب کو ابھی تک رابرٹ کی موت کا افسوس تھا۔

”رِک۔ یہ دونوں ایجنٹس علی عمران اور کرنل فریدی اپنے ساتھیوں سمیت جنوبی افریقہ سے غائب ہو گئے ہیں۔ وہ لازماً ریبون کی لیبارٹری کی تلاش میں نکلے ہوں گے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ انہیں تلاش کر کے ختم کرانے کی کوشش کی جائے“...... صدر نے کہا۔

”سر۔ کوشش تو کی جا سکتی ہے۔ ان کے غائب ہونے کے بعد آپ کے حکم کے مطابق ہم خاموش ہو گئے ہیں“...... رِک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ایسا میں نے اس لئے کیا تھا کہ لانگ ون سے مشورہ کر کے مزید قدم اٹھایا جائے۔ اب لانگ ون کو تو ان کی پرواہ نہیں ہے۔ اصولاً تو ہمیں بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے لیکن میری خواہش

ہے کہ ان ایجنٹوں کا خاتمہ افریقہ کے انہی جنگلات میں ہو جائے“۔ اسرائیلی صدر نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سر۔ میں مس کوشیلا کے ذمے لگاتا ہوں۔ ممکن ہے کہ ان کا خاتمہ مس کوشیلا کے ہاتھوں ہو جائے“...... رِک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”او کے۔ اگر اس سلسلے میں آپ کو کوئی کامیابی حاصل ہو جائے تو آپ نے فوراً ہی مجھے بتانا ہے“...... صدر نے کہا اور اس کے بعد انہوں نے ایک اور فائل اٹھا لی اور اسے کھول کر پڑھنے لگے جس کا مطلب یہ تھا کہ رِک اب وہاں سے جا سکتا ہے۔ رِک اٹھا اور اس نے مؤدبانہ انداز میں صدر صاحب کو سلام کیا اور پھر وہ آفس سے باہر نکل گیا۔

چیخ کی آواز جولیا اور روشی کے خیمے سے آئی تھی۔ چیخ کی آواز سنتے ہی جوزف دوڑ کر خیمے تک پہنچا لیکن خیمہ اندر سے بند تھا۔ اس ایک چیخ کے بعد کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔

''کیا ہوا۔ خیمے کا دروازہ کھولو''...... جوزف نے بلند آواز میں کہا۔ اس دوران عمران اور دوسرے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔ پھر فوراً ہی خیمے کا دروازہ کھلا اور جولیا کی دہشت زدہ صورت دکھائی دی۔

''کیا ہوا ہے مس۔ تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو''...... جوزف نے تیز لہجے میں جولیا سے پوچھا۔

''وہ۔ وہ۔ روشی کو نیلے رنگ کے بچھو نے کاٹ لیا ہے اور وہ تڑپ رہی ہے''...... جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ جولیا کی بات سنتے ہی جوزف بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف بھاگ گیا

جبکہ عمران اور دیگر ساتھی روشی اور جولیا کے خیمے میں آ گئے۔ روشی اب بے ہوش ہو چکی تھی۔ بچھو نے روشی کو پاؤں کے انگوٹھے پر کاٹا تھا اور روشی کا انگوٹھا نیلا ہو گیا تھا۔ عمران نے فوراً ہی جیب سے چاقو نکالا اور روشی کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے چاقو سے روشی کے انگوٹھے کو کٹ لگایا تو وہاں سے خون رسنے لگا لیکن خون کا رنگ سرخ ہونے کی بجائے نیلا تھا۔ کچھ دیر بعد جوزف بھی واپس آ گیا۔

''باس۔ اس پھل کا رس مس روشی کے حلق میں ٹپکا دو''۔ جوزف نے ایک جنگلی پھل عمران کو دیتے ہوئے کہا۔ یہ پھل انار جتنا تھا اور اس کی رنگت سبز تھی۔ عمران نے ایک ہاتھ سے روشی کا منہ کھولا اور دوسرے ہاتھ سے پھل پر دباؤ ڈال کر پھل روشی کے منہ کے قریب کر دیا۔ پھل میں سے رس ٹپک ٹپک کر روشی کے منہ میں جانے لگا۔ جوزف کے ہاتھ میں دو پتے بھی تھے۔ جب پھل کا تمام رس روشی کے حلق میں جا چکا تو جوزف نے پتے عمران کی طرف بڑھا دیئے۔

''باس۔ یہ پتے مس روشی کے انگوٹھے پر باندھ دو''...... جوزف نے کہا تو عمران نے جوزف سے پتے لے لئے۔

''کیا یہ خیمہ صحیح طرح نہیں لگایا گیا تھا''...... روشی کے انگوٹھے پر پتے باندھنے کے بعد عمران نے خاور اور صدیقی سے پوچھا کیونکہ خیمے لگانے کا کام انہی کے ذمے تھا۔

"باس۔ اس میں خاور صاحب اور صدیقی صاحب کا قصور نہیں ہے۔ یہ نیلے رنگ کا بچھو افریقہ کے چند علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ زمین کے اندر ہوتا ہے اور انسان کی خوشبو پا کر یہ زمین سے باہر نکل آتا ہے اور انسان کو کاٹ لیتا ہے۔ اس کا زہر سانپ سے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ اگر دو تین منٹ کے اندر اندر متاثرہ انسان کو اس پھل کا رس نہ پلایا جائے تو انسان کے زندہ بچ جانے کا ایک فیصد چانس بھی نہیں رہتا۔ چوتھے یا پانچویں منٹ میں انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے"...... جوزف نے بچھو کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سب نے چونک کر روشی کے چہرے کی طرف دیکھا۔ چند لمحے پہلے روشی کا چہرہ تیزی سے نیلا ہو رہا تھا لیکن اب اسی تیزی سے اس کا چہرہ نارمل ہو رہا تھا۔ سب نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے روشی کی زندگی بچائی تھی۔ روشی کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد انہوں نے جوزف کی طرف دیکھا۔

"وہ نیلے رنگ کا بچھو روشی کو کاٹنے کے بعد کہاں گیا ہے"۔ عمران نے جولیا سے پوچھا۔

"میں نے اسے مار دیا تھا۔ وہ دیکھو کونے میں مرا ہوا پڑا ہے"...... جولیا نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ان سب نے اس طرف دیکھا۔ وہاں واقعی ایک بڑا سا بچھو مردہ حالت میں پڑا ہوا تھا۔

"ہمارے سامان میں سپرے کی بوتل موجود ہے۔ کل سے خیمے کے اندر اور خیمے کے باہر وہ سپرے کیا جائے گا۔ اس سپرے کی خوشبو سے کیڑے مکوڑے، بچھو اور سانپ سب دور بھاگ جاتے ہیں"...... عمران نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اس سپرے کا استعمال پہلے ہی شروع کرا دیتے تو روشی کو یہ تکلیف تو نہ اٹھانا پڑتی"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر سب کچھ ہماری ہی مرضی سے ہونا ہے تو پھر ہم اتنی تگ و دو کیوں کرتے ہیں"...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا تو تنویر خاموش ہو گیا۔ عمران کی بات کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

"ارے۔ قاسم کہاں ہے۔ وہ نظر نہیں آ رہا"...... اچانک نعمانی کی آواز سنائی دی تو وہ سب ہی چونک پڑے۔ واقعی ان میں قاسم نہیں تھا۔

"وہ خیمے میں پڑا سو رہا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سبھی حیران رہ گئے۔

"یہاں اتنا ہنگامہ ہو رہا ہے اور وہ پڑا سو رہا ہے"...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ وہ گدھے، گھوڑے، ہاتھی سب کچھ بیچ کر سوتا ہے۔ اب اگر اس کے سر پر ڈھول بھی بجاتے رہو گے تو وہ بیدار نہیں ہو گا"...... عمران نے کہا۔ اس کے بعد عمران نے ایک بار پھر روشی کی طرف دیکھا تو روشی کے چہرے کی رنگت اب بالکل نارمل ہو چکی

تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ پہلے کی طرح سرخ و سپید ہو چکا تھا اور پھر کچھ دیر بعد اس کے جسم میں حرکت کے آثار پیدا ہوئے اور پھر وہ واقعی ہوش میں آ گئی۔

ہوش میں آنے کے بعد اس نے سب کے چہروں کی طرف غور سے دیکھا۔ سیل سے چلنے والی ٹیوب لائٹ خیمے میں روشن تھی جس کی وجہ سے خیمے میں موجود ہر چیز صاف اور واضح نظر آ رہی تھی۔ ان سب کے چہروں کو دیکھنے کے بعد روشی نے چونک کر اس طرف دیکھا جہاں نیلا بچھو مرا پڑا تھا۔ ایک لمحے کے لئے لاشعوری طور پر اس کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات پیدا ہوئے اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے اپنی اس کیفیت پر قابو پا لیا۔

''نیلے بچھو کے بارے میں تو میں نے پڑھا تھا کہ اگر یہ کسی کو ڈنک مار دے تو اس انسان کا بچنا ممکن نہیں ہوتا پھر میں کیسے بچ گئی''...... روشی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہیں جوزف کا شکریہ ادا کرنا چاہئے روشی۔ اس کی وجہ سے تمہاری جان بچی ہے''...... جولیا نے روشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''روشی کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اللہ ہی نے اسے نئی زندگی دی ہے''...... عمران نے کہا۔

''بے شک وہی زندگی دینے اور لینے والا ہے۔ جوزف کا شکریہ کہ اس نے میری زندگی بچانے کی کوشش کی۔ اللہ اس کو اس نیکی کا

اجر دے گا''...... روشی نے جوزف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''مس روشی۔ تم تو مجھے شرمندہ کر رہی ہو۔ گاڈ نے تمہاری زندگی بچائی ہے اس میں میرا کیا کمال ہو گیا''...... جوزف نے واقعی شرمندہ سے لہجے میں کہا اور پھر اسی ہنگامے میں صبح ہو گئی۔ صبح ہوئی تو قاسم کو عمران نے زبردستی بیدار کیا ورنہ وہ تو دس بجے تک سونے کا عادی تھا۔

''ارے۔ کیا ہے کھالہ جاد۔ اتنی سبیرے سبیرے جاگا دیا''۔ قاسم نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

''میرے عزیز، میرے بھائی، میرے خالہ زاد اب اس جگہ اور ٹھہرنا مناسب نہیں۔ کسی بھی وقت یہاں جنگلی روحیں آ سکتی ہیں''...... عمران نے کہا تو قاسم خوفزدہ سا نظر آنے لگا۔

''ج۔ جانگلی روحیں۔ یہ کیسی ہوتی ہیں کھالہ جاد بھائی''۔ قاسم نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''یہ جنگلی درندوں کی روحیں ہوتی ہیں اور یہ زندہ درندوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہیں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو قاسم اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ نہ صرف قاسم خوفزدہ ہوا بلکہ روحوں کے ذکر پر تو جوزف بھی خوفزدہ ہو گیا تھا۔

''جالدی کرو کھالہ جاد۔ نکلو یہاں سے''...... قاسم نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''تم ناشتہ کر لو پھر یہاں سے چلتے ہیں''...... عمران نے کہا لیکن

قاسم ایک پل بھی رکنے کو تیار نہیں تھا۔

''نہیں۔ ہم ناشتہ ماشتہ آگے چل کر کر لیں گے۔ تم بس یہاں سے کھسکو''...... قاسم نے بے چین سے لہجے میں کہا کیونکہ اب وہ اس جگہ ایک منٹ بھی نہیں رکنا چاہتا تھا۔

''میں تو بغیر ناشتے کے گزارہ کر لوں گا لیکن باقی لوگ نہیں مانیں گے''...... عمران نے قاسم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''بس قاسم بھائی۔ جلدی جلدی ناشتہ کرتے ہیں اور پھر آگے بڑھتے ہیں''...... اس مرتبہ خاور نے قاسم کو سمجھاتے ہوئے کہا تو قاسم کچھ نہ بولا۔ البتہ اسکے چہرے پر خوف کے تاثرات ویسے ہی رہے۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر آگے بڑھنے لگے۔ وہ ان جنگلات سے واقف نہیں تھے اور جنگلات کے راستوں کا بھی انہیں علم نہیں تھا لیکن جوزف ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ کانٹے دار جھاڑیوں سے دامن بچاتے مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ شام تک مسلسل چلتے رہے۔ عمران کا خیال تھا کہ روشی آج ان کا ساتھ نہیں دے سکے گی اور آرام کرنے کے لئے کہے گی لیکن روشی نے کسی بھی وقت آرام کرنے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ دو تین بار عمران نے اس سے کہا بھی کہ اگر وہ کمزوری محسوس کر رہی ہو تو خیمے لگا دیئے جائیں لیکن روشی نے چلتے رہنے پر اصرار کیا۔

صبح ناشتے میں جوزف نے اسے دو تین جنگلی پھل کھلائے تھے

جن کا ذائقہ تو اچھا نہیں تھا لیکن انہیں کھاتے ہی روشی کو اپنے اندر توانائی بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ شام تک اسے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی تھی۔ قاسم کو البتہ تھکن محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کا اظہار اس نے بھی نہیں کیا تھا کیونکہ وہ لڑکیوں کے مقابلے میں اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

رات کا اندھیرا ہونے پر انہوں نے اپنا سفر روک دیا اور خیمے لگا دیئے۔ کھانا وہ ایک ہی خیمے میں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد چائے یا قہوے کا دور چلتا تھا اور اس دوران باتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ پھر جب نیند کا شدید غلبہ ہوتا تھا تو روشی اور جولیا دوسرے خیمے میں چلی جاتی تھیں جبکہ جوزف خیموں سے باہر پہرہ دینے لگ جاتا تھا اور باقی افراد اس بڑے خیمے میں سو جاتے تھے۔ صبح عمران سب سے پہلے اٹھتا تھا اور عمران کے جاگتے ہی جوزف سو جاتا تھا۔ پھر جوزف اس وقت اٹھتا تھا جب ناشتہ تیار ہو چکا ہوتا تھا۔ اسے سونے کے لئے اڑھائی تین گھنٹے مل جاتے تھے اور ان حالات میں یہ اڑھائی تین گھنٹے اس کے لئے کافی تھے۔

''مس روشی۔ آپ نے میری پرپوج کے بارے میں کیا سوچا ہے''...... چائے پینے کے دوران قاسم نے روشی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ابھی میں سوچ رہی ہوں''...... روشی نے مسکراتے ہوئے کہا تو قاسم نے منہ بنا لیا۔

"اگر تم اسی رفتار سے سوچتی رہی تو پھر آپ کی سادی ہو چکی"۔ قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا تو روشی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اگر آپ سنجیدہ نہ ہوئیں تو میں جولیا سے سادی کر لوں گا۔ پھر بے وفائی کا طعنہ مجھے نہ دینا"...... قاسم نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ روشی سے ہی مذاق کرتے رہو۔ جولیا کی طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھے"...... تنویر نے یکدم غصیلے لہجے میں کہا کیونکہ اسے قاسم کی بات سن کر غصہ آ گیا تھا۔

"ارے سالے تانویر۔ تم تو ہو ہی جل ککڑ"...... قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا تو اس کی بات پر تنویر کو اور زیادہ غصہ آ گیا اور اس نے عمران کی طرف دیکھا۔

"ہماری بے عزتی کرانے کے لئے جوزف کیا کم تھا کہ اب قاسم کو بھی ساتھ لے آئے ہو"...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عمران کو ہنستا دیکھ کر تنویر کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"تم ہنس لو۔ خوب ہنس لو۔ ہماری بے عزتی پر، ہماری بے بسی پر"...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ تنویر کی اس ادا پر صرف عمران کو ہی نہیں بلکہ وہاں موجود تمام افراد کو ہنسی آ گئی اور ان سب کو ہنستا دیکھ کر تنویر کا غصہ تھوڑا کم ہو گیا۔

"مالوم نیں تانویر بھائی آپ کیوں کھفا ہو رہے ہو۔ سادی کرنا کوئی گناہ تو نہیں ہے"...... قاسم نے کہا اور پھر اس نے عمران کی

رف دیکھا۔ عمران اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

"قاسم صاحب۔ سنا ہے کسی کا دل توڑنا اچھی بات نہیں ہے ں لئے میں بھی تمہارا دل نہیں توڑتی۔ اپنے خالہ زاد سے کہو کہ وہ اح پڑھائے۔ میں تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں"۔ روشی نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو قاسم نے یاہو کا نعرہ لگایا اور اٹھ کر خوشی ے ناچنے لگا۔ وہ دو تین منٹ تک ناچتا رہا اور پھر اس کا سانس ہول گیا اور وہ تھک کر بیٹھ گیا۔

"کھالہ جاد۔ تم نے سن لیا مس روسی نے کیا کہا ہے۔ اب تم زا جالدی سے ہمارا نکاح پڑھا دو کہیں تانویر جوس میں آ کر ولن نہ ن جائے"...... قاسم نے پہلے عمران اور پھر تنویر کی طرف دیکھتے وئے کہا۔ تنویر کو نہ صرف قاسم پر بلکہ عمران اور روشی پر بھی غصہ آ ا تھا۔ روشی نے قاسم کو سر چڑھا لیا تھا۔ ان کے درمیان باتیں ہو ہی تھیں کہ جوزف یکدم چونک پڑا۔ عمران نے اسے چونکتے دیکھ یا تھا۔

"کیا ہوا جوزف۔ خیریت تو ہے"...... عمران نے جوزف سے وچھا جو کچھ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"باس۔ چار پانچ انسان ہماری طرف بڑھ رہے ہیں اور یہ انسان جنگلی ہی ہو سکتے ہیں"...... جوزف نے کہا تو وہ سب یکدم ہوشیار ہو گئے۔ ان کے ہاتھ اپنے اپنے مشین پسٹل پر جم گئے۔ مشین پسٹل ہر وقت لوڈ حالت میں ان کی جیب میں رہتے تھے۔

پھر پانچ منٹ بعد انہیں خیموں سے باہر شور سنائی دیا تو جوزف اٹھ کھڑا ہوا۔

''باس۔ پہلے میں ان سے بات کرتا ہوں''...... جوزف نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں''...... عمران نے جوزف سے کہا اور پھر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں خیمے سے باہر چلے گئے تو باقی افراد بھی اٹھ کر باہر آ گئے۔ انہوں نے باہر آ کر دیکھا تو باہر پانچ جنگلی موجود تھے۔ ان کے جسموں پر پتوں کا لباس تھا اور انہوں نے ہاتھوں میں نیزے پکڑے ہوئے تھے جبکہ ایک جنگلی کے ہاتھ میں مٹی کا ایک دیا بھی تھا جس میں کسی جانور کی چربی تھی۔ دیا روشن تھا اور چربی کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جنگلی بڑے غور سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ روشی اور جولیا کو دیکھ کر تو ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

''تم کون ہو اور اس جنگل میں کیا کر رہے ہو''...... جنگلیوں میں سے ایک نے گرجتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اس کا لہجہ اور زبان جنگلی جیسا ہی تھا اور جوزف اس کی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

''میں ان جنگلات کا شہزادہ جوزف ہوں اور یہ میرا آقا ہے''۔ جوزف نے انہی کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ جوزف انہی میں سے تھا اور افریقہ کے جنگلات میں بولی جانے والی تقریباً تمام زبانیں جانتا تھا۔ اس سے عمران بھی یہ سب زبانیں سیکھ چکا تھا لہٰذا

اس جنگلی کی بات عمران نے بھی سمجھ لی تھی۔

''تم ان جنگلات کے شہزادے ہو''...... اس جنگلی نے غور سے جوزف کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں افریقہ کے جنگلات کا شہزادہ جوزف ہوں اور افریقی وچ ڈاکٹرز میرے دوست ہیں''...... جوزف نے شاہانہ لہجے میں کہا تو جنگلی طنزیہ انداز میں ہنسنے لگا۔

''عام جنگلی بھی کسی کا غلام ہونا پسند نہیں کرتا اور تم افریقی شہزادے ہو کر اس گورے کو آقا کہہ رہے ہو''...... جنگلی نے عمران کو دیکھ کر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ گورا دیوتا شولاس کا نائب ہے اس لئے میرا آقا ہے اور اب تمہارا بھی آقا ہے''...... جوزف نے جنگلی سے کہا اور پھر عقیدت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا۔ ابھی تک عمران کو ان کے درمیان بولنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی جبکہ باقی ساتھی ویسے ہی ان کے درمیان نہیں بول سکتے تھے کیونکہ وہ یہ زبان ہی نہیں سمجھتے تھے۔

''تم مجھے کوئی بہت ہی چالاک انسان لگتے ہو۔ دیوتا شولاس کا نام لے کر اسے بچانا چاہتے ہو لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اتنی خوبصورت عورتوں کو ہم کسی بھی صورت چھوڑ نہیں سکتے''...... جنگلی نے جوزف سے کہا اور پھر وہ جولیا اور روشی کو ہوس بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اگر تم نے ان عورتوں کی طرف بری نگاہ ڈالی تو دیوتا شولاس کا عذاب تم پر نازل ہو گا کیونکہ یہ دونوں دیوتا شولاس کی بہنیں ہیں"...... عمران نے جنگلی سے مخاطب ہو کر کہا۔ عمران کو اپنی زبان میں بات کرتے دیکھ کر جنگلی چونک پڑا اور اس نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔

"اچھا۔ تم ہماری زبان بول لیتے ہو"...... جنگلی نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے دیوتا شولاس کا نائب ہوں اس لئے افریقہ کے جنگلات میں بولی جانے والی سب زبانیں جانتا ہوں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے۔ اسے تمام افریقی جنگلی زبانیں آتی ہیں"...... جنگلی نے ایک اور زبان میں جوزف سے پوچھا تو جوزف نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ زبان مجھے نہیں آتی"...... جوزف نے اس جنگلی سے کہا۔ جوزف کو یہ زبان آتی تھی لیکن وہ جان بوجھ کر انجان بن گیا تھا۔ جب جوزف نے اس زبان کو سمجھنے سے انکار کیا تو وہ جنگلی عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا واقعی جوزف اس زبان کو نہیں سمجھا"...... اس جنگلی نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ جوزف صرف دو تین زبانیں ہی جانتا ہے لیکن میں تمام

زبانیں جانتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ تم دیوتا شولاس کے نائب نہیں ہو"...... جنگلی نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر تمہیں کیسے یقین آئے گا"...... عمران نے پوچھا۔

"تم میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ اگر تم جیت گئے تو مجھے یقین آ جائے گا کہ تم واقعی دیوتا شولاس کے نائب ہو۔ پھر میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا اور اگر تم ہار گئے تو پھر تم سب مردوں کا گوشت ہم کھائیں گے اور سردار تمہاری ان عورتوں سے شادی کرے گا اور سردار سے شادی کے کچھ دنوں بعد ان میں سے ایک عورت مجھے مل جائے گی"...... جنگلی نے نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تم سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں"۔ عمران نے جنگلی سے کہا۔

"مقابلہ ہتھیاروں سے کرنا پسند کرو گے یا بغیر ہتھیار کے"۔ جنگلی نے پوچھا۔

"بغیر ہتھیاروں کے"...... عمران نے کہا تو اس جنگلی نے اپنا نیزہ ایک طرف پھینک دیا اور پھر وہ دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ جنگلی کی آنکھوں میں وحشت تھی اور وہ عمران کو گھور رہا تھا۔ پھر یکدم ہی جنگلی نے حرکت کی اور وہ بجلی کی سی تیزی سے عمران کی طرف بڑھا اور پھر عمران کے سامنے ایک دو قدم پہلے رک گیا جبکہ عمران اس دوران سکون سے کھڑا رہا۔ جنگلی رکنے کے بعد یکدم ہوا

میں اچھلا اور اس نے عمران کے سینے پر ٹھوکر لگانے کی کوشش کی لیکن عمران نے اپنے اوپر والے جسم کو موڑا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ بھی حرکت میں آئے اور جنگلی دھب سے زمین پر گر گیا۔ جیسے ہی جنگلی زمین پر گرا عمران نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور تھوڑا سا دباؤ ڈالا۔ جنگلی کے منہ سے خرخر کی آوازیں نکلنے لگیں۔ جنگلی کے دیگر ساتھیوں نے اپنے نیزوں کا رخ فوراً ہی عمران کی طرف کر دیا۔

''خبردار۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو دیوتا شولاس کا عذاب تم پر نازل ہو گا''...... جوزف نے چیختے ہوئے ان جنگلیوں سے کہا تو وہ تذبذب کا شکار ہو گئے۔

''جنگلیوں سے مقابلہ کرنے کی بجائے ہم ان سب جنگلیوں کی گردنیں توڑ دیتے ہیں''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ان جنگلات میں ہزاروں کی تعداد میں جنگلی ملیں گے۔ ہم کس کس کی گردنیں توڑیں گے''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا اور عمران کا یہ لہجہ دیکھ کر تنویر کو مزید بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے جنگلی سے پوچھا جو ابھی تک عمران کے پاؤں کے نیچے تھا۔

''شوالی۔ میرا نام شوالی ہے''...... جنگلی کے منہ سے بمشکل آواز نکل سکی تھی۔

''ہاں شوالی۔ اب بتاؤ کہ میں دیوتا شولاس کا نائب ہوں یا

نہیں''...... عمران نے شوالی کی گردن پر پاؤں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ تم دیوتا شولاس کے نائب ہو۔ اتنی آسانی سے مجھے کوئی بھی زیر نہیں کر سکتا''...... شوالی نے کہا۔ عمران نے شوالی کی گردن پر دباؤ کم کر دیا تھا اور اس لئے اب وہ آسانی سے بول رہا تھا۔

''اب بھی تم ہمیں قیدی بنانے کا ارادہ رکھتے ہو''...... عمران نے غراتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔ تم تو ہمارے آقا ہو۔ ہم سب تمہارے غلام ہیں۔ ہمارا قبیلہ تمہارا غلام ہے۔ ہماری عورتیں تمہاری ہیں۔ جتنی عورتوں کو چاہو اپنی بیویاں بنا لو''...... شوالی نے منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اب اٹھو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔ دوبارہ ہمیں نظر نہ آنا''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے شوالی کی گردن سے اپنا پیر ہٹا لیا۔ شوالی اٹھ کھڑا ہوا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

''شکریہ آقا۔ تم واقعی دیوتا شولاس کے نائب ہو''...... شوالی نے عمران کے سامنے جھکتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنے نیزے کی طرف بڑھا۔ اس نے نیزہ اٹھایا اور پھر وہ اپنے جنگلی ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف بڑھ گیا۔ وہ چار پانچ قدم ہی بڑھے تھے کہ بجلی کی سی تیزی سے گھومے اور پھر بجلی سے بھی زیادہ تیزی سے ان کے نیزے حرکت میں آئے۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی بجلی کی سی

تیزی سے حرکت میں آئے تھے۔ ایک سیکنڈ کے بھی ہزارویں حصے میں وہ زمین پر گرے۔ پھر وہ اچھلے اور ہوا میں اڑتے ہوئے ان جنگلیوں پر جا پڑے۔ اڑنے والوں میں جوزف، تنویر، خاور، صدیقی اور نعمانی تھے۔ وہ ان پانچوں جنگلیوں کو ساتھ لیتے ہوئے زمین پر گرے تھے اور اگلے ہی لمحے بیک وقت پانچ چیخیں بلند ہوئیں اور جنگل کی فضا ان چیخوں سے گونج اٹھی۔ ان لوگوں نے جنگلیوں کی گردنیں توڑ دی تھیں۔ جنگلیوں کی گردنیں توڑنے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ جنگلی تڑپ رہے تھے۔

”جلدی سے خیمے اتارو اور سامان اٹھاؤ۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے دور ہونا ہے۔ ان جنگلیوں کی چیخیں ان کے قبیلے تک ضرور گئی ہوں گی۔ اگر ان کے ساتھی آ گئے تو مسئلہ بن جائے گا“...... عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کوئی مسئلہ نہیں بنے گا۔ ہم سب کو اڑا دیں گے۔ آنے دو انہیں“...... تنویر نے تیز لہجے میں کہا جبکہ جوزف اور صدیقی عمران کی بات سن کر خیموں کی طرف بڑھ گئے تھے۔

”تنویر۔ ہمارا مقصد جنگلیوں سے لڑائی کرنا نہیں ہے۔ ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں ہم نے اس مقصد کی طرف بڑھنا ہے۔ ہم ان جنگلیوں سے ہی لڑتے رہے تو کبھی بھی اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکیں گے“...... عمران نے تنویر کو سمجھاتے ہوئے کہا اور چونکہ عمران نے نرم لہجے میں بات کی تھی اس لئے تنویر کی سمجھ میں یہ بات آ

گئی اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس دوران جوزف اور صدیقی خیمے اکھاڑ چکے تھے۔ انہوں نے اپنا سامان اٹھایا اور پھر وہ آگے بڑھنے لگے۔

گو کہ جنگل میں اندھیرا بہت تھا اور انہوں نے لائٹس بھی نہیں جلائی تھیں لیکن ان کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ انہیں دھندلا دھندلا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر جوزف سب سے آگے تھا اور ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور جوزف ایسے چل رہا تھا جیسے دن کی روشنی میں چل رہا ہو۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ چلے ہوں گے کہ درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ان کے سامنے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور چونکہ یہاں درخت نہیں تھے اس لئے چاندنی میں ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔ پہاڑیوں سے کچھ فاصلے پر درختوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو رہا تھا۔

”باس۔ لگتا ہے کہ ان پہاڑیوں میں غاریں بھی ہیں۔ ان غاروں میں رات بسر کی جا سکتی ہے“...... جوزف نے تیز نظروں سے ان پہاڑیوں کا جائزہ لینے کے بعد عمران سے کہا۔ عمران بھی ان پہاڑیوں کا جائزہ لے چکا تھا۔

”ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اوکے۔ چلو ان پہاڑیوں کی طرف چلتے ہیں“...... عمران نے کہا اور پھر وہ ان پہاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ ابھی وہ آٹھ دس قدم ہی چلے تھے کہ ٹھٹھک کر رک گئے۔ انہوں نے ایک غار سے کچھ جنگلیوں کو نکلتے ہوئے دیکھ لیا

تھا۔ ان جنگلیوں نے اپنے کندھوں پر انسانوں کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ انسان بے ہوش تھے۔ چند ہی لمحوں میں تقریباً دس جنگلی غار سے باہر آ گئے تھے اور ان میں سے دو خالی تھے جبکہ باقیوں نے ایک ایک انسان کو اٹھایا ہوا تھا۔ جنگلی چند قدم آگے بڑھے ہی تھے کہ ان کی نظریں بھی عمران اور اس کے ساتھیوں پر پڑی تو ان کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

”عمران۔ ان جنگلیوں نے کن لوگوں کو اٹھا رکھا ہے۔ لگتے تو یہ مہذب دنیا کے ہیں“...... روشی نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”یہ بھی ہماری طرح کوئی آوارہ قسم کے لوگ ہوں گے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ جنگلی عمران اور اس کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے افراد کو زمین پر پھینک دیا اور اپنے جسموں کے ساتھ بندھے ہوئے خنجر اتارنے لگے لیکن اسی لمحے ٹھک ٹھک کی ہلکی آوازیں سنائی دیں اور وہ تمام جنگلی ریت کی دیوار کی طرح گرتے چلے گئے۔

گزشتہ واقعہ کے بعد تنویر نے اپنے مشین پسٹل پر سائیلنسر فٹ کر لیا تھا اس لئے اس نے جنگلیوں پر فائرنگ کی تو دھماکوں کی آواز تو سنائی نہ دی البتہ جنگلی گر کر تڑپنے لگے۔ جنگلیوں کے خاتمے کے بعد وہ بے ہوش پڑے انسانوں کی طرف متوجہ ہوئے تو سب ہی حیرت سے اچھل پڑے کیونکہ ان بے ہوش افراد میں عمران بھی شامل تھا اور باقی افراد کو بھی وہ جانتے تھے۔ یہ کرنل فریدی اور اس

کے ساتھی تھے۔

”عمران کون ہے۔ یہ یا تم“...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میرے میک اپ میں یہ سلیمان ہے۔ کرنل فریدی نجانے کس مقصد کے تحت اسے اپنے ساتھ لایا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنا بیگ کھولا اور میک اپ صاف کرنے والے خصوصی کیمیکل کی بوتل نکال کر سلیمان کا میک اپ صاف کرنے لگا۔

”باس۔ ان جنگلیوں نے انہیں رگی بوٹی کے دھویں سے بے ہوش کیا ہو گا۔ اس بوٹی کا دھواں بہت زود اثر ہوتا ہے جو انسانوں کو فوراً بے ہوش کر دیتا ہے۔ ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے سے یہ ہوش میں آ جائیں گے“...... جوزف نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جوزف کی بات سن کر صفدر اور تنویر نے اپنے اپنے بیگ میں سے پانی کی بوتلیں نکالیں اور بے ہوش افراد کے منہ پر چھینٹے مارنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب ہوش میں آ چکے تھے اور حیرت بھری نظروں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہے تھے۔

”تو ہمیں تم لوگوں نے بے ہوش کیا تھا“...... کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے عمران سے کہا۔

”ہم نے نہیں بلکہ ان آدمخوروں نے تمہیں بے ہوش کیا تھا۔

اپنے قبیلے میں لے جا کر یہ تمہاری دعوت اڑاتے"...... عمران نے مردہ جنگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ان سب نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کی نظر ان جنگلیوں پر نہیں پڑی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں جلد از جلد یہاں سے دور ہو جانا چاہئے۔ کہیں ان کے ساتھی یہاں نہ آ جائیں۔ ایک دوسرے کا حال ہم راستے میں ہی پوچھ لیں گے"...... کرنل فریدی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کرنل صاحب۔ ہمارا سامان غار میں ہے۔ ہم سامان تو اٹھا لیں"...... کیپٹن حمید نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ جلدی سے سامان اٹھا لاؤ"...... کرنل فریدی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو وہ غار کی طرف بڑھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنا سامان اٹھا کر واپس آ گئے اور ان کا سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ اب وہ ایک بار پھر گھنے جنگلات میں سفر کر رہے تھے اور اس دوران انہوں نے ایک دوسرے کو تمام حالات بھی سنا دیئے تھے۔

"میں تو سمجھا تھا کہ شاید یہ مریخی مخلوق ہو گی اس لئے سلیمان کو ساتھ لایا تھا کہ اس پر تمہارا میک اپ کر کے انہیں دھوکہ دینے کی کوشش کروں گا۔ مگر تم قاسم کو کس لئے ساتھ لائے ہو"...... کرنل فریدی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس دو انتہائی طاقتور انسان ہیں۔ جوزف اور جوانا۔

یہ دونوں لوہے کی زنجیروں کو جھٹکا دے کر توڑ سکتے ہیں۔ چاہیں تو ہاتھی کو اٹھا کر پھینک دیں۔ درخت کو ٹکر ماریں تو درخت گر جائے۔ جوانا ان دنوں پاکیشیا میں نہیں تھا اور اتفاق سے قاسم آ گیا سو جوانا کی کمی کو پورا کرنے کے لئے میں قاسم کو ساتھ لے آیا کہ کہیں اس کی طاقت کی ضرورت پڑ سکتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران۔ تم نے اس لیبارٹری کی تلاش کے لئے کیا سوچا ہے"...... کرنل فریدی نے پوچھا۔

"یامرشد۔ میں تو اللہ کے آسرے پر نکل آیا ہوں۔ اس یقین کے ساتھ کہ جو لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اللہ ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ ان کے لئے خود ہی راستے کھول دیتا ہے"...... عمران نے عاجزی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں بھی اللہ کے آسرے پر چلا ہوں۔ طارق صاحب نے ان کی فضائی ٹرانسپورٹ کو دیکھا ہے جسے یہ اڑن طشتری کہہ رہے تھے اور ہم اسی کے اندازے کے مطابق آگے بڑھ رہے ہیں"...... کرنل فریدی نے کہا۔

"چلیئے۔ اب ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اللہ کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سالے۔ بنتے تم میرے کھالہ جاد ہو لیکن ہو میرے پکے دشمن"...... قاسم نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

’’کیوں۔ میں تمہارا دشمن کیسے ہو گیا‘‘...... عمران نے مصنوعی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

’’تم اپھریقی سہزادی سے میری سادی کرانے کے لئے مجھے لائے تھے۔ اب مس روسی سے بھی میری سادی نہیں کراتے‘‘۔ قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’اچھا۔ تم مس روشی سے شادی کرنا چاہتے ہو اور سلیمان تمہاری بہن روزا سے شادی کے لئے تڑپ رہا ہے‘‘...... کرنل فریدی نے قاسم کو گھورتے ہوئے کہا تو قاسم یکدم ہی سہم گیا۔

’’وہ۔ وہ کرنل صاحب۔ میں تو مجاق کر رہا تھا ورنہ چھپکلی بیگم کے ہوتے ہوئے میں دوسری سادی کا تو سوچ بھی نہیں سکتا‘‘۔ قاسم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’سوچا کرو۔ ضرور سوچا کرو لیکن دوسری شادی کا سوچنے سے پہلے سر عاصم کے ہنٹر کا بھی تصور کر لیا کرو جو تمہاری کمر پر پڑتا ہے تو تمہاری کمر پر نشان پڑ جاتے ہیں‘‘...... کیپٹن حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا تو قاسم کا ہاتھ فوراً ہی اپنی کمر کی طرف بڑھ گیا اور ساتھ ہی اس کے منہ سے سسکی بھی نکل گئی جیسے ابھی ابھی اس کی کمر میں ہنٹر لگا ہو۔

’’کر لو باتیں۔ اگر اللہ نے مجھے اچھا باپ دیا ہوتا تو آج تمہاری یہ باتیں واتیں نہ سننا پڑتیں‘‘...... قاسم نے غمگین لہجے میں کہا اور پھر آہیں بھرنے لگا جبکہ کیپٹن حمید مسکرا کر رہ گیا۔

’’مس روزا۔ آپ تو میرے ساتھ بے وفائی نہیں کریں گی۔ آپ تو میرے ساتھ شادی کریں گی نا‘‘...... سلیمان نے روزا سے اس انداز میں پوچھا جیسے اسے روزا کی بے وفائی کا ڈر ہو۔

’’سلیمان بھائی۔ میں نے کب آپ سے سادی وادی کا وعدہ کیا ہے‘‘...... روزا نے قاسم کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو قاسم کا منہ بن گیا جبکہ باقی افراد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

’’کرنل صاحب۔ یہ سب آپ کی مہربانی ہے۔ اب فل فلوٹیاں بھی قاسم کا مجاق اڑانے لگی ہیں‘‘...... قاسم نے شکایت بھرے لہجے میں کہا تو کرنل فریدی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی بات کرتا انہیں ایک چیخ سنائی دی تو سب نے چونک کر چیخ کی طرف دیکھا تو جگدیش ایک درخت کی شاخوں میں پھنسا ہوا تھا۔ ان سب کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ آدمخور درخت ہے اور آدمخور درختوں کے بارے میں انہوں نے بہت سے قصے سن رکھے تھے۔ کرنل فریدی کی ٹیم نے تو آدمخور درخت کی کارگزاری اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی جب برازیل کے جنگلات میں ایک آدمخور درخت نے ان کے ایک ساتھی کو انسان سے ڈھانچے میں تبدیل کر دیا تھا اور ایسا صرف چند منٹوں میں ہی ہو گیا تھا۔

’’جگدیش کو اس حالت میں دیکھ کر طارق صاحب بھی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے۔ انہوں نے اپنی جیکٹ کی جیب

سے ایک سپرے بوتل نکالی اور فوراً ہی اس درخت پر سپرے کر دیا۔ جیسے ہی اس درخت پر سپرے ہوا درخت کی شاخیں کھل گئیں اور جگدیش نیچے زمین پر گر پڑا۔ فضا میں لہسن کی تیز بو پھیل گئی تھی۔ جگدیش زمین پر گر کر گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ طارق صاحب نے اسے اٹھایا اور باقی ساتھیوں کے قریب آ گئے۔ ان سب نے سامان رکھ دیا تھا اور وہ جگدیش کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

’’اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جگدیش کو کچھ بھی نہیں ہوا‘‘...... طارق صاحب نے ان سب کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

’’واقعی۔ جگدیش کو کچھ نہیں ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ طارق صاحب بروقت حرکت میں آ گئے تھے اور انہوں نے ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں درخت پر سپرے کر دیا تھا۔ یہ لہسن کے ایسنس کا سپرے تھا۔ لہسن کی خوشبو سے آدمخور درخت کی شاخیں فوراً ہی کھل جاتی تھیں۔

’’میں سب کے کپڑوں پر سپرے کر دیتا ہوں۔ اس سپرے کے بعد ہم بے خطر آدمخور درختوں کے قریب سے گزر سکتے ہیں اور آدمخور درخت ہمیں نہیں جکڑے گا‘‘...... طارق صاحب نے کہا۔

’’طارق انکل۔ لہسن کی تیز بو تو بہت ہی ناگوار ہوتی ہے‘‘۔ ریکھا نے کہا۔

’’بیٹی۔ جنگل کے اس حصے میں آدمخور درختوں کی تعداد بہت

ہے۔ جان بچانے کے لئے دو تین دنوں تک اس ناگوار بو کو گوارہ کر لو کیونکہ یہ بہت ضروری ہے‘‘...... طارق صاحب نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

’’او کے۔ جان بچانا تو ضروری ہے‘‘...... ریکھا نے کہا تو طارق صاحب نے سب کے کپڑوں پر سپرے کر دیا۔

’’اس کی بو دو تین دنوں تک کپڑوں سے آتی رہے گی۔ ہاں ان دو تین دنوں میں اگر کوئی کپڑے تبدیل کرے تو وہ مجھ سے یہ سپرے کرا لے۔ خود موت کے منہ میں جانا دانش مندی نہیں ہے‘‘...... طارق صاحب نے کہا۔

جگدیش اب بالکل ٹھیک نظر آ رہا تھا اس لئے انہوں نے سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ گو کہ رات بہت گہری ہو چکی تھی لیکن وہ چلتے جا رہے تھے۔ اب طارق صاحب اور جوزف ان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ صبح ہونے میں تین گھنٹے باقی تھے جب عمران اور کرنل فریدی نے فیصلہ کیا کہ اب تین چار گھنٹے آرام کر لینا چاہئے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی چند منٹوں میں تین خیمے لگا دیئے گئے۔ ایک خیمہ جولیا، روشی، ریکھا اور روزا کے لئے تھا جبکہ باقی دو خیمے مردوں کے لئے تھے۔

تمام دن اور نصف رات سے زیادہ سفر کرنے کی وجہ سے وہ بری طرح تھک چکے تھے اس لئے خیموں میں گرتے ہی وہ سب گہری نیند سو گئے۔ خیموں سے باہر صرف جوزف پہرہ دے رہا تھا

اور جوزف کی نظریں سرچ لائٹ کی طرح چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔ ان سب کو سوئے ہوئے تقریباً آدھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ ایک طرف سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور جوزف کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ جوزف کو شدید تکلیف تو ہوئی لیکن چیخنا اس کی فطرت میں نہیں تھا اس لئے اس نے تکلیف برداشت کی اور اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اسی لمحے اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں اور اس کا سر بری طرح چکرانے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس تیر کے پھل پر رگی بوٹی کا عرق لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو رہا ہے۔

جوزف بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑا۔ اس کے بے ہوش ہوتے ہی چالیس پچاس کے قریب جنگلی خیموں کے قریب آ گئے۔ ان میں سے کچھ جنگلیوں کے ہاتھوں میں بانس تھے جن پر کچھ پتے بندھے ہوئے تھے اور ان پتوں سے تیز دھواں نکل رہا تھا۔ ان جنگلیوں نے تیز خنجروں کی مدد سے ان خیموں کو چاک کیا اور پھر وہ بانس خیموں کے اندر پھینک دیئے۔ چند منٹ گزرنے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ خیموں میں سوئے ہوئے تمام افراد بے ہوش ہو چکے ہوں گے تو انہوں نے خنجروں سے خیموں کے پردے نما دروازے کاٹے اور پھر وہ سب اندر داخل ہونے لگے۔

سیارہ ریبون کا کنگ اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے لانگ ون اور دیگر چار ریبونی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ لانگ ون کچھ دیر پہلے ہی اپنے سیارے پر پہنچا تھا اور کنگ نے اسے فوراً اپنے آفس میں طلب کر لیا تھا۔ وہ لانگ ون سے تازہ ترین صورت حال معلوم کرنا چاہتا تھا۔

”لانگ ون۔ تمہارا پراجیکٹ کہاں تک پہنچا ہے“...... کنگ نے سوالیہ نظروں سے لانگ ون سے پوچھا۔

”گریٹ کنگ۔ ہمارا پراجیکٹ مکمل ہونے میں زمینی وقت کے مطابق اب صرف دس دن رہ گئے ہیں۔ گیارہویں دن سیارہ زمین کی اربوں کی آبادی کا خاتمہ ہو جائے گا“...... لانگ ون نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''یہ تم نے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ اس کامیابی کے بعد ہم تمہیں اپنے خاندان میں شامل کر لیں گے۔ ہم اپنی بیٹی کی شادی تم سے کریں گے اور تمہیں اپنا نائب بنائیں گے''...... کنگ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کنگ کی بات سن کر لانگ ون کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے مؤدبانہ انداز میں کنگ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔

''یہ تو میری خوش قسمتی ہے کنگ''...... لانگ ون نے خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔

''تم بہت بڑا کام کر رہے ہو لانگ ون اور یہ تمہارے کام کا انعام ہے''...... کنگ نے کہا اور پھر اس نے لانگ ون کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو لانگ ون اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور کنگ کو ممنون نظروں سے دیکھنے لگا۔

''کیا اسرائیلی تم سے مکمل تعاون کر رہے ہیں''...... کنگ نے لانگ ون سے پوچھا۔

''جی ہاں گریٹ کنگ۔ وہ تو مسلم دشمنی میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کے خاتمے کے علاوہ اور کچھ سوچتے ہی نہیں۔ البتہ اسرائیلی کنگ نے ایک فرمائش کی ہے''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا تو کنگ نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کیسی فرمائش''...... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اسرائیلی صدر نے فرمائش کی ہے کہ اسے لیبارٹری کی سیر کرائی جائے''...... لانگ ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر تم نے کیا سوچا ہے''...... کنگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ جب ہمارے ہتھیار تیار ہو جائیں گے تو انہیں لیبارٹری کا وزٹ کرایا جائے گا اور گریٹ کنگ واقعی ایسا کیا جائے گا۔ اسرائیلی صدر کو لیبارٹری میں لایا جائے گا اور کمپیوٹر پر دنیا کی تباہی کا منظر اسے دکھایا جائے گا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں سب سے پہلے اسی اسرائیل کو تباہ کروں اور اس تباہی کا منظر اسرائیلی صدر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اپنے ملک اور قوم کو ختم ہوتے دیکھ کر اسرائیلی صدر کا ہارٹ فیل ہو جائے گا اور اگر وہ ڈھیٹ نکلا اور اس کا ہارٹ فیل نہ ہوا تو پھر اسے ریز پسٹل سے ہلاک کر دیا جائے گا''...... لانگ ون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ تمہاری سوچ بہت ہی اچھی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مستقبل میں ریبون کے کنگ ہو گے''...... کنگ نے لانگ ون کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''گریٹ کنگ دوراندیش ہیں۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں''۔ لانگ ون نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''سیارہ زمین پر تمہیں کسی قسم کی دقت تو محسوس نہیں ہوئی''۔

کنگ نے لانگ ون سے پوچھا۔

''نو کنگ۔ جہاں ہم نے لیبارٹری بنائی ہے اس کے ارد گرد سینکڑوں کلومیٹر کے فاصلے پر انسانی آبادی کا نام ونشان نہیں۔ گھنے اور تاریک جنگلات ہیں اور ان جنگلات میں انسانوں کی دشمن خوفناک مخلوق رہتی ہے جو انسانوں کو دیکھتے ہی چیر پھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ پھر ہم نے اپنی لیبارٹری کے چاروں طرف اپنی ایجاد کردہ ریز بھی پھیلائی ہوئی ہیں جن میں سے صرف ہماری ایئر میل ہی گزر سکتی ہے۔ ہماری ایئر میل کے علاوہ اگر کوئی اور چیز ان ریز کی زد میں آئے گی تو وہ جل کر پگھل جائے گی''...... لانگ ون نے مؤدبانہ لہجے میں لیبارٹری کے حفاظتی انتظامات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

''زمینی باشندوں میں سے کوئی لیبارٹری کے خلاف حرکت میں آیا ہو''...... کنگ نے پوچھا۔

''اسرائیل کے دو چار افراد کے علاوہ اور کوئی بھی اس پراجیکٹ کے بارے میں نہیں جانتا اس لئے ہماری لیبارٹری کے خلاف کوئی بھی حرکت میں نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی حرکت میں آ بھی گیا تو وہ لیبارٹری تک پہنچ ہی نہیں سکے گا اور ہمارا کام تو بس اب دس دن کا باقی رہ گیا ہے''...... لانگ ون نے کہا۔

''ہاں۔ تم نے جو کچھ بتایا ہے اس کے مطابق تو لیبارٹری تک پہنچنا ناممکن ہے''...... کنگ نے کہا۔

''گریٹ کنگ۔ مجھے اب اجازت دیجئے۔ میں نے لیبارٹری واپس پہنچنا ہے''...... لانگ ون نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کنگ نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور اس نے کنگ کے سامنے سر جھکایا اور پھر وہ کنگ کے آفس سے باہر چلا گیا۔

خیمے میں یکدم دھواں بھر گیا تھا۔ عمران اور کرنل فریدی ایک ہی خیمے میں سوئے ہوئے تھے۔ دھواں محسوس کرتے ہی ان دونوں کی آنکھیں کھلی تھیں لیکن انہیں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے تھے اور پھر انہیں ہوش آیا تو انہوں نے خود کو درختوں سے بندھا ہوا پایا۔ پہلے عمران ہوش میں آیا تھا۔ اس نے اپنے ارد گرد دیکھا تو اس کے اور کرنل فریدی کے تمام ساتھی درختوں سے بندھے ہوئے تھے۔ عمران کے سامنے ایک کھلا میدان تھا۔ اس میدان کے ایک سرے پر بانسوں کا چبوترا بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے کے ساتھ ہی ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا۔ اس پتھر پر خون جما ہوا تھا۔ پتھر کے ساتھ ہی ایک بھاری تلوار بھی رکھی ہوئی تھی۔

عمران اس ماحول کو دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ قربان گاہ ہے

اور وہ آدمخور جنگلیوں کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ عمران ابھی جائزہ ہی لے رہا تھا کہ اس نے کرنل فریدی کو بھی ہوش میں آتے دیکھا۔ قریب ہی جوزف بھی ایک درخت سے بندھا ہوا تھا اور اس کے ایک بازو سے شرٹ کی آستین پھٹی ہوئی تھی اور اس کے بازو پر کچھ پتے بندھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

''کرنل صاحب۔ آپ کو بھی ہوش آ گیا''...... جب کرنل فریدی مکمل ہوش میں آ گیا تو عمران نے اس سے پوچھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے۔ ہوش میں آنے کا حق صرف تمہیں ہے''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کرنل صاحب۔ مسکرانے کا وقت نہیں ہے۔ ہماری ساتھی لڑکیاں یہاں موجود نہیں ہیں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''فکر نہ کرو۔ پہلے وہ ہماری دعوت اڑائیں گے پھر سردار لڑکیوں سے شادی کرے گا''...... کرنل فریدی نے کہا۔

''کک۔ کیا۔ کیا ایک سردار چار لڑکیوں سے شادی کرے گا''...... عمران نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

''صرف چار ہی کیا اگر ہمارے ساتھ پچاس لڑکیاں بھی ہوتیں تو سردار ان پچاس لڑکیوں سے شادی کرتا''...... کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن وہ خاموش ہو گیا کیونکہ اسی وقت بہت سے جنگلی وہاں آ گئے تھے۔ ان میں سے ایک جنگلی کے پاس ڈھول تھا۔ وہ ڈھول بجانے لگا اور پھر

دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگلیوں سے بھر گیا۔ ان جنگلیوں میں ہر عمر کے جنگلی شامل تھے۔ پھر ایک طرف سے ایک لمبا تڑنگا جنگلی آتے ہوئے دکھائی دیا۔ اس کے ارد گرد بہت سے جنگلی جوان تھے۔ ان جنگلیوں نے نیزے اور تلواریں اٹھائی ہوئی تھیں۔ لمبے تڑنگے جنگلی کے سر پر مور کے پروں سے بنا ہوا تاج تھا۔ عمران اور کرنل فریدی اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ جنگلیوں کا سردار ہے۔ اس کی متکبرانہ چال بھی اس کے سردار ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر باقی جنگلی شور مچانے لگے۔

''سردار زندہ باد۔ سردار زندہ باد''...... ان کے نعروں سے جنگل گونجنے لگا اور سردار کی گردن مزید اکڑ گئی۔ ڈھول کی تھاپ پر کچھ جنگلیوں نے باقاعدہ رقص کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس رقص میں ان کی عورتیں بھی شامل تھیں۔ سیاہ رنگ کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ وہ اپنے دیوتا اور سردار کی تعریف کے گیت گا رہے تھے۔ سردار بانس کے بنے ہوئے تخت پر آ کر بیٹھ گیا جبکہ اس کے ساتھ آنے والے دیگر جنگلی اس کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔

سردار بہت دلچسپی سے اپنے لوگوں کا رقص دیکھنے لگا جبکہ اس دوران ایک جنگلی نے عمران اور کرنل فریدی کے ساتھیوں کے چہروں پر پانی کے چھینٹے مار کر انہیں ہوش دلا دیا تھا۔ وہ سب بندھے ہونے کے باوجود دلچسپی سے جنگلیوں کا رقص دیکھنے لگے۔ کچھ دیر تک رقص ہوتا رہا اور سردار یہ رقص دیکھتا رہا اور پھر اس نے

اپنا ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس کا ہاتھ اٹھتے ہی رقص بند ہو گیا۔ شور بھی ختم ہو گیا اور پھر وہاں یکدم خاموشی چھا گئی۔

''دیوتا شولاس کے عظیم پجاریو۔ دیوتا تم سے بہت خوش ہے۔ اس نے اتنے سارے گوروں کو تمہارے لئے بھیج دیا ہے۔ ان سب کو ایک ساتھ دیوتا پر قربان کیا جائے گا اور گوشت سارے قبیلے میں تقسیم کر دیا جائے گا''...... سردار نے بلند آواز میں کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر شور بلند ہونے لگا۔ سردار زندہ باد۔ دیوتا زندہ باد۔ کچھ دیر تک یہ شور ہوتا رہا پھر سردار نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

''ان گوروں میں ایک ہمارا ساتھی ہے۔ اسے کھول کر میرے پاس لے آؤ۔ میں اس سے پوچھوں کہ وہ ان گوروں کے ساتھ کیوں ہے''...... سردار نے اپنے قریب کھڑے ہوئے جنگلیوں سے کہا تو وہ جوزف کی طرف بڑھے۔ جوزف نے عمران کی طرف دیکھا تو عمران نے اسے کوئی حرکت کرنے سے منع کر دیا۔ عمران خون خرابہ نہیں چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ لڑائی بھڑائی کے بغیر ہی یہاں سے نکل جائے۔ جنگلیوں نے جوزف کو اپنے سردار کے سامنے کھڑا کر دیا۔

''کیا تمہیں میری باتیں سمجھ آ رہی ہیں''...... سردار نے تحکمانہ لہجے میں جوزف سے پوچھا۔

''میں افریقہ کے جنگلات کا شہزادہ ہوں۔ مجھے تمام افریقی

زبانیں آتی ہیں“...... جوزف نے بھی غرور بھرے انداز میں کہا تو سردار نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”میں یہی بات تو جاننا چاہتا ہوں کہ تم افریقی جنگلی ہو کر ان گوروں کے ساتھ کیوں ہو“...... سردار نے پوچھا۔

”دیوتا شولاس کے عظیم پجاریو۔ میری بات غور سے سنو۔ میں جوزف دی گریٹ ہوں۔ ان جنگلات کا شہزادہ۔ تم نے میرا نام سنا ہی ہو گا کیونکہ افریقہ کے کئی وچ ڈاکٹرز میرے غلام ہیں لیکن میں اس شخص کا غلام ہوں کیونکہ یہ شخص دیوتا شولاس کا نائب ہے اور جن لڑکیوں کو تم نے قید کر دیا ہے وہ دیوتا شولاس کی بہنیں ہیں۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تم اپنے عظیم وچ ڈاکٹر راگلو کو بلاؤ اور اسے میرے سامنے لاؤ“...... جوزف نے سردار سے بات کرنے کی بجائے جنگلیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی بات سن کر کئی جنگلیوں کے چہروں پر خوف کے تاثرات پیدا ہو گئے۔

”تم جھوٹ بولتے ہو۔ تمہارا دیوتا شولاس سے کوئی تعلق نہیں ہے“...... سردار نے چیختے ہوئے کہا۔ جوزف کی بات سن کر اور جنگلیوں کے تاثرات دیکھ کر اسے اپنی سرداری خطرے میں محسوس ہونے لگی تھی۔

”سردار۔ ہم یہاں سے گزر رہے تھے۔ ہمیں اس بستی میں آنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے تمہاری سرداری کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر تمہیں جوزف کی بات جھوٹ لگ رہی ہے تو تم

وچ ڈاکٹر راگلو کو بلا لو۔ جھوٹ سچ سب ظاہر ہو جائے گا“...... اس مرتبہ طارق صاحب نے سردار سے کہا اور اس کے ساتھ ہی ان کے کندھے پر سیاہ رنگ کا نیولا بھی نظر آنے لگا۔ یہ سیاہ نیولا طارق صاحب کا پالتو تھا اور جنگلیوں کی نظر میں یہ بہت مقدس تھا۔ جس شخص کے پاس بھی سیاہ نیولا ہوتا وہ شخص ان جنگلیوں کے لئے مقدس تھا۔ چونکہ طارق صاحب افریقہ کے جنگلات میں سفر کرتے رہتے تھے اس لئے انہوں نے سیاہ نیولا بھی پالا ہوا تھا۔

طارق صاحب کے کندھے پر سیاہ نیولے کو دیکھ کر تمام جنگلیوں کی چیخیں نکل گئیں اور اب ان کی نظروں میں طارق صاحب کے لئے احترام پیدا ہو گیا تھا۔ اب سردار پر بھی لازم تھا کہ وہ طارق صاحب کا احترام کرتا۔

”محترم بزرگ۔ میں آپ کے کہنے پر وچ ڈاکٹر راگلو کو بلوا رہا ہوں“...... سردار نے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ایک جنگلی کو بھیج دیا اور تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ جنگلی واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک سفید بالوں والا بوڑھا بھی تھا جو شکل سے ہی افریقی جادوگر لگ رہا تھا۔ یہ وچ ڈاکٹر راگلو تھا۔ جب جوزف ان جنگلات کو چھوڑ کر گیا تھا تو اس وقت راگلو اتنا بوڑھا نہیں تھا۔ سردار کے قریب پہنچ کر راگلو نے سردار کو سلام کیا۔

”محترم راگلو۔ آپ اس شخص کو جانتے ہیں“...... سردار نے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو راگلو، جوزف کی طرف

مڑا۔ وہ جوزف کے قریب آیا اور جوزف کو غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری اور پھر وہ جوزف کے ہاتھ پکڑ کر چومنے لگا۔

"میرے بیٹے۔ میرے بیٹے۔ تو کہاں چلا گیا تھا۔ افریقہ کے جنگلات تیرے بغیر اداس ہیں"...... راگلو نے بہت ہی جذباتی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

جوزف نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اب وہاں موجود سب جنگلیوں کی نظروں میں جوزف کے لئے عقیدت اور احترام تھا۔ خود سردار بھی اب اسے عقیدت سے دیکھ رہا تھا۔

"جوزف دی گریٹ کے ساتھیوں کو کھول دیا جائے اور عورتوں کو یہاں لایا جائے"...... سردار نے بلند آواز میں کہا۔

"میرے آقا عمران کو کھولنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دیوتا شولاس نے خود اس کی رسیاں کاٹ دی ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی میرے آقا کی طرف بڑھتا تو دیوتا شولاس کا عذاب پورے قبیلے پر نازل ہو جاتا۔ اچھا ہوا کہ تم کو عقل آ گئی"...... جوزف نے بلند آواز میں کہا۔

اسے معلوم تھا کہ عمران اپنے ناخنوں میں موجود مخصوص بلیڈوں سے اپنی رسی کاٹ چکا ہو گا۔ نہ صرف عمران بلکہ اس کے تمام ساتھی بھی اپنی رسیاں کاٹ چکے ہوں گے اس لئے اس نے دعویٰ کیا تھا اور اس کی بات سن کر عمران نے ہاتھوں کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو رسی

ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔ عمران کے دیگر ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ البتہ کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں کی رسیاں کھولنی پڑیں۔ اسی دوران جولیا، روشی، ریکھا اور روزا کو بھی عزت کے ساتھ وہاں میدان میں لایا گیا۔

"آپ لوگ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں"...... سردار نے مؤدبانہ لہجے میں عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جوزف بیٹے۔ کیا تم بھی ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ گے"۔ وچ ڈاکٹر راگلو نے جوزف سے پوچھا۔

"جی ہاں محترم راگلو۔ یہ میرا آقا ہے۔ اس کی خوشی میری خوشی ہے۔ اس کا وطن میرا وطن ہے اور میری زندگی اس کی زندگی ہے"۔ جوزف نے عمران کی طرف عقیدت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا جوزف بیٹے۔ تم جہاں بھی رہو خوش رہو"...... راگلو نے جوزف سے کہا۔

"شکریہ محترم راگلو۔ تمہاری محبت مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے"۔ جوزف نے راگلو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"جوزف بیٹے۔ تم اور تمہارا آقا کس مقصد کے لئے جنگلات کا سفر کر رہے ہو۔ تم مجھے بتاؤ ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں"...... راگلو نے کہا تو جوزف نے عمران کی طرف دیکھا۔

"محترم راگلو۔ ایک دوسرے جہاں کی مخلوق ہماری اس زمین کے لئے خطرہ بن گئی ہے۔ وہ ان جنگلات میں لیبارٹری بنا کر

مہلک ہتھیار بنا رہی ہے تاکہ زمین پر بسنے والے اربوں انسانوں کا خاتمہ کرسکیں۔ ہم ان کی اس لیبارٹری کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں تاکہ لیبارٹری کو تباہ کر کے اس خطرے کو دور کرسکیں''...... اس مرتبہ عمران نے وچ ڈاکٹر راگلو سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ دو تین بار میں نے عجیب ساخت کی سواری کو زمین پر اترتے اور آسمان کی طرف بلند ہوتے دیکھا ہے۔ شاید وہ مخلوق اسی سواری میں آتی جاتی ہو گی''...... راگلو نے چونکتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر عمران، طارق صاحب اور جوزف چونک پڑے۔

''محترم راگلو۔ وہ کیسی سواری ہے اور آپ نے اسے کہاں اترتے دیکھا ہے''...... طارق صاحب نے راگلو سے پوچھا۔

''جدید شہروں میں آپ نے کاریں دیکھی ہوں گی۔ سائز میں وہ کار کے برابر ہے اور شکل میں وہ طشتری جیسی ہے۔ میں نے اسے جہاں اترتے دیکھا ہے میں آپ کو نقشہ بنا کر دیتا ہوں۔ اس سے شاید آپ کو کچھ مدد مل سکے''...... راگلو نے کہا اور پھر اس نے جیب سے ایک کاغذ اور قلم نکالا اور اس پر لائنیں کھینچنے لگا۔ وہ تقریباً دس منٹ تک اس کاغذ پر جھکا رہا اور پھر اس نے عمران کو اپنا بنایا ہوا نقشہ سمجھا بھی دیا۔ جوزف اور طارق صاحب بھی وچ ڈاکٹر راگلو کا بنایا ہوا نقشہ سمجھنے لگے۔

''باس۔ اب میں بہت آسانی سے اس جگہ پہنچ سکتا ہوں''۔ جوزف نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''شکریہ محترم راگلو۔ آپ ہمیں بھی ہمیشہ یاد رہیں گے''۔ عمران نے وچ ڈاکٹر راگلو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''سردار۔ ہمارا سامان ابھی تک خیموں میں ہے یا تم نے اسے اٹھوا لیا ہے''...... کرنل فریدی نے سردار سے جنگلی زبان میں پوچھا۔ کافرستان سے روانگی سے قبل کرنل فریدی نے بھی افریقہ کے جنگلات کی چند زبانوں کا مطالعہ کیا تھا اور اب چونکہ وہ مسلسل ایک زبان سن رہا تھا اس لئے اسے اس تھوڑے سے وقت میں یہ زبان آ گئی تھی۔

''جناب۔ آپ کا سامان ہمارے لئے بے کار تھا اس لئے وہ ابھی تک خیموں میں ہی پڑا ہو گا''...... سردار نے کہا۔ اس کے بعد انہوں نے وچ ڈاکٹر راگلو اور سردار سے مصافحہ کیا اور بستی سے باہر آ گئے۔ ان کے خیمے ابھی تک وہیں موجود تھے۔ انہوں نے اپنا سامان اٹھایا اور خیمے اکھاڑ لئے۔ جنگلیوں نے خیمے کاٹ دیئے تھے۔ انہوں نے خیموں کو مرمت کر لینا تھا کیونکہ وہ خیموں کی مرمت کا سامان ساتھ لے کر چلے تھے۔

دوپہر ہو رہی تھی اور وہ اب ایک نئے جوش اور جذبے کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ جوزف نقشے کے مطابق ہی آگے بڑھ رہا تھا اور باقی سب جوزف کے پیچھے تھے۔ انہیں جنگلی قبیلے سے چلے ہوئے ایک گھنٹہ ہوا ہو گا کہ انہیں شیر کی گرج سنائی دی۔ گرجنے کی آواز بہت ہی قریب سے سنائی دی تھی۔ ایک کے بعد

دوسری اور پھر تیسری بار انہیں آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی انہیں شیروں کا ایک جوڑا بھی نظر آ گیا۔ شیر اور شیرنی اپنی مقناطیسی آنکھوں سے انہیں گھور رہے تھے۔ عمران نے بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرنے والا پسٹل نکال لیا اور پھر اس نے ان دونوں پر گیس فائر کر دی۔ دو بار کی فائرنگ سے وہ شیر اور شیرنی بے ہوش ہو گئے۔

''آپ نے انہیں ہلاک کرنے کی بجائے صرف بے ہوش کیا ہے''...... جگدیش نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں۔ ان بے چارے جانوروں نے ہمارا کیا بگاڑا ہے کہ ہم انہیں ہلاک کر دیں۔ پاکیشیا سے چلتے ہوئے میں نے سوچ لیا تھا کہ ان جانوروں کو ہلاک نہیں کرنا بلکہ انہیں بے ہوش کر کے خود آگے بڑھ جانا ہے''...... عمران نے کہا تو جگدیش نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ عمران کی بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

''عمران۔ اگر راستے میں کوئی سانپ یا اژدھا مل جائے تو پھر کیا کرو گے''...... جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''سانپ انسان کا ازلی دشمن ہے لہٰذا اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں ہو سکتی۔ اگر سانپ ہمارا راستہ چھوڑ کر نکل جاتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر وہ راستے میں آ جائے تو پھر اسے نہیں چھوڑنا''...... عمران نے جولیا کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ویسے اس سفر کے دوران انہیں دور دور کئی سانپ نظر آئے تھے مگر

انہوں نے ان سانپوں کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جنگل کے دیگر جانور بھی انہوں نے دیکھے تھے جو انہیں دیکھ کر بھاگ جاتے تھے۔ چند ایک جانوروں کا شکار کر کے انہوں نے دعوت بھی اڑائی تھی۔

آدم خوروں کی بستی سے چلے ہوئے انہیں دوسرا دن تھا کہ جنگل میں ان کے راستے میں ایک ندی آ گئی۔ یہ ندی زیادہ چوڑی نہیں تھی لیکن پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ اچانک ان کی نظر تھوڑی دور جا پڑی۔ وہاں ندی کے کنارے آٹھ دس کچھوے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے بڑے بڑے کچھوے انہوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھے تھے۔ ان کچھوؤں نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے اپنی لمبی لمبی گردنیں اٹھائیں اور تیز رفتاری سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کچھوؤں کے ارادے بہت خطرناک تھے لہٰذا جیسے ہی وہ ان کی طرف بڑھنے لگے عمران نے ان پر بھی گیس فائر کر دی لیکن نجانے وہ کس قسم کے کچھوے تھے کہ ان پر گیس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ ان کے بہت قریب پہنچ گئے۔ یہ دیکھتے ہوئے تنویر اور انور نے اپنے اپنے مشین پسٹل نکال کر ان کچھوؤں پر فائر کھول دیا۔ ان دونوں نے کچھوؤں کی گردن کا نشانہ لیا تھا۔ تنویر کے مشین پسٹل پر تو سائیلنسر فٹ تھا اس لئے اس کا دھماکہ نہ ہوا جبکہ انور کے مشین پسٹل کا دھماکہ ہوا۔ دو کچھوؤں کے سر اڑ گئے اور دھماکے کی آواز سن کر باقی کچھوے واپس بھاگنے لگے۔ انہوں نے کچھوؤں کو واپس

بھاگنے دیا۔

جب کچھوے بھاگ کر نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ سب آگے بڑھنے لگے۔ انہوں نے ندی میں پاؤں رکھ کر دیکھا تو پانی اتنا تیز نہیں تھا کہ وہ اس میں سے گزر نہ سکیں۔ لہٰذا ان سب نے ندی پار کر لی۔ ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر انہوں نے اس ندی کے پانی سے ہاتھ منہ دھوئے اور پانی بھی پیا۔ پانی بہت ہی شفاف اور میٹھا تھا۔ یہاں دس پندرہ منٹ گزارنے کے بعد وہ ایک بار پھر آگے بڑھنے لگے۔

”جوزف۔ راگلو نے نقشے میں اس ندی کا ذکر کیا ہے نا“۔ عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”یس باس۔ نقشے میں یہ ندی بنی ہوئی ہے“...... جوزف نے نقشہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہم فی الحال صحیح سمت میں سفر کر رہے ہیں“...... کرنل فریدی نے کہا۔

”جی ہاں۔ انشاء اللہ ہم جلد ہی اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے“۔ عمران نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

”لگتا ہے کہ قاسم اور سلیمان کے عشق دم توڑ گئے ہیں“۔ تنویر نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چونکہ قاسم اور سلیمان خاموش ہو گئے تھے اس لئے انہیں بوریت کا احساس ہو رہا تھا۔

”دم نہیں توڑ گئے بلکہ اتنا طویل سفر کر کے تھک گئے ہیں“۔

سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عشق تو نہ سوتا ہے نہ تھکتا ہے۔ تمہارا کیسا عشق ہے جو تھک گیا ہے“...... جولیا نے کہا۔

”ہمارا عشق رانجھے اور قیس کے زمانے کا نہیں ہے بلکہ جدید دور کا ہے۔ جس طرح ماضی میں لوگ خالص خوراک، دیسی گھی اور بھینس کا خالص دودھ پی کر محنت مشقتیں کرتے تھے اور تھکنے کا نام نہیں لیتے تھے اسی طرح اس زمانے کے عشق بھی نہیں تھکتے تھے جبکہ آج کل دیسی گھی اور خالص دودھ ناپید ہیں۔ خوراک، پانی اور ہوا سب میں ملاوٹ ہے۔ آج کل کے لوگ معمولی سی محنت سے ہی تھک جاتے ہیں اور اسی طرح آج کل کے عشق بھی جلد تھک جاتے ہیں“...... سلیمان نے لمبی چوڑی تقریر کرتے ہوئے کہا تو جولیا اس کے فلسفے پر ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

”ایسی باتیں سکھا کر تم نے تو عمران کو بھی خراب کر دیا ہے“۔ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر عمران اور سلیمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ کرنل فریدی بھی مسکرانے لگا۔

پھر اچانک ان کی نظر دور آسمان پر اٹھی جہاں جنگلی کوے اڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے اور پھر یکدم ہی ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک کوا چند فٹ آگے بڑھا تھا کہ اسے آگ لگ گئی۔ باقی کوؤں کا شور انہیں یہاں تک سنائی دینے لگا اور پھر ایک

اور کوا اس طرف آگے بڑھا۔ چند فٹ آگے بڑھنے پر اس کوے کو بھی آگ لگ گئی اور کوؤں کا شور تیز ہو گیا۔ پھر سارے کوے اڑتے ہوئے ایک طرف کو چلے گئے اور کچھ دیر بعد نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

''رک جاؤ''...... کرنل فریدی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ سب رک گئے اور سوالیہ انداز میں کرنل فریدی کو دیکھنے لگے۔ عمران نے اپنا بیگ زمین پر رکھ دیا تھا۔

''اللہ تعالیٰ نے یہ کوے بھیج کر ہماری مدد کی ہے۔ ہم یقیناً ریبون کی سائنس لیبارٹری کے قریب پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے لیبارٹری کی حفاظت کے لئے فضا میں ریز پھیلی ہوئی ہیں۔ جو بھی جاندار ان ریز سے ٹکرائے گا وہ ان کوؤں کی طرح جل جائے گا''...... کرنل فریدی نے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''کرنل صاحب۔ آپ کسی اخبار میں تجزیہ نگاری کی نوکری کیوں نہیں کر لیتے۔ ٹھیک ٹھاک معاوضہ ملے گا اور آرام و سکون بھی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کرنل فریدی سے کہا۔ اسے کرنل فریدی کے تجزیئے سے سو فیصد اتفاق تھا۔ کرنل فریدی اور عمران کی بات سن کر تمام افراد نے سامان زمین پر رکھ دیا تھا اور وہ خود بھی زمین پر بیٹھ گئے تھے۔

''کرنل صاحب اور عمران صاحب۔ آپ کے پاس ان ریز کا

کوئی توڑ بھی تو ہو گا''...... صفدر نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جس اللہ نے ہمیں یہاں تک پہنچادیا ہے وہی ان ریز کا توڑ بھی کرے گا''...... کرنل فریدی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ان ریز کا توڑ کرنے کے لئے تو ہمیں سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ریز کس قسم کی ہیں اور چونکہ یہ ریز دوسرے سیارے کی مخلوق نے بنائی ہیں اس لئے ہمیں فوری طور پر ان کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکتا''...... عمران نے کہا اور پھر وہ اپنا بیگ کھولنے لگا۔ بیگ میں سے اس نے چند ریز پسٹل نکال لئے۔ یہ ریز پسٹل اسے سیارہ مریخ کی مخلوق نے دیئے تھے جب وہ ان کی مدد کرنے کے بعد واپس آنے لگا تھا تو انہوں نے چند ریز پسٹل تحفے کے طور پر عمران کو دیئے تھے۔

ریز پسٹل کے علاوہ ریز بم بھی عمران کے پاس موجود تھے۔ یہ بم چھوٹی چھوٹی چپس کی مانند تھے۔ عمران کو یقین تھا کہ ریبونی مخلوق کی سائنس لیبارٹری زمینی ہتھیاروں سے تباہ نہیں ہو گی اس لئے وہ یہ مریخی ہتھیار لے کر چلا تھا۔ یہ ریز بم بھی اسے مریخ والوں نے ہی دیئے تھے۔

''یا مرشد۔ ایک ریز پسٹل آپ رکھ ہیں۔ ان ریز پسٹل سے ہم ریبونی مخلوق کا مقابلہ آسانی سے کر سکتے ہیں۔ یہ ریز پسٹل میں

مریخ سے لایا تھا“...... عمران نے ایک ریز پسٹل کرنل فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد اس نے ایک ایک ریز پسٹل جگدیش، تنویر اور صفدر کو بھی دے دیا۔

”باقی لوگوں سے معذرت کہ میرے پاس صرف اتنے ہی ریز پسٹل ہیں۔ اگر ہم کسی طرح لیبارٹری کے اندر پہنچ گئے تو باقی لوگ ریبونی مخلوق کا ہتھیار چھین کر انہی پر استعمال کریں گے“...... عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ جس کی جوتیاں اسی کا سر“...... کافی دیر بعد قاسم کی آواز سنائی دی اور پھر وہ سبھی چونک پڑے اور ان کی نظریں سامنے کی طرف جم گئیں۔

یہ ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں ایک لمبی سی میز موجود تھی اور اس میز پر کئی کمپیوٹر رکھے ہوئے تھے۔ کمپیوٹر کے مانیٹر روشن تھے اور ان پر مختلف مناظر نظر آ رہے تھے۔ ان کمپیوٹرز کو مختلف افراد آپریٹ کر رہے تھے جبکہ لانگ ون ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

یہ سائنس لیبارٹری کا کنٹرول روم تھا۔ اس کمرے میں بیٹھ کر لانگ ون پوری لیبارٹری پر نظر رکھتا تھا۔ لیبارٹری کے چاروں طرف سے پچاس کلومیٹر کا فاصلہ اس کی نظروں میں تھا اور اس کمرے میں بیٹھ کر وہ انہی کمپیوٹرز کے ذریعے سیارہ ریبون سے بھی رابطہ کرتا تھا۔ اس کا زیادہ تر وقت اسی کنٹرول روم میں گزرتا تھا۔

لانگ ون میز سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر کمپیوٹر کی تمام سکرینوں کو دیکھ رہا تھا کہ کنٹرول روم کا دروازہ کھلا اور اسرائیلی سائنس دان سر راشیل اور سر جوزف اندر داخل ہوئے۔ اس سائنس لیبارٹری میں

اس وقت یہی دو زمینی افراد تھے جبکہ باقی سب ریبونی باشندے تھے لیکن جین کی تبدیلی کی وجہ سے وہ سب اس وقت زمینی باشندے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ دونوں سائنس دان لانگ ون کے قریب پہنچے تو لانگ ون نے انہیں اپنے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ لانگ ون نے اپنے گریبان میں سے ایک مائیک نما آلہ نکالا اور اسے منہ کے قریب کرلیا۔

''مونگوز۔ تم میرے پاس آؤ''...... لانگ ون نے اس آلے میں کہا اور آلہ واپس گریبان میں ڈال دیا۔ مائیک نما آلہ زنجیر سے بندھا ہوا تھا اور وہ لانگ ون کی گردن میں لٹک رہا تھا۔ پھر ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ مونگوز وہاں آ گیا۔

''مونگوز۔ سر راشیل اور سر جوزف کا کام ختم ہو گیا ہے نا''۔ لانگ ون نے مونگوز سے پوچھا۔

''یس سر۔ یہ اب فارغ ہیں۔ انہیں واپس بھجوایا جا سکتا ہے''۔ مونگوز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جناب۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے ہمارا بہت ساتھ دیا۔ ہماری مدد کی۔ اب بہت جلد اس زمین پر سیارہ ریبون کے باشندے آباد ہو جائیں گے۔ زمین کے تمام باشندوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا''...... لانگ ون نے سر راشیل اور سر جوزف سے مخاطب ہو کر کہا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور

سوچنے لگے کہ لانگ ون کی بات کا کیا مقصد ہے۔

''آپ دونوں صاحبان کیا سوچنے لگے ہیں''...... سر راشیل اور سر جوزف کو سوچ میں ڈوبے دیکھ کر لانگ ون نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ تو ذہن پڑھ سکتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں''...... سر جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مضبوط اور طاقتور دماغوں کو ہم نہیں پڑھ سکتے۔ آپ کے دماغ طاقتور ہیں اس لئے میں انہیں ریڈ نہیں کر سکتا''...... لانگ ون نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ نے زمین کے تمام باشندوں کے خاتمے کی بات کی ہے جبکہ آپ کا ارادہ تو صرف مسلمانوں کے خاتمے کا تھا''...... سر راشیل نے لانگ ون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہم نے سب انسانوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ ہندو، مسلم، یہودی، اور عیسائی۔ ہمارے لئے سب برابر ہیں۔ تم نے ہمارا ساتھ دیا ہے اپنے زمینی باشندوں کے خلاف اس لئے سب سے پہلا نشانہ تمہارا ملک اسرائیل ہی بنے گا''...... لانگ ون نے سفاکانہ لہجے میں کہا تو اس کی بات سن کر ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ ان کے حلق خشک ہو گئے۔ وہ بولنا چاہتے تھے لیکن ان سے کچھ بھی نہ بولا گیا۔

''اور اب چونکہ تم دونوں کی ضرورت بھی یہاں ختم ہو گئی ہے لہٰذا میں تم دونوں کے وجود سے اس زمین کو پاک کر رہا ہوں''۔

لانگ ون نے دونوں سائنس دانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور عجیب ساخت کا ریوالور نکال لیا۔ اس نے ریوالور کا رخ ان دونوں کی طرف کر دیا۔ ریوالور میں ٹریگر کی جگہ بٹن لگا ہوا تھا۔ لانگ ون نے بٹن دبایا تو ریوالور سے گولی کی بجائے سرخ رنگ کی شعاع نکلی اور دونوں سائنس دانوں کے جسم جلنے لگے۔ ان کی چیخوں سے کنٹرول روم گونجنے لگا لیکن کمپیوٹرز پر کام کرنے والوں نے ایک نظر اٹھا کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ ان کی چیخیں سن ہی نہ رہے ہوں۔ چند لمحوں بعد دونوں سائنس دان جل کر راکھ میں تبدیل ہو گئے۔

''سر۔ یہ دیکھیئے۔ یہ کون لوگ ہیں''...... ایک کمپیوٹر آپریٹر کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی تو لانگ ون اور مونگوز نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ کمپیوٹر کی سکرین پر چند زمینی باشندے نظر آ رہے تھے۔ ان میں چار عورتیں بھی شامل تھیں اور باقی مرد تھے۔

''سر۔ یہ کون ہو سکتے ہیں''...... مونگوز نے حیرت بھرے لہجے میں لانگ ون سے پوچھا۔

''اسرائیلی صدر بتا رہے تھے کہ کچھ لوگ ہماری لیبارٹری کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں''۔ لانگ ون نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''انہیں بے ہوش کر کے یہاں لے آؤ۔ پھر ان کی گردنیں توڑ

دو۔ میں ان کی لاشیں اسرائیل کے صدر کو بھجواؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں وہ دنیا کے خطرناک ترین انسان کہہ رہے تھے اور ہم نے دنیا کے ان خطرناک ترین انسانوں کو کتنی آسانی سے ختم کر دیا ہے''...... لانگ ون نے مونگوز سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے سر۔ کیا ایئر میل لے کر جاؤں سر''...... مونگوز نے مؤدبانہ لہجے میں لانگ ون سے پوچھا۔

''ظاہر ہے۔ ایئر میل کے بغیر اگر تم انہیں لائے تو انہوں نے جل کر راکھ میں تبدیل ہو جانا ہے۔ پھر میں اسرائیلی صدر کو کیا تحفہ دوں گا''...... لانگ ون نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوکے سر۔ میں ابھی جاتا ہوں اور ان سب کو بے ہوش کر کے لے آتا ہوں''...... مونگوز نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ کنٹرول روم سے باہر نکل گیا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے ایک بہت بڑی اڑن طشتری کو اپنے سامنے رکتے دیکھا تھا۔ اس اڑن طشتری کو دیکھ کر وہ چونکے تھے۔ ابھی وہ اڑن طشتری کو دیکھ ہی رہے تھے کہ اس میں سے ایک نیلی سی شعاع نکلی اور ان کے گرد پھیل گئی اور پھر انہیں کوئی ہوش نہ رہا۔

سب سے پہلے عمران کو ہوش آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے ہال نما کمرے میں موجود ہے۔ کمرے میں ایک طویل و عریض میز پر کمپیوٹرز رکھے ہوئے تھے اور کچھ لوگ ان کمپیوٹرز کو آپریٹ کر رہے تھے جبکہ ایک علیحدہ کرسی پر اسے ایک اور آدمی دکھائی دیا۔ اس آدمی کے قریب ایک اور آدمی بھی موجود تھا۔ ان کا جائزہ لینے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کا جائزہ لیا۔ اس کی طرح وہ بھی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ سبھی بے ہوش تھے جبکہ

کرنل فریدی ہوش میں آ چکا تھا۔

’’یہ دو انسان خودبخود ہوش میں کیسے آ گئے مونگوز‘‘...... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

’’معلوم نہیں سر۔ یہ تو ریز سے بے ہوش ہوئے تھے‘‘...... کرسی کے قریب کھڑے آدمی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا جس کا نام مونگوز تھا۔

’’یہ دونوں غالباً باقی افراد کے لیڈر ہیں اور اسرائیلی صدر ان دونوں کو ہی خطرناک کہہ رہے تھے اور یہ واقعی خطرناک ہو سکتے ہیں اس لئے ان کا فوری خاتمہ ضروری ہے‘‘...... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے خطرناک لہجے میں کہا اور پھر اس نے عجیب ساخت کا ریوالور نکال لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس ریوالور کا رخ ان کی طرف کرتا عمران اور کرنل فریدی نے ریز پسٹل نکال کر ان دونوں پر فائر کر دیا۔

ریز پسٹل سے سرخ رنگ کی ریز نکلیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان پر ریز پسٹل سے ریز فائر کی جا سکتی ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق یہ زمینی باشندے زمینی ریوالور سے فائر کر سکتے تھے اور زمینی اسلحے نے یہاں کام ہی نہیں کرنا تھا۔ لیکن یہ مریخی اسلحہ تھا۔ ریز ان سے ٹکرائیں اور ان کے جسموں کو آگ لگ گئی۔ کمپیوٹر پر بیٹھے ہوئے افراد یکدم گھبرا کر اٹھے لیکن عمران اور کرنل فریدی کے ہاتھ مشینی انداز میں گھومے اور ان سب افراد کے

جسموں کو آگ لگ گئی۔ چند ہی لمحوں میں ان سب کا خاتمہ ہو گیا۔

ان کا خاتمہ ہوتے ہی عمران کمپیوٹرز کی طرف بڑھا۔ وہ کمپیوٹرز پر اس سائنس لیبارٹری کا سسٹم چیک کرنا چاہتا تھا جبکہ کرنل فریدی اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ انہیں ہوش میں لانا چاہتا تھا۔

"کرنل صاحب۔ الماری میں زی انجکشن موجود ہیں۔ وہ ان شعاعوں کا توڑ ہیں"...... عمران نے کمپیوٹرز پر ایک پروگرام پڑھنے کے بعد کرنل فریدی سے کہا تو کرنل فریدی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران بدستور کمپیوٹرز پر کام کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد عمران لیبارٹری کے تمام سسٹم کو سمجھ چکا تھا اور اس دوران اس کے ساتھی بھی ہوش میں آ چکے تھے۔ ایک بہت بڑے ہال میں بڑی بڑی اور عجیب و غریب ساخت کی مشینیں نصب تھیں اور دس ریبوٹی سائنس دان وہاں کام کر رہے تھے۔ عمران اور کرنل فریدی نے تمام سائنس دانوں کو ریز پسٹل سے راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔

عمران لیبارٹری کا حفاظتی سسٹم تو پہلے ہی آف کر چکا تھا پھر اس نے ریز بم بھی لیبارٹری میں فٹ کر دیئے۔ ان ریز بموں کو وہ لیبارٹری سے ایک کلومیٹر دور جا کر آپریٹ کر سکتا تھا۔ عمران نے تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد ایک بار پھر ان کا جائزہ لیا اور پھر وہ کرنل فریدی اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ لیبارٹری سے باہر آ گیا۔ اب چونکہ لیبارٹری کا حفاظتی سسٹم آف ہو چکا تھا اس لئے انہیں ریز سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ پھر لیبارٹری سے تقریباً نصف

کلومیٹر دور پہنچنے پر عمران رک گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریموٹ تھا۔ اس نے طویل سانس لیتے ہوئے ریموٹ کا بٹن دبایا تو اگلے ہی لمحے انہیں دور سے بموں کے دھماکے سنائی دینے لگے اور ان دھماکوں کے ساتھ ساتھ انہیں آگ کے شعلے بھی نظر آنے لگے۔

ختم شد